قادری رضوی کتب خانہ لاہور

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بانیِ مبانی حضور شیخ السید بہاء الملۃ والدین
معروف بہ شاہ نقشبند قدس اللہ سرہٗ کے حالات و مقامات پر اولین کاوش
انیس الطالبین وعدۃ السالکین فارسی کا دلنشین اردو ترجمہ

ترجمہ
علامہ غلام مصطفےٰ مجددی ایم اے

مدیر مسئول مجلہ تحقیق پاکستان

قادری رضوی کتب خانہ
گنج بخش روڈ لاہور

فیضان رحمت

حضور امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ

نام کتاب	ــــــــ	انیس الطالبین
نام مؤلف	ــــــــ	صلاح بن مبارک بخاری
نام مترجم	ــــــــ	علامہ غلام مصطفےٰ مجددی ایم۔اے
نام کمپوزر	ــــــــ	محمد اکرام
پروف ریڈنگ	ــــــــ	غلام دستگیر احمد
تعداد صفحات	ــــــــ	284
سال اشاعت	ــــــــ	اگست 2003ء
نام ناشر	ــــــــ	چوہدری عبدالمجید قادری
ہدیہ اُردو	ــــــــ	105 روپے
ہدیہ	ــــــــ	فارسی اُردو 250 روپے

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم الاویس مرکز دربار مارکیٹ لاہور
☆ لاثانی بک اینڈ کمپوزنگ سنٹر ریلوے روڈ شکر گڑھ
☆ شبیر برادرز اُردو بازار لاہور

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

انتساب
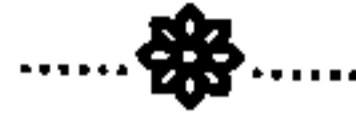
خانوادۂ نقشبندیہ کے ایک عظیم بزرگ

حضرت شیخ المشائخ قبلہ عالم مولانا **محمد نور الدین** نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ

کے نام

جن کے دسترخوانِ نعمت کا میں بھی ریزہ خوار ہوں

غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے

فہرست

ابتدائیہ

حضرت خواجہ سید بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ اویسی بخاری

قصر عارفاں، بخارا سے تین میل کے فاصلے پر ایک نورانی بستی ہے جہاں حضرت خواجہ سید محمد بہاؤالدین نقشبند بخاری قدس سرہ (۷۱۸ھ۔۷۹۱ھ) نے سلسلہ نقشبندیہ کی بنیاد رکھی اور سلسلہ کے نامور مشائخ کو تربیت دی۔ وسط ایشیا کا یہ مرکز روحانیت، سلسلہ نقشبندیہ کے سلوک و طریقت کی اتنی بڑی درسگاہ تھی، جہاں سے لاکھوں افراد ہدایت پا کر نکلے اور ہزاروں سالک، روحانیت کے مختلف مقامات پر فائز ہو کر دنیائے اسلام کے دور دراز گوشوں میں پہنچے اور سلسلہ نقشبندیہ کے مراکز قائم کرتے گئے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب وسط ایشیا سے چنگیز اور ہلاکو کے طوفان، اسلامی تہذیب و تمدن کو بہا کر لے جا چکے تھے۔ اب مسلمان اپنی عسکری اور تہذیبی برتری سے محروم ہو چکے تھے۔ چنگیز خان نے جس زبردست سلطنت کی بنیادیں رکھی تھیں۔ اب وہ اس کے جانشینوں کی ہوس اقتدار کے ہتھوڑوں سے ہل رہی تھیں۔ سب سے بڑا دھچکا ۷۴۶ھ میں غزل خان تاتاری نے لگایا۔ جب اس نے اپنے ہی خاندان کے حکمرانوں کے اقتدار کا تختہ الٹ کر ایک علیحدہ سلطنت کی بنیاد رکھ دی اور اسلام قبول کر لیا اور سمرقند کو دارالسلطنت قرار دیدیا۔ ان چنگیزی مسلمان جانشینوں کی جنگ اقتدار نے تاتاریوں کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا اور سارا وسط ایشیا بدامنی کا شکار ہو گیا۔ اسی دوران ایشیا کا قہر خداوندی تیمور لنگ سامنے آیا اور

اس نے وسط ایشیا سے اٹھ کر روس، چین، مشرقی یورپ اور برصغیر پاک و ہند کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اپنی طوفانی فتوحات سے ایک طرف ماسکو کو روندتا گیا۔ دوسری طرف یورپ کے وہ علاقے جنہیں چنگیز اور ہلاکو خاں بھی فتح نہ کر سکے تھے۔ پامال کرتا گیا، برصغیر پاک و ہند میں جہاں سکندر اعظم کی فوجیں دریائے بیاس سے آگے نہ جاسکیں اور چنگیز کے تاتاری دریائے سندھ سے آگے نہ بڑھ سکے تھے، تیمور لنگ کے گھوڑے سارے ہندوستان کو ویران کرتے گئے۔ مغرب کی طرف بڑھا تو دمشق اور ترکی کی عظیم سلطنتوں کو تہ و بالا کرتا گیا۔ مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ آج تک ایشیا میں ایسا کوئی حکمران نہیں ابھرا، جس نے اتنے بڑے علاقے کو زیر نگیں کیا ہو، جتنے تیمور لنگ (۷۳۶ھ۔۸۰۷ھ) نے اپنے قبضہ میں کئے تھے۔ وہ تاتاری نسل کا مسلمان فاتح تھا۔ جہاں دنیائے اسلام کے جلیل القدر علماء اور مشائخ از سر نو اسلامی تہذیب و تمدن کو فروغ دینے میں مصروف کار تھے۔

یہ تھا وہ قاہرانہ اور سفاکانہ تاریخی دور، جس میں حضرت خوجہ سید بہاء الدین نقشبند بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے احسان و تصوف کے عظیم الشان سلسلہ نقشبندیہ کی بنیاد رکھی اور اس پر تشدد دور میں جن مشائخ و صوفیاء کی تربیت کی وہ آگے چل کر عالم اسلام کے حکمرانوں کے پیر و مرشد اور استاد بنے۔ ان بزرگوں نے اپنی توجہ اور تربیت سے ان ذہنوں کو پاکیزہ جذبات مہیا کئے، جو وحشت و بربریت کے سرچشمہ تھے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے اپنے مرکز ارشاد، قصر عارفاں سے ایسے پر آشوب دور میں دنیائے روحانیت کے عظیم انسان تیار کئے، جن میں حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار، حضرت خواجہ محمد پارسا، حضرت مولانا محمد یعقوب چرخی، حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدست اسرارھم جیسے جلیل القدر ارباب تصوف کے نام آتے ہیں۔ آپ نے اس تربیت گاہ میں طریقہ نقشبندیہ کے ایسے اصول مرتب کئے جو شریعت محمدیہ ﷺ کا عملی نمونہ تھے۔ یہی اصول تمام نقشبندی مشائخ کے سامنے رہے اور انہوں نے اسی تربیت سے چہار دانگ عالم میں شریعت محمدیہ کے علم بلند رکھے۔ آگے چل کر حضرت خواجہ زاہد بدخشی، مولانا خواجہ امکنگی، حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی، حضرت امام

ربانی مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی قدس اللہ اسرارہم جیسے حضرات نے سلسلہ نقشبندیہ کو دور دور تک پھیلا دیا۔ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ نے تو برصغیر کی سیاست پر بڑا اہم کردار ادا کیا اور مغل شہنشاہ اکبر اور جہانگیر کی دینی بے راہروی کے سامنے بند باندھ کر اسلام کی گرتی ہوئی دیواروں کو نہ صرف سہارا دیا، بلکہ مجددی سلسلہ تصوف کی بنیاد رکھ کر اسلام کی عظمت کو از سر نو زندہ کر دیا۔ آپ کے خانوادہ کے بیشتر مشائخ نے برصغیر اور اس کے علاوہ کئی اسلامی ممالک میں اسلام کی سر بلندی کے لئے بے مثال کام کئے جسے تاریخ فراموش نہیں کر سکتی۔

شہنشاہ نقشبند خواجہ خواجگان سید بہاء الدین نقشبند بخاری رحمتہ اللہ علیہ محرم ۷۱۸ھ میں بخارا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام محمد البخاری تھا اور آپ کو باطنی نسبت حضرت محمد بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل تھی، مگر اس نسبت کی تربیت کے لئے حضرت بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ شمس الدین سید امیر کلال سوخاری رحمتہ اللہ علیہ کو آپ کی خصوصی تربیت کی ذمہ داری سونپی اور حکم دیا کہ سید بہاء الدین سے ہم نے روحانیت کی اشاعت کا یہ عظیم الشان کام لینا ہے، ان کی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی جائے۔ حضرت امیر کلال نے اس فرمان کے مطابق اپنی ساری زندگی آپ کی تربیت میں وقف کر دی۔ حضرت امیر کلال سوخاری رحمتہ اللہ علیہ کوئی معمولی آدمی نہیں تھے۔ وہ وقت کے بہت بڑے شیخ طریقت تھے اور ان کی مجالس میں نہ صرف علماء و مشائخ نے تربیت پائی بلکہ وقت کے ارباب اقتدار نے بھی سر جھکا دیئے۔ یہ وہی حضرت سید امیر کلال ہیں جن کے اشارہ ابرو نے تیموری شہنشاہوں کو سلطنتیں بخشیں۔ امیر طغرہ خاں، امیر تیمور گورکانی کا والد تھا۔ آپ کی مجلس میں نیاز مندانہ آیا کرتا تھا وہ آپ کا بڑا ہی معتقد تھا۔ ایک دن وہ آپ کی مجلس میں حاضر ہوا تو امیر کلال نے اسے جو کی سات روٹیاں عنایت کیں اور فرمایا، ہر روٹی سے تھوڑے تھوڑے ٹکرے کھا لینا، ہم نے تمہیں ہفت اقلیم کی حکمرانی بخش دی ہے۔ اسی طرح امیر طغرہ خاں کو ایک مجلس میں آپ نے بھنے ہوئے چنوں کے دانے عنایت فرمائے اور حکم

دیا یہ چنے آہستہ آہستہ چبالیا کرو، ہم تمہارے خاندان کو حکمرانی کے مختلف ادوار عنایت کر رہے ہیں۔ مورخین لکھتے ہیں امیر کلال کی یہ عنایت تھی کہ طغرہ خاں کا بیٹا امیر تیمور فاتح عالم کی حیثیت سے نمودار ہوا تو اس نے دنیا کے سات طبقات یعنی ہفت اقلیم کو فتح کیا۔ دوسری طرف چنوں کے جو دانے امیر طغرہ خاں نے کھائے تھے ان کی تعداد چار سو تھی ۔ تیموری خاندان چار سو سال تک حکمران رہا۔ آخری مغل بادشاہ ظفر شاہ بہادر، امیر تیمور سے چار سو سال بعد فوت ہوا۔ یہ حکم نامہ حضرت نقشبند کے پیر و مرشد نے جاری کیا تھا جو عالم میں آج تک ثبت ہے اور تیمور خاندان پورے چار سو سال حکومت کرتا رہا۔ حضرت شہنشاہ نقشبند خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمہ نے قصر عارفاں کو سلسلہ نقشبندیہ کی تربیت گاہ بنا دیا اور آپ نے ایسے ایسے افراد کی تربیت میں دن رات کام کیا جو مستقبل میں دنیائے روحانیت کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔

میں آپ کی معلومات میں اضافہ نہیں کر رہا، لیکن اپنی گزارشات میں ان حضرات کی طرف توجہ ضرور دلاؤں گا جنہوں نے قصر عارفاں سے تربیت حاصل کی اور چہار دانگ عالم میں روحانیت کے ادوار بکھیرتے رہے۔ ان میں سے ایک بزرگ حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ کا نام سنہری حروف سے لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ آپ نے روحانی تربیت کے بعد حضرت خواجہ نقشبند کے خلیفہ اول اور نائب سلسلہ کی حیثیت سے نام پیدا کیا۔ آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد بخاری تھا۔ خوارزم کے رہنے والے تھے۔ آپ نے دینی علوم میں کمال حاصل کرنے کے بعد حضرت خواجہ نقشبند کی خدمت میں زندگی گزار دی۔ آپ کو اپنی مجالس سے جدا نہ ہونے دیتے اور خاص اسرار و احوال سے آگاہ فرماتے۔ اپنی زندگی میں ہی آپ نے خواجہ عطار کو طریقہ نقشبندیہ کی اشاعت و تربیت میں لگا دیا تاکہ اپنی نگرانی میں وہ لوگوں کو تربیت دینے کا طریقہ سیکھ لیں۔ آپ کے زیر تربیت ایک اور مشہور بزرگ سید شریف جرجانی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کتابی علم کے بعد جب تک شیخ زین الدین کی صحبت حاصل نہ کی رفض سے نجات نہ پا سکا اور جب تک خواجہ علاء الدین عطار کی صحبت سے

مشرف نہ ہوا تھا خدا کو نہ پہچان سکا۔

خواجہ محمد پارسا نے خواجہ علاء الدین عطار کے کلمات قدسیہ جمع کیے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے حضرت عطار سے روحانی تربیت حاصل کر لی۔ دنیائے روحانیت پر ایک بہتا ہوا دریا ہوگا۔

حضرت مولانا یعقوب بن عثمان چرخی رحمتہ اللہ علیہ حضرت شاہ نقشبند کے خاص تربیت یافتہ خلیفہ تھے اور بڑے اصحاب میں شامل تھے۔ اگرچہ آپ نے تکمیل ولایت حضرت خواجہ علاء الدین عطار سے کی تھی، مگر یہ بھی حضرت خواجہ نقشبند کی تربیت کا ہی فیض تھا۔ آپ ہرات کے چرخ گاؤں سے اٹھے۔ ہرات کے دینی مدارس میں علوم مروجہ پر عبور حاصل کیا اور پھر حضرت شاہ نقشبند کی خدمت میں قصر عارفاں پہنچے۔ آپ اپنی زندگی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ ایک دن میں شام کے وقت اپنی قیام گاہ فتح آباد میں بیٹھا تھا کہ اچانک شیخ عالم سیف الحق باخرزی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر جا پہنچا۔ میں مراقبے میں تھا کہ میرے دل میں اضطراب کا ایک طوفان پیدا ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت شاہ نقشبند میرے راستے پر کھڑے میرا انتظار فرما رہے ہیں۔ آپ نہایت لطف و احسان سے پیش آئے مغرب کی نماز ادا کی۔ قریب بلا کر توجہ فرمائی اور فرمایا علم دو ہیں: قلبی علم، جو انبیاء کرام کو عطا ہوا ہے مگر ظاہری علم بنی آدم کے لئے حجت ہے۔ تم علم حاصل کر چکے ہو، اپنے لئے علم باطن سے کچھ حصہ مجھ سے لے لو جو تمہاری امانت ہے، مگر یہ فیصلہ بھی کل ہوگا۔ یہ رات مجھے سخت گزری اور میرا خیال ہے ساری عمر اتنی گراں رات میں نے کبھی نہ گزاری تھی۔ صبح ہوئی تو مجھے آپ نے علم لدنی کے بعض اسرار سے آگاہ فرمایا۔

حضرت یعقوب چرخی ایک عرصہ تک آپ کے زیر تربیت رہے۔ ''تفسیر یعقوبی'' آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ رسالہ ''انسیہ'' تصوف میں بے مثال کتاب ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند کے ملفوظات بھی آپ نے جمع کیے مگر آپ نے روحانی تربیت میں جو کام کیا اس کے نتیجے میں سلسلہ نقشبندیہ کے جو چمکتے ہوئے آفتاب ہیں۔ وہ آپ ہی کے تربیت یافتہ تھے۔

خواجہ عبید اللہ احرار تاشقند کے رہنے والے تھے۔آپ نے زندگی کے ابتدائی سال علوم دینیہ کے حصول میں صرف کئے۔اور اس عرصہ میں بے پناہ علماء و مشائخ کی مجالس سے مستفید ہوئے۔جب آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کی تربیت حاصل کر کے مسند ارشاد بچھائی تو علماء و مشائخ کے علاوہ دنیا کے شہنشاہ بھی آپ کی مجالس میں جگہ حاصل کرنے کو غنیمت جانتے تھے۔آپ فرماتے ہیں کہ جب مجھے حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔مولانا یعقوب چرخی نے دیکھتے ہی اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ مجھے بیعت فرمائیں۔میں نے دیکھا کہ آپ کی پیشانی پر برص کا ایک سفید داغ ہے۔میں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔وہ میری استراحت کو بھانپ گئے۔فوراً اپنے چہرے کا رنگ بدلا تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک نورانی شخصیت کے انداز میں سامنے آئے،جس نے مجھے اپنی طرف کھینچ لیا۔آپ نے فرمایا ہاتھ بڑھاؤ یہ میرا ہاتھ نہیں،میں تمہارا ہاتھ خواجہ بہاء الدین نقشبند کو پکڑا رہا ہوں۔

خواجہ عبید اللہ احرار نے بڑے بڑے جلیل القدر مشائخ نقشبندیہ کی تربیت کی۔دوسری طرف آپ نے وقت کے بادشاہوں کی مہمات کی طرف توجہ دے کر ان کی فتوحات میں بڑا حصہ لیا۔تیمور کا بیٹا مرزا شاہ رخ جب ایک لاکھ فوج لے کر سمرقند پر حملہ آور ہوا تو آپ نے اپنے مرید سلطان ابو سعید کو کہا،فکر نہ کرو ہم قلعے میں بیٹھے ہیں حملہ آور فوجیں شکست کھا کر بھاگ جائیں گی،چنانچہ ایسا ہی ہوا۔تیموری اور تاتاری حکمران آپ کی امداد سے فتوحات حاصل کرتے رہے اور بڑے بڑے معرکوں میں آپ کی روحانی دعائیں موثر ثابت ہوتی رہیں۔مرزا سلطان جیسے حکمران آپ کے دروازے پر کھڑے رہتے اور اپنی مہمات کے لئے استمداد کرتے۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند سے روحانی تربیت حاصل کرنے والوں میں سے مولانا محمد زاہد بدخشی،مولانا درویش محمد،خواجہ محمد پارسا بخاری جیسے جلیل القدر حضرات کے نام تاریخ تصوف میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ان بزرگان دین نے ایک طرف روس کی شمالی سرحدوں تک سلسلہ نقشبندیہ کی روشنیاں پہنچائیں،دوسری طرف ایران و افغانستان

سے نکل کر برصغیر پاک و ہند کو سلسلہ نقشبندیہ کے روحانی فیضان سے مالا مال کر دیا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی نے حضرت مجدد الف ثانی کو جو تربیت دی تھی اس کے نتیجے میں ایک طرف اکبر کے دین الٰہی کی خباثتوں کو سرنگوں ہونا پڑا تو دوسری طرف برصغیر پاک و ہند میں بے شمار مشائخ کی روحانی تربیت کے دروازے کھل گئے۔ جن سے نکلنے والی روحانی خوشبوؤں نے لاکھوں انسانوں کے مشام جاں کو معطر کر دیا۔

مولف کتاب مستطاب: مولف کتاب مستطاب انیس الطالبین وعدۃ السالکین کا نام نامی اسم گرامی صلاح بن مبارک ہے، آپ کی حیاتِ مبارکہ کا زیادہ تر حصہ بخارا شریف میں بسر ہوا، طریقتِ نقشبندیہ سے متعلق تذکروں اور ماخذوں کی جملہ کتابیں حضرت مولف علیہ الرحمہ کی جوانی، تحصیلات اور دیگر خصوصیات زندگی کے بارے میں بالکل خاموش ہیں، صرف ایک ماخذ ھدیۃ العارفین میں ان کا مختصر ذکر موجود ہے کہ ان کی وفات ۷۹۳ھ کو واقع ہوئی۔ اگر حضرتِ مولف کی تاریخ وفات درست ہے تو ہم ان کی متوسط عمر ستر سال فرض کر لیتے ہیں۔ اس طرح ان کی تاریخ ولادت ۷۲۳ھ ہونی چاہیے۔ حضرت صوفی اسماعیل بغدادی نے حضرتِ مولف علیہ الرحمہ کے مختصر احوال میں یہ رقم کیا ہے،

"مولف از اہل طریقت بودہ، وبہ احتمال قریب بہ یقین پیرو نقشبندیہ بودہ است"

حضرتِ مولف علیہ الرحمہ نے (اس کتاب انیس الطالبین) میں خود تصریح فرمائی ہے کہ وہ حضرت خواجہ علاء الدین عطار علیہ رحمۃ الغفار کے وسیلہ جلیلہ سے حضرت خواجہ بہاء الملۃ والدین قدس اللہ روحہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر مبارک ۶۲ سال تھی اور حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کی عمر مبارک ۶۷ سال تھی۔ حضرتِ مولف نے حضرتِ خواجہ علیہ الرحمہ کا اولین دیدار قصر عارفاں میں کیا، جیسا کہ انہوں نے خود انیس الطالبین کے ایک باب میں رقم کیا ہے۔

☆......"پہلی مرتبہ جب یہ کتاب عدۃ السالکین کو جمع کرنے والا بندہ ضعیف قصر عارفاں

میں حضرت خواجہ کے پاس حاضر تھا، دریں اثنا آپ نے فرمایا" جس وقت خوارزم میں شیخ نجم الدین کبری قدس اللہ روحہ، کے ظہور کی خبریں مولانا فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے سنیں، مولانا نے حضرت شیخ کو بلا کر پوچھا، آپ نے اللہ کو کیسے پہچانا، حضرت شیخ نے فرمایا، یعنی میں نے خدا جل جلالہ کو اس واردات سے شناخت کیا جو غیب سے مجھ تک پہنچتی ہے، اور اس واردات کی دریافت سے شک میں ڈالنے والی عقلیں عاجز ہیں، (اس جواب سے) مولانا رازی حیران ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ نے اس ضعیف سے فرمایا" ایک مرتبہ بخارا کے علما ء ہمارے ساتھ بھی مشغول (بحث) ہوئے"۔

☆......صلاح بن مبارک علیہ الرحمہ نے انیس الطالبین میں حضرت خواجہ کے درویشوں میں ایک درویش کی حکایت نقل کی ہے کہ اس کی بیوی نے حضرت خواجہ کے حضور ایک نیاز ارسال کی۔ وہ واقعہ کچھ اس طرح ہے۔

"حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے درویشوں میں سے ایک درویش نے بیان کیا کہ ایک روز مجھے حضرت خواجہ کی صحبت شریف دریافت کرنے کا داعیہ ہوا، تو میں تانگن سے بخارا کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس وقت میری ضعیفہ (بیوی) نے مجھے چند درم دیے کہ یہ حضرت خواجہ کے حضور پہنچا دینا، میں نے ہر چند پوچھا کہ یہ کس لیے بھیج رہی ہو، اس نے کوئی بات نہ بتائی۔ جب میں بخارا پہنچا اور آپ کی بارگاہ سے مشرف ہوا تو وہ درہم آپ کے حضور ظاہر کر دیے۔ آپ مسکرائے اور فرمایا" ان چند درموں سے فرزند کی خوشبو آ رہی ہے امید ہے، حق سبحانہ وتعالیٰ تجھے ایک بیٹا عطا فرمائے گا" اسکے بعد آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بیٹا عطا فرمایا۔ جس وقت وہ ناقل یہ قصہ اس ضعیف (مصنف کتاب) کو سنا رہا تھا، اس کا وہ بیٹا، اس مجلس میں حاضر تھا۔ انیس الطالبین سے دوسرا نکتہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ حضرت مولف علیہ الرحمہ نے ایک بار سمرقند سے بخارا کی طرف بھی سفر کیا ہے۔ ان بیان کردہ مطالب کے علاوہ حضرت مولف کے بارے میں کوئی اور اطلاع دستیاب نہیں ہو سکی۔

<u>انیس الطالبین وعدۃ السالکین</u>: یہ کتاب مستطاب حضرت خواجہ خواجگان شیخ

بہاء الدین نقشبند بخاری قدس سرہ الباری کے مناقب میں تحریر کی گئی ہے۔ یہ کتاب طریقت نقشبندیہ کے اصول اور اس کے موسس کریم کے احوال پر آج تک لکھی جانے والی تمام کتابوں میں بہترین اور کہن ترین کتاب ہے۔ کتاب رشحات عین الحیات کو محققین کرام نے اس طریقت کا بنیادی ماخذ قرار دیا ہے، جو کہ پہلی بار ۱۳۰۸ ہجری کو لکھنو میں پتھر پر کندہ کی گئی اور ساتویں بار ۱۹۱۲ میلادی کو کانپور میں طبع ہوئی۔ رشحامت کی تالیف کا اتفاق ۹۰۹ ہجری کو ہوا، اب سطحی سا غور کیا جائے تو بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ رشحات کے اکثر محتویات انیس الطالبین سے ماخوذ ہیں، اسی طرح حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے کلمات پر مشتمل رسالہ قدسیہ حضرت خواجہ محمد پارسا بخاری علیہ الرحمہ نے تالیف فرمایا، نیز طریقت نقشبندیہ کے مربوط مباحث پر مبنی کتاب ''نفحات الانس من حضرات القدس'' حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ السامی نے تالیف فرمائی، (تو یہ کتابیں) بھی انیس الطالبین کے محتویات کا انتخاب ہیں یا جملہ بہ جملہ ان کی نقل ہیں۔

کتاب انیس الطالبین چار قسموں پر مرتب کی گئی ہے۔

قسم اول: ..... ولی اور ولایت کی تعریف۔ یہ قسم کتاب مطبوعہ استنبول صفحہ ۹ تا صفحہ ۱۸ جاری ہے۔ حضرت مولف نے آیات واحادیث سے استفادہ کرتے ہوئے ولی اور ولایت اور کرامت کے بارے میں خوب لکھا ہے، اشعار بھی رقم کئے ہیں، نیز کتاب نوادر الاصول سے بہت استفادہ کیا ہے۔

قسم دوم: ..... حضرت خواجہ کے ابتدائی احوال اور سلسلہ خواجگان کے بیان پر مشتمل ہے۔ یہ قسم ۱۸ تا صفحہ ۶۰ لکھی گئی ہے۔ حضرت مولف نے اس قسم میں مشائخ طریقت کا شجرہ بھی شمار کیا ہے۔

قسم سوم: ..... حضرت خواجہ بہاء الدین قدس سرہٗ کے احوال، اقوال اور اخلاق پر مشتمل ہے۔ یہ قسم تالیف کتاب کی بنیاد قرار دی جاسکتی ہے، یہ صفحہ ۶۰ تا ۲۱۱ تحریر کی گئی ہے۔ اس قسم میں طریقت کے متعلق حضرت خواجہ کے عقائد موجود ہیں، اس میں آیات

واحادیث اور اشعار سے بھی استفادہ کیا گیا ہے، حضرت خواجہ کے بیشتر کلمات، عنوان ''وی فرمودند'' کے تحت اسی قسم میں بیان کیے گئے ہیں۔

قسم چہارم: ـــ، میں حضرت خواجہ کی ولایت کے طلاطم خیز سمندروں سے ظاہر ہونے والی کرامات، ظہورات اور احوال و آثار کا ذکر پایا جاتا ہے۔ یہ قسم صفحہ ۱۲۱ تا آخر کتاب منقول ہے۔ یہ قسم، حضرت خواجہ کی عظیم کرامات پر مشتمل ہے، اور صلاح بن مبارک کی کتاب کو مفصل ترین بنادیتی ہے۔

انیس الطالبین کا ترکی ترجمہ: کتاب انیس الطالبین کا ایک ترجمہ حضرت شیخ سلیمان افندی نے ترکی زبان میں کیا، حضرت سلیمان افندی ۱۲ ہجری کے ایک واقعہ نویس تھے، آپ شاعر بھی تھے، ان کا ایک شعری دیوان بھی پایا جاتا ہے، آپ ۱۱۶۸ ہجری کو وصال فرماگئے اور اپنی وصیت کے مطابق شیخ مرادزادہ نقشبندی علیہ الرحمہ کے مزار اقدس کے جوار میں مدفون ہوئے

حضرت سلیمان افندی کے ترجمے کے چار نسخے استنبول کے کتاب خانوں میں موجود ہیں، ان کی ان معلومات کو تحریر کرنا فائدہ سے خالی نہیں۔

۱......ایک نسخہ پرتو پاشا کے کتاب خانے میں بہ شمارہ ۲۶۲ موجود ہے، یہ سال ۱۲۳۹ھ /۱۸۳۳ء کو تحریر ہوا۔

۲......دوسرا نسخہ پرتو پاشا کے کتاب خانے میں بہ شمارہ ۲۶۴ موجود ہے، اس نسخہ پر تاریخ کتابت اور نام کاتب درج نہیں ہے۔

۳......ایک نسخہ دوگولو بابا کے کتابخانے میں (جس کا مستقر اب کتابخانہ سلیمانیہ استنبول میں ہے) بشمارہ ۲۳۰ موجود ہے۔

۴......ایک نسخہ کتاب خانہ طاہر آغا میں بشمارہ ۴۵۷ موجود ہے۔ یہ نسخہ ۱۱۶۸ھ/۱۷۵۴ء کو تحریر ہوا جو کہ حضرت مترجم کا سال وفات بھی ہے۔

انیس الطالبین کا اردو ترجمہ: راقم الحروف نے چند سال قبل ترکی میں

رہائش پذیر عالم اسلام کے بلند پایہ محقق اور ناشر حضرت علامہ شیخ ایشیق حلمی کے ساتھ رابطہ کیا اور ان کے ادارہ ''حقیقت کتابوی'' کی مطبوعات طلب کیں تو حضرت شیخ نے کمال لطف فرماتے ہوئے بہت سی کتابوں کا ایک بنڈل ارسال فرما دیا، ان کتابوں میں زیر نگاہ کتاب ''انیس الطالبین'' بھی موجود تھی۔

یہ کتاب ۱۹۹۴ کو شائع کی گئی۔ راقم نے اسے جملہ بہ جملہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا تو دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ اس کا اردو میں ترجمہ کر دیا جائے تا کہ یہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے طالبین کیلئے سرمایہ حیات ثابت ہو جائے۔ جب راقم نے راہنمائی حاصل کرنے کیلئے نقشبندی علماء کرام سے رابطہ کیا تو حضرت مولانا محمد اکرم مجددی سیالکوٹی نے بتایا کہ اس کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔ اور ہماری لائبریری میں موجود ہے، لیکن اس کا بیان اور انداز بہت پرانا ہے۔ راقم نے ان سے مترجم انیس الطالبین حاصل کر لی جواب پھر شاید ملفوظات نقشبندیہ کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

راقم نے اس ترجمے کو ترکی کی مطبوعہ انیس الطالبین سے ملایا تو کافی مقامات پر فرق دکھائی دیا۔ اب ظاہر ہے کہ فاضل مترجم کے سامنے اس کتاب کا کوئی اور نسخہ ہوگا، راقم کے سامنے ترکی کی مطبوعہ انیس الطالبین ہے، جس کو حضرت شیخ ایشیق حلمی کی زیر نگرانی نہایت تحقیق و جستجو کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے، اور اس کے متن کی صحت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ ہمارے بعض مترجمین با محاورہ ترجمہ کرتے ہوئے اصل متن سے دور نکل جاتے ہیں، راقم نے مقدور بھر کوشش کی ہے کہ اصل متن کے ساتھ ساتھ ترجمے کا سفر طے کیا جائے۔ ایک قدم بھی اس کے آگے نکلنے کی جسارت نہ کی جائے، ترجمے میں گاہے گاہے فارسی الفاظ بھی درج کئے گئے ہیں۔ آیات قرآنی اور احادیث نبوی کو اصل متن کے ساتھ لکھ کر انکا ترجمہ انیس الطالبین کے فارسی ترجمے کی روشنی میں کیا گیا ہے، کتاب میں درج ہر واقعہ کا ایک جاذب نظر عنوان لکھا گیا ہے تا کہ قارئین کو واقعہ پڑھنے سے پہلے تھوڑی بہت واقفیت حاصل ہو جائے، نیز بعد میں واقعہ تلاش کرنے کی سہولت میسر آ جائے۔

چند واقعات سے از حد متاثر ہو کر موزوں ہونے والے اردو مناقب بھی ساتھ ہی درج کر دیئے گئے ہیں، ترجمے کی زبان و بیان کو جامع اور فارسی ادب کے مطابق رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ کتاب تو ۲۰۵ صفحات پر مشتمل ہے لیکن راقم اپنی عدیم الفرصتی کی وجہ سے اس کا ترجمہ تقریباً دو سال میں مکمل کر سکا، ترجمے کے ۲۰۰ نسخوں کے آخر میں فارسی متن بھی شامل ہے۔ تاکہ فارسی جاننے والے حضرات اس کتاب سے بھرپور علمی و فکری استفادہ کر سکیں، اسطرح ان خصوصیات کے ساتھ یہ کتاب ایک بار پھر حضرات نقشبندیہ کا فیضان تقسیم کرنے کیلئے منظر عام پر آئی ہے۔ راقم اس کے ناشر قادری رضوی کتب خانہ کا تہِ دل سے ممنون ہے جس نے اس علمی ذخیرے کو عوام و خواص تک پہنچانے کا اہتمام کیا، مولا کریم کتب خانے کی سعی کو مشکور فرمائے۔ اور اس کتاب کو حضرت مولف، مترجم، ناشر اور ہر قاری کیلئے مغفرت و رحمت کا وسیلہ بنائے۔............... آمین

بحرمۃ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

....

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

......❀......

<u>حمد باری تعالیٰ:</u> اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بے انتہا حمد وثنا ہو جس کی بادشاہی پر جلال اور احسان نہایت وسیع ہے، اگلوں اور پچھلوں نے جو کچھ اس کی حمد وثنا میں کہا سب اس کی حمد کا آغاز ہے، اور آسمانی بزرگوں کی تمام تر بزرگیاں اس کی بزرگی کی ابتداء ہے، بساط قبول کی دولت اسی کی عنایت سے حاصل ہوتی ہے اور عظیم عارفوں کی معرفت بھی اسکے عرفان سے عاجز ہے۔ ''سُبحَانَ مَنْ لَمْ يَجْعَلْ لِلْخَلْقِ اِلٰى مَعْرِفَتِهٖ سَبِيلًا اِلَّا بِالْعِجزِ عَنْ مَعْرِفَتِهٖ'' پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی معرفت سے عجز کے علاوہ مخلوق کیلئے اپنی معرفت کا کوئی راستہ نہیں بنایا۔

سبحان خالقی که صفاتش زکبریا
بر خاك عجز می فکند عقلِ انبیاء
گر صد ہزار سال همه خلقِ کائنات
فکرت کنند در صفت عزتِ خدا
آخر بعجز معترف آیند کان الله
دانسته شد که هیچ ندانسته ایم ما

پاک ہے وہ جس کی کبریائی صفات کے سامنے انبیاء کرام کی عقل بھی عاجز ہے اگر تمام کائنات کی مخلوق لاکھ سال بھی اس کی صفت عزت میں غور کرے تو آخر اعتراف کرنے پہ مجبور ہوگی کہ اس کے بارے میں وہ یہی جانتی ہے کہ کچھ نہیں جانتی۔

نعت محبوب خدا: اور پاکیزہ درود ہوں حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات مقدسہ پر جو اللہ کے رسول ہیں، تمام کائنات میں بہترین ہیں اور تمام موجودات میں بزرگ ہیں۔

خواجه لولاك و سلطانِ رُسل
مقتداو رهنمائے جُز و کُل

جو بزم لولاک کے سردار اور تمام رسل کے سلطان ہیں، ہر جزو اور کل کے مقتدا اور رہنما ہیں، اور اُن کی آلِ مبارک اور اصحابِ عظام پر جو ہدایت کے نجوم اور دشمنوں کیلئے رجوم ہیں۔

آل وصحب او نجومِ راہِ حق
برده در صدق و صفا ہر یك سبق

یعنی ان کے آل واصحاب راہ حق کے ستارے ہیں اور صدق وصفا میں ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔ آل واصحاب کی پیروی کرنے والوں پر اور پھر ان کی پیروی کرنے والوں پر قیامت تک درود ہو،

حقیقتِ احوال: اس کے بعد تمام اہل نظر پہ ظاہر ہے کہ مقام نبوت کے بعد مخصوص مقام ولایت، تمام مقامات سے زیادہ شرف والا مقام ہے۔ اگرچہ "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ" (سورہ الذاریات ۵۶) میں نے جنوں اور انسانوں کو عبادت کیلئے پیدا کیا ہے، کے قرآنی اشارہ سے مطلق ولایت کی نفاست اور کمال ثابت ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر خاص وعام کو مرتبہ تکلف میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کا جوہر حاصل ہے۔ حدیث قدسی ہے "كُنْتُ كَنْزاً مَخْفِياً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لا عرف"، میں چھپا ہوا خزانہ تھا مجھے محبت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں پھر میں نے مخلوق کو پیدا کیا تو یہ انہیں شواہد کا دعویٰ اور انہی دلائل کا معنیٰ

ہے۔لیکن صنعت اور تقدیر کے کارخانے میں معرفت کا لباس ہر شخص کو اس کے مقام کے مطابق میسر ہے، جیسا کہ حکم باری ہے"وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ" (سورۃ النحل ۷۱) یعنی اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی، یہ حقیقت" اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ" (یعنی لوگ سونے چاندی کے خزانوں کی طرح خزانے ہیں) کی صورت میں ظہور پذیر ہے اسی لئے اس جگہ بعض کے لئے صحیح اعتقاد کافی ہے اور بعض کیلئے صحیح اعتقاد کے ساتھ نور یقین کا ہونا ضروری ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے"نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ" (سورۃ النور ۳۵) نور کے اوپر نور ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے نور سے جسے چاہتا ہدایت دیتا ہے۔" ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ" (سورۃ الجمعہ ۴) یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔حضور پیغمبر اسلام ﷺ نے ان مقامات کو حاصل کرنے کا طریقہ ظاہر فرما دیا، چنانچہ حضرت ابوحجیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا" سَائِلِ الْعُلَمَاءَ وَ خَالِطِ الْحُكَمَاءَ وَ جَالِسِ الْكُبَرَاءَ" علما سے سوال کر، حکما سے دوستی رکھ اور بزرگوں کا ہمنشین بن، حضرت خواجہ محمد علی حکیم ترمذی قدس اللہ روحہ نے اپنی کتاب نوادر الاصول میں اس حدیث کی شرح میں بیان فرمایا ہے"رِجَالُ اللّٰهِ وَ خَوَاصُّهٗ فِي الْاَرْضِ ثَلٰثُ طَبَقَاتٍ وَ كُلُّ طَبَقَةٍ اِنَّمَا تَعْرِفُ بِمَا عِنْدَهَا وَهُمْ رِجَالٌ مَا عِنْدَهُمْ فَرِجَالٌ هُمْ عُلَمَاءُ بِاُمُوْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ فَعَلَيْهِمْ سِمَاتُ الْعِلْمِ وَ بِالْعِلْمِ يَعْرِفُوْنَ وَرِجَالٌ هُمْ عُلَمَاءُ بِتَدْبِيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَعَلَيْهِمْ سِمَاتُ الْحِكْمَةِ فَبِالْحِكْمَةِ يَعْرِفُوْنَ رِجَالٌ هُمْ عُلَمَاءُ بِاللّٰهِ تَعَالٰى فَعَلَيْهِمْ سِمَاتُ نُوْرِهٖ وَ هَيْبَتِهٖ فَبِاللّٰهِ يَعْرِفُوْنَ فَهُمْ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَهُوَ قَوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لِاَبِيْ جُحَيْفَةَ سَائِلِ الْعُلَمَاءَ" یعنی عقائد اور

شرائع کا بیان چاہتے ہو تو علماء شریعت سے پوچھو اور اگر تدبیر اور حکمت سے آشنائی چاہتے ہو تو حکماء سے رسم وراہ پیدا کرو اور اگر حقائق اور اسرار سے پردہ اٹھانا چاہتے ہو تو اولیاء کرام کی صحبت اختیار کرو کہ حقیقت میں ان کی زیارت دوا ہے، ان کی مجالست شفا ہے، نوادر الاصول میں اسی موقعہ پہ اسی موضوع میں تحریر ہے "قَالَ عِيسٰی صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَ سَلَامُهٗ عَلٰی نَبِيِّنَا وَ عَلَيْهِ الْعُلَمَاءُ ثَلَاثَةٌ عَالِمٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ لَيْسَ بِعَالِمٍ بِاللّٰهِ وَ عَالِمٌ بِاللّٰهِ لَيْسَ بِعَالِمٍ بِاَمْرِ اللّٰهِ وَ عَالِمٌ بِاللّٰهِ عَالِمٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ فَهٰذَا الثَّالِثُ مِنْ كُبَرَاءِ الدِّيْنِ لِاَبِیْ جَحِيْفَه جَالِسهُمْ فَاِنَّ رُؤْيَتَهُمْ دَوَاءٌ وَ مَجَالِسَهُمْ شِفَاءٌ" یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ علما کی تین قسمیں ہیں پہلے وہ جو عالم بامر اللہ ہوں مگر عالم باللہ نہ ہوں، دوسرے وہ جو عالم باللہ ہوں مگر عالم بامر اللہ نہ ہوں اور تیسرے جو عالم باللہ عالم بامر اللہ ہوں، یہ تیسرا گروہ دین کے عظیم افراد کا گروہ ہے۔ اور حقیقت میں یہی عالم باللہ ہے۔ حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ، نے اس کے بارے میں فرمایا کہ ان کی زیارت دواء اور مجالست شفاء ہے۔ اگرچہ اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ ہر ایک گروہ ایک خاص علم کا امین ہے، اور ہر ایک سے استفادہ ایک خاص طریقے سے ضروری ہے۔ چنانچہ اس حدیث کے اجمال حسن سے یہ جامع حدیث پردہ اٹھاتی ہے "طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ" علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ کا بعض کلام ان کے بعض کلام کی تشریح کرتا ہے۔

شرح نطق او از وہرس اے سلیم
حکمت لقماں ز لقمان اے حکیم

اہل تصوف کے اجماع کو اولیاء کرام کے احوال و آثار کے ظہور میں کوئی

ارادہ نہیں، وصول کے اسباب میں مشائخ طریقت کی صحبت جو سعادت کا ذخیرہ ہے،
ہدایت کی طرف لاتی ہے، اس میں کسی چاہنے والے کا اپنا کوئی مقصد اور اختیار نہیں۔
چنانچہ ہدایت کی یہ کشش اور عنایت کی یہ کسک ایک حسین خواب کے حکم کے ذریعہ اس
بندۂ ضعیف صلاح بن مبارک بخاری کو ۷۸۵ھ میں اہل تصوف کی پناہ گاہ، ولیوں
کے پیشوا، جہانوں کے قطب حضرت خواجہ علاء الحق والدین ادام اللہ برکات روحہ جو کہ عطار
کے لقب سے مشہور ہیں، کے دربار میں لے گئی اور پھر ان کے وسیلہ گرامی سے سید
المرسلین کی سنتوں کو زندہ کرنے والے، جمیع صحابہ کرام کے آثار کے شارح کہ
کوئی کلام ان کے اوصاف کریمہ کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

گر بگویم شرح و صفش بر دوام

بگزرد عمر و نگر دد ایں تمام

قدوۃ العارفین قطب المکملین حضرت الشیخ بہاؤ الدین جو کہ شاہ نقشبند کے
لقب سے مشہور ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی فتوح سے دنیا کو فائدہ پہنچائے، کی جناب معلیٰ
کی حاضری سے مشرف ہوا آپ کا طریقہ، صحبت ہے، اس لئے میں آپ کے غلاموں
کا ہمنشین ہو گیا، مجالس محبت میں وہ اکثر آپ کی باتیں بیان کرتے تھے جو انوارِ
ولایت اور آثارِ کرامت کی وجہ سے ظاہر و باطن میں ظہور پذیر ہوئیں، ولی کی کرامت
اس کے نبی کا معجزہ ہے، کیونکہ کرامت نبی کی اطاعت کے سبب ولی کو نصیب ہوتی ہے
۔اس لئے مجھے بہت محبت ہوئی تو، میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ ولایت کی ان ظاہر
نشانیوں کو جمع کروں۔

گر مرا از حال مرداں نیست بہر

ذکر آں بہتر کہ اندر کام زہر

ایک دوست نے بتایا کہ مولانا حسام الدین خواجہ یوسف نور اللہ مرقدہٗ، جو

مولانا حافظ الدین کبیر بخاری علیہ الرحمہ کے فرزند نامی اور علمائے بخارا کے استاذ گرامی تھے اور حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کے صحبت یافتہ تھے نے ارادہ فرمایا کہ حضرت خواجہ کے مقامات وکرامات کو اکٹھا کروں، حضرت خواجہ نے فرمایا'' کہ ابھی اس کام کی اجازت نہیں ہے، ہمارے وصال کے بعد تمہیں مکمل اختیار ہے۔ یہ سن کر میں خاموش ہوگیا۔ سوموار شریف کی رات ماہ ربیع الاول کی تیسری تاریخ ۷۹۱ ہجری کو حضرت خواجہ نے ''یَاۤ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً'' اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف خوشی سے لوٹ آ، کے مطابق داعی اجل کو لبیک کہا اور'' اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ '' بے شک ہم اللہ کیلئے ہیں اور اسی کی طرف پلٹنے والے ہیں، کے راستے پر گامزن ہوئے، کچھ مدت گزر گئی، تو ارشاد پناہ خواجہ علاء الحق والدین نور اللہ مرقدہٗ وطیب مشہدہٗ جو حضرت خواجہ کے خلیفہ برحق اور نائب مطلق تھے، حضرت خواجہ اپنے زمان ظاہر میں بھی اپنے طالبوں کو ان کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیتے تھے، نے استخارہ فرما کر اس کار خیر کی اجازت دی، بعض کرامات کو انہوں نے خود دیکھا تھا مگر معروفیت کی وجہ سے مکمل نہ فرما سکے تھے، ان کو بھی مکمل کرنے کا مجھے حکم دیا، اللہ کے ولی کا حکم ماننا فرض عین ہے، اور سعادت دارین کا وسیلہ ہے، ہوسکتا ہے کہ ان کی توجہ باد نسیم سے کوئی روح اہل طلب کے دلوں سے واصل ہو جائے، اور آنکھوں سے حجاب بشریت اٹھ جائے، اور یہ کتاب ''انیس الطالبین وعدۃ السالکین'' حصول مطلوب کا ذریعہ بن جائے، اور دلوں کی قبولیت کا رابطہ ٹھہرے، کیونکہ یہ اشارہ ''بی ینطق'' کے صحیفہ سے عیاں ہے، اگر فیاض عنایت نے تائید کی تو حضرت خواجہ کی کرامات وظہورات ومقامات کی شرح کی جائے گی، اس ناتواں نے جو کچھ آپ کے ملازموں نزدیکیوں اور درویشوں سے اخذ کیا اسے قلمبند کرنے کی اجازت ہوئی، امید واثق ہے کہ وہ آثار اور احوال جو مطلع انوار خلافت حضرت خواجہ علاء الدین عطار زاد اللہ انوار روحہٖ المطیب سے ظاہر ہوئے اور حضرت خواجہ نے جیسے'' مَا صَبَّ

اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئاً اِلَّا وَقَدْ صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِہٖ "(اللہ نے جو میرے سینے میں رکھا میں نے اسے اس کے سینے میں رکھ دیا) کی برکات لطف ونظر سے انہیں سرشار فرمایا اس میں سے جو کچھ مجھے صحیح ملا اور جس کا میں نے خود مشاہدہ کیا وہ ان کے مقامات کے ذیل میں رقم ہوگا، حضرت خواجہ فرماتے ہیں

من چو پنہاں گر دم آنکہ بر زند انوار من

اہل جہاں پر روشن ہو جائے کہ یہ روشنی ان کی حقیقی محبت کے سبب ہے چونکہ اس کتاب میں انوار ولایت، آثار قربت اور نتائج صحبت وکرامت کا ذکر ہے اس لئے اسے ضروری خیال کیا گیا ہے کہ اس کے آغاز میں ولایت وکرامت کے متعلق کچھ بیان کیا جائے کہ وہ کیا ہے، ولی کون ہے، یاد رہے کہ ولی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ ہے، نیز اس گروہ کا ذکر بھی کیا جائے جو کرامت اولیاء کا منکر ہے اور ان کے احوال کو نہیں مانتا اور ان پر زبان طعن دراز کرتا ہے۔

یہ ان کیلئے ہے جن کا "لباس سعادت" اور "زیبائش محبت" اولیاء کے فضائل (کا حصول) اور ان اہل دولت کا شرف قبول ہے اور ان کیلئے جن کا نقصان اولیاء کی عداوت کی زنجیروں اور طوقوں میں گرفتاری کے سبب ہے تاکہ جسے توفیق ہو وہ اس کتاب کو "یمن وہدایت" کے حصول کیلئے پڑھے اور اولیاء کی تعظیم ونیاز کا حق ادا کرے۔ اور ان کے فضائل وخصائل کو وقوف وادب کی نگاہ سے دیکھے۔

اقسام کتاب

زیر نظر کتاب کو چار قسموں میں ترتیب دیا گیا ہے۔

۱۔ ولی اور ولایت کی تعریف

۲۔ ہمارے خواجہ کے ابتدائی حالات اور سلسلہ خواجگان کا بیان

۳۔ ہمارے خواجہ کے احوال، اقوال اور اخلاق کا بیان، آپ کے سلوک اور طرز طریقہ کی شرح، اہل مجلس کو پیش آنے والی کیفیت معاملہ اور نتائج صحبت، اور ان حقائق و لطائف کا ذکر جو آپ کی مجالس صحبت میں آپ کی زبان مبارک پہ جاری ہوئے۔

۴۔ ہمارے خواجہ کی ولایت کے تلاطم خیز سمندروں سے ظاہر ہونے والی کرامات، ظہورات، احوال اور آثار کا ذکر۔

ولی اور ولایت کی تعریف

یاد رہے کہ ولایت سے مراد وہ نور ہے جو" وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (الزمر ٦٩)

یعنی زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہوئی" کے حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی "مشرق عنایت" سے بندے کے دل پر طلوع ہوتا ہے۔ اور اسے سینے کا انشراح اور دل کی وسعت نصیب ہوتی ہے۔ اور اسلام حقیقی، نور یقین کے لباس میں اپنا جمال دکھاتا ہے۔ "اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ" (الزمر ٢٢) یعنی جس کا سینہ اللہ نے اسلام کیلئے کھول دیا وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی قربت، محبت اور کرامت کے شرف سے خاص ہو جاتا ہے۔ اور جو کچھ اس سے کسی بھی مقام پر ظاہر ہوتا ہے اسی نور کا عکس جمیل اور اسی قربت، محبت اور کرامت کا اثر جلیل ہوتا ہے۔ اگر چہ زبان ظاہر میں اس کو کرامت کہتے ہیں۔ اولیاء کرام کی کئی علامات ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت ہے کہ پیغمبر برحق ﷺ سے سوال کیا گیا، "اولیاء اللہ کون ہیں" حضور پر نور ﷺ نے فرمایا "اَلَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰهُ" وہ لوگ جن کو دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ امام العارفین خواجہ محمد علی حکیم ترمذی قدس اللہ روحہ اپنی کتاب "نوادر الاصول" میں اس حدیث رسول کی شرح میں فرماتے ہیں۔

"ولی کا دل، جلال الٰہی کے انوار کا خزانہ ہے، اور خدا کی ہیبت اس کی قربت ہے۔ ولی کے چہرے کی تازگی اور روشنی اس کے باعث ہے۔ جب بندہ مومن کا دل اس نور کی پاکیزگی سے زندہ ہو جاتا ہے۔ تو اسکا عکس جمیل اس کی پیشانی پر چمکتا ہے اور اسکے چہرے پر دمکتا ہے پھر جو بھی اس کی طرف دیکھتا ہے اُسے خدا یاد آجاتا ہے" حضرت خواجہ عزیزان راتتی علیہ الرحمۃ والغفران فرمایا کرتے تھے

با ھر کہ نشستی ونشد جمع دلت
و ز صحبت اور نجہ شودِ آب وگلت
زنھار از آں قوم گریزان می با ش
وزنی نکند جان عزیزان بحلت

ولایت کی علامت کے بارے میں اشارہ فرماتے ہیں کہ بندہ حقیقت کی ''مجالست کبریٰ'' کی برکت سے پانی اور مٹی کی زحمت سے نکل کر جان ودل کی صحبت تک رسائی کرتا ہے اور اُسے قالب کے تفرقہ سے دل کی جمعیت میسر آتی ہے ۔ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

سہ نشا ں بود ولی را ز نخست آں بمعنی
کہ چو رو ی او بہ بینی دل تو بد و گرا ید
دوم آنکہ در مجالس چو سخن کند زمعنیٰ
ہمہ را ز ہستی خود بہ حدیث می ربا ید
سوم آں بود بمعنی ولی اخص عالم
کہ ز ھیچ عضو او را حرکاتِ بد نیا ید

اور حدیث قدسی میں ہے

"اذا وجدت قلب عبدی خالیا من الدنیا والآخرۃ ملاہ حبّی حتیٰ اذا ملا ئتہ قبضت علیہ فکان فی قبضی کنت سمعہ و بصرہ ویدہ ورجلہ و لسا نہٗ و فوادہ فبی یسمع و بی یبصر و بی یبطش و بی ینطق و بی یعقل "یعنی جب میں اپنے بندے کا دل دنیا اور آخرت (کی خواہش) سے خالی پاتا ہوں تو اسے اپنی محبت سے بھر دیتا ہوں۔ اور جب میں اس پر قبضہ کرتا ہوں تو میں اس کا کان، آنکھ، ہاتھ پاؤں، زبان اور دل بن جاتا ہوں، اور وہ مجھ سے ہی ،سنتا، دیکھتا، پکڑتا، چلتا، بولتا، اور غور کرتا ہے، اس حدیث میں ان علامات کی

طرف گہرا اشارہ ہے۔اس لئے کہ بندہ حق تعالٰی ہی سے بولتا، دیکھتا،اور سنتا ہے وغیرہ،یعنی اسکی تمام حرکات بہت ہی حسین اور مقبول ہوتی ہیں۔اور جو اس کو دیکھتا ہے یا اس کا کلام سنتا ہے وہ اس کے جمال پر شیفتہ اور کمال پر فریفتہ ہو جاتا ہے،

☆......کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ کی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا درما نظر مکن تا دل بہا د ندھی ،ہماری طرف نہ دیکھا کرو ورنہ دل دے بیٹھے گا۔

دیوا نہ شود کسے کہ بیندرخ ما

کم گر دیگرد ما چو دیوانہ نہ

اہل حق کا یہی مذہب ہے کہ کرامتِ ولی، اس کے رسول کا معجزہ ہے۔اور ولایت کا ثبوت،ظہورِ کرامت سے ہے۔جو افعال و اعمال میں استقامت اور سنت رسول کی متابعت سے ملتا ہے ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ کے انفاس شریفہ میں ہے کہ حیرت انگیز عادتوں اور کرامتوں پر ہی اعتماد نہیں ہونا چاہیے اصل بات، استقامت اور سنت کی متابعت ہے۔چنانچہ عقائد میں مسطور ہے۔

"کل ما ھو کرا مۃ للولی یکون معجزۃ للرسول فان بظھور ھا یعلم انہ' ولی و لن یکون ولیاً الا وان یکون محقا فی د یانتہ یعنی علی نھج الشر ع فی سیرتہ "یعنی ولی کی کرامت اس کے رسول کا معجزہ ہے کہ اس کے ظہور سے اس کا ولی ثابت ہوتا ہے۔اور وہ اس وقت تک ولی نہیں ہوتا جب تک اپنی دیانت میں حق پر نہ ہو،یعنی جب تک وہ اپنی سیرت میں شرعی راستے پر گامزن نہ ہو،"تعرف فی علم التصوف" میں لکھا ہے

"واجمعو علیٰ اثبات کرامات الاولیا ء وان کا نت تد خل فی المعجزات کا لمشئے علی الماء و کلام البھائم و طی الارض و ظھور الشئی فی غیر مو ضعہ و وقتہ" اہل سنت و جماعت کے فقہاء اور اہل

معرفت اس پر متفق ہیں کہ اولیاء کرام کی کرامات ثابت ہیں۔ ہر چند وہ معجزات کے باب میں داخل ہوں۔ جیسا کہ پانی پر چلنا حیوانوں سے باتیں کرنا، زمین کا طے کرنا ،اور چیز کو اس کے موقع محل کے علاوہ ظاہر کرنا وغیرہ تمام (امور) کراماتِ اولیا میں سے ہیں۔ اگر ہر ایک کا واقعہ اخبار و آثار سے بروایت صحیح اخذ ہوتا ہے، اور ''زبان تنزیل'' اس پر ناطق ہے۔ اور اس مقام پر مذکور ہے کہ کرامتِ ولی، حضور رسالتِ مآب ﷺ کے عہد ظاہری میں ان کی تصدیق کرتی تھی، اور عہد باطنی میں ان کی تصدیق کرتی ہے۔ لہذا جو کرامتِ اولیا کا منکر ہے وہ معجزاتِ رسول کا منکر ہے۔ اور اس کیلئے گمراہی کافی ہے منکرین کرامت کے حال پر کوئی تعجب نہیں، تعجب تو اُن اہل سنت و جماعت پر ہے جو اولیا کرام کی کرامات کا قطعی دلیلوں ساطع حجتوں سے اثبات کرتے ہیں اور ان سے خوارق عادات کو مشاہدہ کرنے کے باوجود ایسی باتیں کرتے ہیں جن میں ان کی توہین پائی جاتی ہے۔ خدا ہمیں اور تمہیں ایسے برے کلمات سے محفوظ رکھے، خدا کرے کہ کسی پاک اعتقاد مومن کو اولیا کرام کے بارے میں سوئے ظن لاحق نہ ہو۔ "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ" (الحجرات ۱۲) یعنی اے ایمان والو! ظن سے اکثر بچا کرو، بے شک بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔

اے اولیائے حق وراز حق جدا شمرده
گر ظن نیک داری با اولیا چه باشد

اور اگر اس قسم کے الفاظ ان کے حق میں بطریق جزم کہے تو بھی ان کے حال سے مکمل آشنائی سے پہلے نہ کہے کہ اللہ کریم نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو منع فرمایا "وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ" (اسریٰ ۳۶) "اَیْ لَا تَقُلْ مَا لَمْ تَعْلَمْ یَقِیْنًا وَ عِلْمًا" یعنی کوئی ایسی بات نہ کہیے جس کا آپ کو علم و یقین نہ ہو، (یہ حضور کے ذریعے تعلیم امت ہے) اور علماء کرام کا بھی ارشاد ہے ''جس چیز کے بارے میں یقین

نہ ہو' اس کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہیے، اس میں ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ بالخصوص کرامت کی نفی میں کچھ کہنا جو حقیقتاً پیغمبروں کے معجزے کی نفی ہے، اور پھر ولایت کی نشانیوں کے ظہور کے بعد (کچھ) کہنا تو طریقِ حسد اور کتمانِ حق کو پکڑنا ہے۔

"وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ" (البقرہ ۴۲) اور سچ جھوٹ میں نہ چھپاؤ تم سچ کو چھپاتے ہو اور تم جانتے ہو، "حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ" (البقرہ ۱۰۹) یہ ان کے نفسوں کی طرف سے حسد ہے جو ان کیلئے حق کے واضح ہونے کے بعد ہے۔ ظاہراً دیکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ ولی ماضی و مستقبل کی خبر دیتا ہے۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ جو اولیا کرام کی صحبت میں بیٹھتا ہے اور ان کی نظر قبول سے مشرف ہوتا ہے اس کی صفات بشری، صفات ملکی میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ "نوادر الاصول" میں لکھا ہے کہ علمائے باطن ہی حق و باطل میں امتیاز کر سکتے ہیں کہ نور یقین ان کے ہمراہ ہوتا ہے اور حق تعالیٰ نے ان کی عقلوں کو بڑھایا ہوتا ہے کہ جن احوال میں علمائے ظاہر عاجز و متحیر ہوتے ہیں ان پر وہ قادر ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے اہل ظاہر اس کا انکار کرتے ہیں کہ آدمی کیلئے نماز کے دوران وسوسہ بالکل ختم ہو جاتا ہے، یا وہ پانی پر چل سکتا ہے۔ یا زمین کو طے کر سکتا ہے۔ یا بے وقت و محل اس کو کھانا مل سکتا ہے۔ اگر یہ صورت حال نہ ہوتی تو اہل ظاہر وہی کہتے جو اولیائے امت کے ایک فرد حضرت مطرف بن عبداللہ علیہ الرحمہ نے اپنے ساتھی سے کہا "المكذب بنعم الله يكذب هذا" اللہ کی نعمتوں کی تکذیب کرنے والا ہی اس (کرامت) کی تکذیب کرتا ہے۔

منکر شوی بہ حالت زندہ دلاں
یا ہر چہ ترا نیست کسی را نبود

اہل اللہ پر اعتراض مبارک نہیں۔ جو کچھ بھی ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ حکمت پر مبنی ہوتا

ہے۔ان کو ''قدح وطعن'' کا مورد ٹھہرانا نہایت پر خطر ہے۔ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ فرماتے ہیں ''جو بے ادبی اس گروہ کی نسبت ہو جائے اس کی تدبیر ہو سکتی ہے مگر اعتراض کی کوئی تدبیر نہیں کہ وہ عذر کرنا جانتے ہیں۔اگر عذر خواہی ہو تو معاف کر دیتے ہیں۔لیکن اعتراض کرنے والا ان کی خیر و برکت سے بے بہرہ رہتا ہے۔''

اور یہ بھی فرمایا کہ ''باتمکین اولیا کرام کی بارگاہ میں اپنے احوال کی حفاظت بہت ہی مشکل ہے کہ ان کی ولایت کی سلطانی ان کے حال پر غالب ہوتی ہے۔کوئی بھی ان کی صفت وحال کو نہیں جان سکتا جب تک وہ خود راستہ نہ فراہم کریں۔اگر یہاں ان کی نسبت کسی کے دل یا ظاہر میں کوئی خیال بد گزرے تو ''خطر عظیم'' ہے۔اس کی مثال خاکستر میں پوشیدہ آگ سے دی جاسکتی ہے۔صلح مکہ کے بارے میں وارد آیت ''وَلَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَؤُهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ '' (الفتح ۲۵) اگر ایسے مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتی جن کو تم نہیں جانتے اور یہ خطرہ ہوتا کہ انجانے میں تم ان کو پامال کر دیتے،تو اس سے تم پر حرف آتا' اسی طرف اشارہ فرما رہی ہے۔

کتاب ''قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب'' میں مسطور ہے، جو شخص اہل یقین کے مقامات میں سے کسی مقام اور اہل عرفان کے طرق میں سے کسی طریقے کا منکر ہو اس کا بہترین حال ،یقین کا ضعف ہے،اور بدترین حال صفت ایمان کا کفر ہے۔اور کمترین سزا، وجد سے محرومی اور شہود کی گمشدگی ہے۔''فاتحۃ العلوم'' میں بعض عارفوں سے منقول ہے کہ ایسے شخص کو صدیقوں اور مقربوں کا علم نہیں مل سکتا اور اس کے حال آخر کی برائی سے میں لرزتا ہوں۔اور اس علم کے منکر کی ادنیٰ جزا یہ ہے کہ وہ کسی طرح بھی اس علم سے محظوظ نہیں ہوتے۔اور جس شخص کو اس علم سے تھوڑا سا حصہ نصیب ہو جاتا ہے تو اس کی علامت یہ ہے کہ اسے اس کی تصدیق کامل ہو جاتی ہے۔

فضائل اولیا: (یہ) حقیقت ہے کہ اولیا کرام کے بہت سے فضائل ہیں۔

امت کے صدیقوں کو انبیاء کی خلافت کا مرتبہ حاصل ہے۔ "یدعون ما یدعو الیہ النبی" وہ اسی طرف بلاتے ہیں جس طرف نبی بلاتا ہے۔ اور اس پر اہل تصوف کا اجماع ہے کہ اس علم کی بدولت مقام صدیقیت (مقام) نبوت کے نزدیک ترین ہے۔ سلطان العارفین حضرت بایزید قدس اللہ روحہ کا قول ہے کہ "صدیقوں کی انتہا نبیوں کے احوال کی ابتداء ہے"۔ اور انکے کلماتِ قدسیہ میں یہ بھی ہے کہ "عام مومنوں کے مقام کی انتہا، ولیوں کے مقام کی ابتداء، اور ولیوں کے مقام کی انتہا، شہیدوں کے مقام کی ابتداء، اور شہیدوں کے مقام کی انتہا، صدیقوں کے مقام کی ابتداء، اور صدیقوں کے مقام کی انتہا، نبیوں کے مقام کی ابتداء، اور نبیوں کے مقام کی انتہا، رسولوں کے مقام کی ابتداء، اور رسولوں کے مقام کی انتہا، اولوالعزموں کے مقام کی ابتداء ہے۔ اور اولوالعزموں کی انتہا، حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے مقام کی ابتداء ہے، اور حضور پرنور ﷺ کے مقام کی کوئی انتہا نہیں، حق تعالیٰ کے سوا کوئی ان کے مقام کی نہایت کو نہیں جانتا۔ ازل میں بھی ان کی ارواح کے مقام اور بروز میثاق بھی ان کے مراتب اس طرح تھے جیسے بیان کئے گئے نیز قیامت کے دن بھی ایسے ہی ہوں گے۔ اور محبت الٰہی میں بھی ان کے اسرار کے مراتب کا یہی حال ہے۔

کتاب "ختم الولایۃ" میں خواجہ محمد علی حکیم ترمذی قدس اللہ سرہٗ نے لکھا ہے کہ آیت "من رسولٍ ولا نبیٍ" (الحج ۵۲) میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہٗ ولا محدث بھی پڑھتے ہیں، یہ اس طرف اشارہ ہے کہ بعض اولیاء کرام ایسے بھی ہیں کہ طریق الہام سے ان کے دلوں پر سخن (عظیم) گزرتے ہیں۔

اور "نوادر الاصول" میں اولیا کرام کی اس صنف کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے۔

"ولما صفت عقول المحدثین و طہرت قلوبہم و تنزہت من الآفات والشہوات والعلائق کلموا علی القلوب فاذا کان الکلام علی الارواح فی المنام کان جزاء من ستۃ واربعین جزاء من النبوۃ فاذا

کان القلوب فی الیقظة کان کثیراً فربما کان ثلث النبوة وربما کان نصفها وربما کان اکثر علیٰ قدر قرب القلوب من ربها فی تلک المجالس والخلواة"یعنی جب اللہ تعالیٰ ان اولیاء کی ارواح پر کسی رات خواب میں یہ سخن گزارتا ہے تو وہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوتا ہے۔اور جو بیداری کے عالم میں ان کے دلوں پر سخن گزرتے ہیں ان کا حصہ ان مجلسوں اور خلوتوں میں اپنے رب کے قرب کے مطابق زیادہ ہوتا ہے۔اس کتاب میں یہ بھی رقم ہے " ان لا هل الیقین حظا من النبوة الا یری الی قول رسول الله ﷺ ا لاقتصاد والهدی الصالح والسمت الحسن جزء من اربعة و عشرین جزاء من النبوه " یعنی دین میں میانہ روی اور اچھا راستہ اختیار کرنا اور تقویٰ کا لحاظ نبوت کا چوبیسواں حصہ ہے۔اولیاء کرام کی محبت کا ثمرہ "سعادت بے پایاں" ہے اور ان کی عداوت باعث نقصان ہے۔

گر تو ما را دوست داری بردوام
زود از دنیا بر آریمت تمام
ورتو ما را دشمنی نی دوست دار
زود از دینت بر آریم انیت کار

خدا تعالیٰ کی توفیق اور انعام مزید ظاہر ہوا تو فضائل ولایت میں کچھ اور مناقب اولیا کا ذکر کیا جائے گا انشاءاللہ تعالیٰ۔
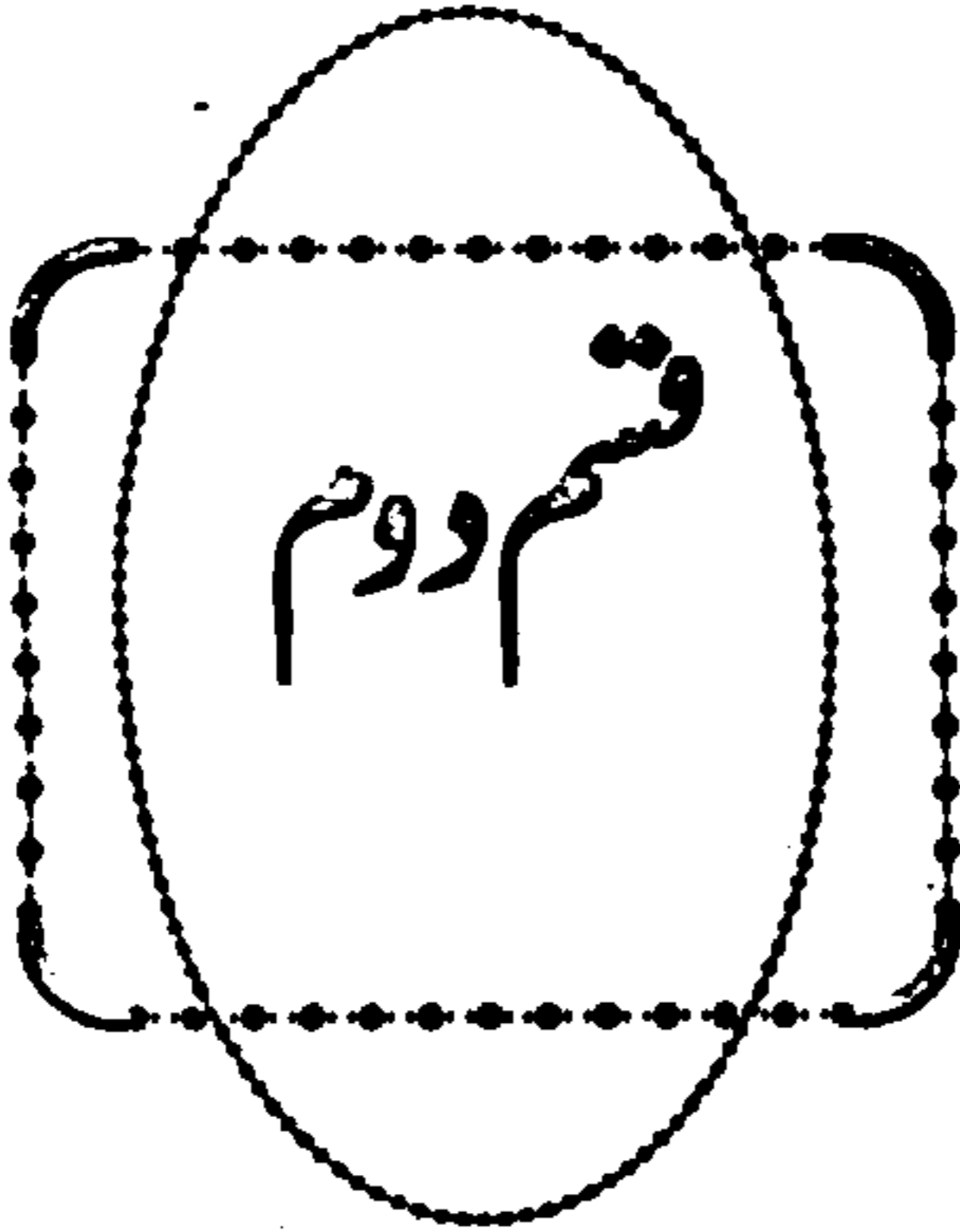
ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہٗ کے ابتدائی حالات اور سلسلہ
خواجگان روح اللہ ارواحہم کا بیان

عہدِ طفولیت: خواجہ علاء الحق والدین نور اللہ مرقدہٗ نے ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ الشریف کے الفاظ مبارک نقل فرمائے کہ وہ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ کی عنایات سے مجھے یہ عنایت بھی نصیب ہوئی کہ میں عہد طفولیت میں حضرت شیخ محمد بابا سماسی قدس سرہٗ کی نظر مبارک سے مشرف ہوا۔ آپ نے مجھے اپنی فرزندی میں قبول فرمایا''

............❁............

ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کے جدامجد فرماتے ہیں کہ میرے فرزند بہاؤالدین کی ولادت باسعادت کے تین روز بعد حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہٗ اپنے اصحاب باصفا کے ہمراہ قصر ہندواں میں تشریف لائے۔ مجھے آپ سے ارادت و محبت تھی۔ آپ کے بہت سے محبان کرام اس گاؤں میں رہتے تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میں اس فرزند کو اس صاحبِ دولت کے حضور پیش کروں۔ میں نے معاملہ (نذر) اس کے سینے پہ گزارا اور نہایت نیاز و تضرع کے ساتھ اسے آپ کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے فرمایا'' یہ ہمارا فرزند ہے۔ ہم نے اسے قبول کیا''۔ پھر حضرت سید امیر کلال اور اپنے دیگر اصحاب باصفا کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا'' اس گاؤں سے جتنی بار ہمارا گزر ہوا، میں نے تم سے یہی کہا تھا کہ اس خاک سے کسی مرد کی خوشبو آتی ہے''۔ اور اس بار تمہارے مکان کی طرف توجہ کی اور پاس پہنچے تو کہا'' اب وہ خوشبو زیادہ ہوگئی ہے۔ شاید وہ مرد پیدا ہو چکا ہے کہ خوشبو زیادہ ہوگئی ہے، سو یہ فرزند وہی مرد ہے۔ امید ہے کہ یہ فرزند زمانے کا امام ہوگا''۔

............❁............

خواجہ علاء الحق والدین طیب اللہ مشہدہٗ نقل کرتے ہیں کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہٗ کے ایام دولت میں حضرت محمد سماسی نور اللہ مرقدہٗ کے بعض اصحاب قصر ہندواں

میں قیام فرماتے اور کہتے تھے کہ حضرت خواجہ بہاؤ الحق والدین قدس اللہ سرہٗ کی ولادت باسعادت سے پہلے حضرت خواجہ محمد بابا سماسی نور اللہ مرقدہٗ قصر ہندواں میں اکثر تشریف لاتے اور اپنی مجالس صحبت میں فرماتے، عنقریب یہ قصر ہندواں، قصر عارفاں ہو جائے گا۔ الحمد للہ حضرت خواجہ محمد بابا سماسی نور اللہ مرقدہٗ کا وہ فرمان مبارک اس وقت پورا ہوا۔

ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہٗ کی والدہ ماجدہ ارشاد فرماتی ہیں کہ میرے فرزند بہاؤ الدین کی عمر چار سال ایک ماہ تھی، ان دنوں ہمارے پاس ایک فراخ سینگوں والی گائے تھی۔ گائے حاملہ تھی۔ ایک روز میرا فرزند اس کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ ہماری گائے سفید پیشانی والا بچھڑا پیدا کرے گی۔ حق تعالیٰ کی قدرت کہ چند ماہ بعد گائے نے ویسے ہی بچھڑے کو پیدا کیا۔ جس نے بھی اس دن میرے فرزند سے یہ کلام سنا حیرت کا اظہار کرتا تھا، اور حضرت خواجہ محمد بابا سماسی نور اللہ مرقدہٗ کا فرمان مبارک ہمارے حق میں درست ثابت ہوا۔

عالم شباب: حضرت خواجہ علاء الحق والدین قدس اللہ روحہ سے منقول ہے کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ نے فرمایا کہ جب میں کم و بیش اٹھارہ سال کا ہوا تو میرے والد گرامی علیہ الرحمہ نے کوشش فرمائی کہ میں جلدی متاہل ہو جاؤں اور مجھے خواجہ محمد بابا سماسی قدس اللہ سرہٗ کی بارگاہ میں سماس بھیج دیا۔ میں اس قصبہ شریفہ میں پہنچا اور حضرت خواجہ سماسی کے دیدار سے مشرف ہوا۔ اس شام میں ان کی صحبت مبارکہ میں رہا۔ اور ان کی صحبت کی برکت سے رات بھر مجھ میں مسکینی اور انکساری کا بہت زیادہ اثر رہا۔ آخر شب اٹھ کر وضو کیا اور ان کی جماعت کی مسجد مبارکہ میں دو رکعت نماز ادا کی۔ بعد ازاں سر سجدے میں رکھا اور بہت عاجزی سے دعا کی، میری زبان سے یہ الفاظ نکلے

''الٰہی! مجھے بار مصیبت اٹھانے کی قوت، تحمل محنت اور اپنی محبت عطا فرما۔''

کہتے ہیں کہ محبت و محنت نے جواب دیا۔ صبح کے وقت میں حضرت خواجہ سماسی نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے توجہ فرمائی اور فراست و بصیرت سے جان گئے۔ اور فرمایا ''بیٹا! دعا اس طرح کرنی چاہیے ''الٰہی! اس بندۂ ضعیف کو اپنے فضل و کرم سے اپنی رضا پر رکھ' اور خدا تعالیٰ کی یہی رضا ہے کہ بندہ پر کوئی مصیبت نہ آئے۔ اگر وہ اپنی حکمت سے کسی دوست پر مصیبت نازل فرماتا ہے تو اپنی عنایت سے اسے برداشت کرنے کی توفیق بھی دیتا ہے، اور اس کی حکمت اس پر ظاہر بھی فرماتا ہے بہ اختیار مصیبت کو طلب کرنا مشکل ہے، یہ گستاخی نہیں کرنی چاہیے۔''

اس کے بعد دستر خوان بچھایا گیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو حضرت خواجہ محمد بابا سماسی نور اللہ مرقدہٗ نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی، میرے دل نے اسے قبول کرنے سے انکار کیا۔ فرمایا، قبول کرلے، کام آئے گی۔ میں نے روٹی لے لی، اور آپ کے ہمرکاب قصر عارفاں کی طرف روانہ ہوا۔ میں راستے میں آپ کے گھوڑے کے پیچھے پیچھے نہایت نیاز سے چل رہا تھا۔ کچھ بار میرے دل میں وہی خیال آیا۔ جب بھی خیال آتا آپ میری طرف التفات فرماتے اور فرماتے کہ ''دل پر نظر رکھنی چاہیے۔'' ان احوال کے مشاہدے سے آپ کی نسبت میرے یقین و محبت میں اضافہ ہوا۔ راستے میں ایک گاؤں سے گزر ہوا۔ وہاں آپ کے عشاق کرام میں سے ایک شخص رہتا تھا، وہ نیاز مند بڑی بشاشت، عاجزی اور مسکنت سے پیش آیا۔ جب آپ اس کے پاس اتر گئے تو وہ مضطرب ہوگیا۔ آپ نے فرمایا، حقیقت حال کیا ہے۔ درست بتا۔ اس نیاز مند نے کہا، حضور، گھر میں دودھ تو ہے، روٹی نہیں۔ آپ نے میری طرف توجہ فرمائی اور فرمایا وہ روٹی نکالو، آخر کام آگئی۔ یہ ان احوال میں پہلا حال تھا جو میں نے حضرت خواجہ کے ساتھ آنے جانے میں معلوم کیا۔

امیر کلال کے حضور: حضرت خواجہ علاء الحق والدین عطر اللہ تربتہٗ سے منقول

ہے کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ نے فرمایا جب محمد بابا سماسی نوراللہ مرقدہ وصال فرما گئے تو میرے جد کریم مجھے سمرقند لے گئے۔ وہاں ایک صاحب دل درویش رہتے تھے۔ مجھے ان کے پاس پہنچایا اور نہایت عجز و نیاز سے پیش آئے۔ ہر ایک نے مجھ پر نظر کرم فرمائی۔ اس کے بعد مجھے بخارا لے آئے۔ وہاں میری شادی کی رسم پوری ہوئی۔ اور میں قصر عارفاں میں رہنے لگا۔ اسی دوران اللہ کے فضل سے مجھے عزیزان حق کی کلاہ نصیب ہوئی اور میرا حال بدل گیا، میری امید قوی ہوگئی۔ پھر حضرت سید امیر کلال قدس سرہٗ تشریف لائے اور فرمایا کہ حضرت خواجہ محمد بابا سماسی نوراللہ مرقدہٗ نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ میرے فرزند بہاؤالدین کے حق میں تربیت و شفقت سے دریغ نہ کرنا، اگر تو نے کوئی کسر چھوڑی تو میں معاف نہ کروں گا۔ امیر سید نے فرمایا اگر خواجہ سماسی کی وصیت میں کوئی کسر چھوڑوں تو میں مرد نہیں۔

ایک خواب اور تعبیر: ہمارے خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ان ایام میں میں نے ایک خواب دیکھا کہ عظیم ترکی شیخ حضرت حکیم اتا ترک قدس سرہٗ مجھے ایک درویش کے سپرد کر رہے ہیں۔ جب میں بیدار ہوا تو اس درویش کی صورت میرے دل میں تھی۔ میں نے اس خواب کا ذکر اپنی جدہ صالحہ سے کیا۔ انہوں نے فرمایا "بیٹا! تجھے مشائخ ترک سے بھی کچھ حصہ ملے گا" میں ہمیشہ اس درویش کی تلاش میں رہا، ایک دن وہ درویش مجھے بخارا کے بازار میں مل گئے، میں نے انہیں پہچان لیا۔ ان کا نام خلیل تھا۔ اس حال میں تو میں ان کی صحبت سے مستفیض نہ ہوا۔ شام کو ایک قاصد نے پیغام دیا کہ تجھے وہ درویش خلیل بلاتے ہیں۔ میں نے جلدی کی اور شوق نیاز سے ان کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ جب آپ کی صحبت سے مشرف ہوا تو دل میں خیال آیا کہ وہ خواب ان کو سناؤں۔ وہ ترکی زبان میں بولے جو کچھ تیرے دل میں ہے وہ ہم پر عیاں ہے، بیان کی ضرورت نہیں، میری حالت بدل گئی اور ان کی طرف رغبت مزید

بڑھ گئی۔ان کی صحبت میں، میں نے عجیب وغریب احوال مشاہدہ کئے۔ یہ اتفاق تھا کہ کچھ عرصے کے بعد ان کو ماوراالنہر کی بادشاہت مل گئی اور ان کو سلطان خلیل کہا جانے لگا۔ان کی بادشاہی کے زمانے میں بھی کسی واسطے سے میری ان سے ملاقات ہوئی، ان کی خدمت وملازمت قابل دید تھی۔ان کی بادشاہی کے دوران بھی ان کے عظیم احوال مطالعہ میں آئے اور ان سے میل جول اور زیادہ ہوا۔وہ مجھے بڑی شفقت سے ملتے کبھی نرمی اور کبھی سختی سے مجھے آداب خدمت سکھاتے۔اور اس وجہ سے مجھے بہت فائدے ہوئے۔اور ان کے بتانے سے جو میں نے سیر وسلوک کے آداب سیکھے وہ بعد میں بہت کام آئے۔ میں ان کی بادشاہی کے زمانے میں ان کے پاس چھ سال رہا۔ دن کے وقت رعایت سے ان کے آداب حرمت بجالاتا اور خلوت میں ان کی صحبت خاص کا محرم ہوتا۔وہ اکثر اپنے خواص بارگاہ کے سامنے فرمایا کرتے جو حق تعالیٰ کی رضا کیلئے میری خدمت کرتا ہے۔وہ مخلوق میں بزرگ ہوگا۔اور مجھے معلوم تھا کہ ان کے اس فرمان کا مقصود کون ہے اور کیا ہے۔گویا انہوں نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ بادشاہوں کی ظاہری عظمت کی وجہ سے ان کے اعزاز واجلال کو تسلیم نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کی وجہ سے تسلیم کرنا چاہیے کہ تمام ملکوں کے مالک حق تعالیٰ جل ملکہ، نے ان کو اپنے جلال و بزرگی کا مظہر بنایا ہے، جب مدت مملکت کے بعد ان کو کمال سے زوال حاصل ہوا تو ملک وخدم وحشم بکھر کر رہ گئے، اسے دیکھ کر دنیا اور دنیا کا کام میرے دل میں سرد ہو گیا، میں بخارا

آ گیا اور بخارا کے انواح میں ایک دیہات ریوتون میں رہائش اختیار کر لی'' یہ واقعہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے درویشوں سے میں نے مختلف روایات سے سنا۔

✿

توبہ کا آغاز: حضرت خواجہ علاالحق والدین عطر اللہ تربتہ، نے ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہٗ کے الفاظ مبارک نقل فرمائے، کہ انہوں نے فرمایا کہ میری آگاہی، انتباہ اور توبہ کا

آغاز سفر اس طرح ہوا کہ میں خلوت میں ایک شخص سے بہت التفات کا اظہار کر رہا تھا کہ اچانک میرے کانوں میں آواز آئی، ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ تو سب سے باز آکر ہماری بارگاہ کی طرف رجوع کرے گا۔

عمر لیست که تا از آن خویشی
هین وقت آمد از آن ما باش

اس آواز سے میرا حال تبدیل ہوگیا۔ میں بے قرار ہو کر گھر سے باہر آیا، بھادوں کا موسم تھا۔ دیہات کے قریب ایک ندی تھی۔ میں نے پانی لیا، غسل کیا۔ اور لباس دھویا، اور حالت شکستگی میں دو رکعت نماز پڑھی، کئی سال گزر گئے، میری یہی آرزو رہی کہ (کاش) ویسی نماز پھر ادا کرسکوں۔

یہ انداز محبوبی: ہمارے خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جذب کی ابتداء میں مجھے کہا گیا کہ اس راستے پہ تو کیسے آتا ہے۔ میں نے کہا اس طرح کہ جو میں کہوں اور چاہوں ویسا ہی ہو۔ مجھے کہا گیا جو ہم کہتے ہیں اس پر عمل کرنا چاہیے، میں نے کہا اس کی مجھے طاقت نہیں، اگر جو میں کہوں وہ ہو جائے تو میں اس راستے پر قدم رکھ سکتا ہوں۔ اگر ایسا نہیں تو میں یہ نہیں کرسکتا۔ دو مرتبہ مجھ سے یہ سوال وجواب ہوئے پھر مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ پندرہ روز میرے احوال خراب رہے۔ میں تمام خشک ہوگیا۔

گر کششیت نا گہاں تا نبری به خود گماں
بیك قبول ماست آں کار سوئے ما ت میکشد

اس ناامیدی کے بعد کہا گیا کہ ہر چه می خواہی ہم چناں باش گو، جو کچھ تو چاہتا ہے۔ ویسا ہی ہو جا۔

آں را که در پذیرد معبود لا لعله
اوراچه حاجت آید رنج چہار چله

۞

ایک درد اُٹھا: خواجہ علاء الحق والدین طلب اثرہ نقل فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جب مجھے توبہ کی توفیق ملی، میں ''ریوتون'' میں قیام پذیر تھا۔ اور مسجد میں نماز با جماعت ادا کرتا تھا۔ اتفاق سے ایک روز ایک نماز کی جماعت چھوٹ گئی۔ مسجد کے دانش مند متقی امام نے کہا کہ میں تو تجھے اس میدان کا صفدر سمجھتا تھا۔ تو، تو صف شکن ثابت ہوا۔ میں نے کہا، آپ نے تو ایسا ہی تصور کیا کہ میں اس میدان اطاعت کا صفدر ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ میرے دل کا چہرہ آلودہ ہے۔ اس بزرگ نے یہ شعر پڑھا۔

قلب روے اندود نستانند در بازار حشر
خالصی باید که ازا آتش بروں آید سلیم

اس عزیز کے اس کلام سے میرے اندر ایک درد اٹھا، جسکی آگ ہر لحظہ شعلہ زن رہتی اور بے قراری میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

مزارات کی حاضری: ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ نے فرمایا کہ میں جذبوں کے غلبات اور حالوں کی شروعات میں کئی راتوں کو بخارا کے نواح میں پھرتا رہتا اور ہر مزار پہ حاضری دیتا۔ ایک رات میں تین مزارات مبارکہ پہ حاضر ہوا، وہاں ایک چراغ جل رہا تھا، چراغ میں تیل اور بتی موجود تھی مگر بتی کو تھوڑی سی حرکت دینے کی ضرورت تھی کہ تیل سے باہر نکل کر خوب روشنی دے اور نہ بجھے۔ رات کے پہلے حصے میں، حضرت خواجہ محمد واسع علیہ الرحمہ کے مزار مبارک پہ حاضر ہوا۔ اشارہ ہوا کہ خواجہ احمد اجشغر نوی علیہ الرحمہ کے مزار مبارک پہ جاؤ۔ جب میں اس مزار مبارک پہ پہنچا تو دو آدمی آئے اور انہوں نے دو تلواریں باندھ کر مجھے گھوڑے پر بٹھا دیا۔ اور گھوڑے کی باگ مزداخن کے مزار کی طرف موڑ دی اور اسے روانہ کر دیا، رات کے آخری حصے میں وہاں پہنچا تو وہاں بھی بتی اور چراغدان کی وہی کیفیت تھی۔ میں قبلہ رو ہو کر بیٹھ گیا۔ توجہ غیب کی طرف ہوئی تو غیب میں کیا دیکھتا ہوں جانب قبلہ دیوار شق ہو گئی اور ایک عظیم تخت ظاہر

ہوا جس پر ایک عظیم بزرگ جلوہ فرما ہیں، ان کے سامنے سبز پردہ تنا ہوا تھا۔ ان کے ارد گرد لوگوں کی جماعت حاضر ہے، وہاں میں نے حضرت خواجہ بابا سماسی نور اللہ مرقدہٗ کو دیکھا۔ میں نے سوچا کہ یہ وصال شدہ لوگ ہیں۔ نیز یہ جماعت اور یہ بزرگ والا شان کون ہے۔ جماعت میں سے ایک فرد نے فرمایا کہ یہ بزرگ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ ہیں اور یہ ان کے خلفائے کرام کی جماعت ہے۔ پھر خلفائے کرام کے اسماء گرامی شمار کئے اور ہر ایک کی طرف اشارہ کیا۔ خواجہ احمد صدیق، خواجہ اولیاء کلاں خواجہ عارف ریوگری، خواجہ محمود انجیر فغنوی، خواجہ علی رامیتنی، قدس اللہ ارواحہم، اور جب حضرت خواجہ بابا سماسی نور اللہ مرقدہٗ تک پہنچا تو میری طرف اشارہ کر کے فرمایا ان کو تو، تم نے حیاتِ ظاہری میں دیکھا ہے۔ انہوں نے تمہیں دستار سے نوازا تھا، کیا تم ان کو جانتے ہو۔ میں نے کہا میں انہیں جانتا ہوں اور عرصہ ہوا ہے کہ دستار کے بارے میں مجھے خبر نہیں، اس نے کہا، دستار تمہارے گھر میں موجود ہے۔ اور تمہیں یہ کرامت عطا کی گئی ہے کہ اس کی برکت سے نازل ہونے والی ہر مصیبت دور ہو جائے۔ پھر اس جماعت نے کہا کہ گوش ہوش سے سنو! حضرت خواجہ بزرگ قدس اللہ روحہ، تم سے کلام فرمانا چاہتے ہیں، جو راہ سلوک میں اس کے بغیر چارہ نہیں، میں نے اس جماعت سے درخواست کی کہ میں حضرت خواجہ قدس اللہ سرہٗ کو سلام کرنا چاہتا ہوں، ان کے سامنے سے پردہ اٹھایا گیا۔ میں نے حضرت خواجہ قدس اللہ سرہٗ کو سلام عرض کیا اور انہوں نے مجھے سلوک کی راہ کی ابتداء، وسط، اور انتہا کے بارے میں باتیں ارشاد فرمائیں۔ اور ان باتوں میں سے ایک بات یہ تھی کہ وہ چراغ جو اس کیفیت میں تمہیں دکھائے گئے۔ اس میں تمہارے لئے بشارت اور اشارات ہے۔ کہ تمہارے اندر اس راہ کی استعداد و قابلیت موجود ہے۔ لیکن استعداد کی بتی کو حرکت دینی چاہیے کہ وہ روشن ہو اور اسرار کا ظہور ہو۔ قابلیت کا عمل کرنا چاہیے، کہ مقصود حاصل ہو جائے، اور دوسری بات نہایت مبالغے سے بیان فرمائی کہ ہر حال میں شریعت پر استقامت سے

قدم رکھنا چاہیے، اور امر و نہی کا پورا خیال رکھنا چاہیے، عزیمت و سنت پر عمل کرنا چاہیے، رخصت و بدعت سے دور رہنا چاہیے۔ اور ہمیشہ احادیث نبویہ کو اپنا رہنما بنانا چاہیے، حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے آثار و اخبار کی جستجو میں رہنا چاہیے۔ ان تمام ارشادات کے بعد ان کے خلفائے کرام نے فرمایا کہ تمہاری اس حالت کی سچائی پر یہ گواہی ہے کہ تم مولانا شمس الدین اسکتوئی کے پاس جاؤ اور کہو فلاں ترک نے جو سقا نامی پر دعویٰ کیا ہے اس میں حق ترک کی جانب ہے۔ اور آپ سقا کی رعایت کرتے ہیں۔ اور اگر سقا، اس ترک کے حقدار ہونے کا انکار کرے تو سقا سے کہو اے سقائے تشنہ! وہ اس سخن کو جانتا ہے۔ اور دوسری گواہی یہ ہے کہ سقا نے ایک (عورت) سے فساد کیا ہے، اور چونکہ اس سے نتیجہ ظاہر ہوا ہے اس لیے اس نے اسقاط کر دیا ہے اور فلاں جگہ انگور کے درخت کے نیچے دفن کر دیا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ پیغام مولانا شمس الدین کو پہنچانے کے بعد دوسرے روز فوراً تین دانے منقے کے لو اور زنگ مردہ کی طرف، بجانب نسف حضرت امیر کلال قدس اللہ روحہ کی خدمت میں حاضری دو۔ اور جب تم ''پشتہ فراجون'' میں پہنچو گے، تمہیں ایک بوڑھا ملے گا۔ وہ تمہیں ایک گرم روٹی عنایت کرے گا۔ اسے لے لینا لیکن بوڑھے سے بات مت کرنا۔ تم اس سے آگے جاؤ گے تو ایک قافلے سے ملاقات ہوگی۔ جب قافلے سے آگے گزرو گے تو ایک سوار ملے گا، تم اسے نصیحت کرو گے اور وہ تمہارے ہاتھ پر توبہ کرے گا۔ اور دستار عزیزاں کو اپنے ساتھ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کی خدمت میں لے جانا۔

اس کے بعد اس جماعت قدسی نے مجھے حرکت دی اور مجھے وجود میں لائے، اسی صبح میں نہایت عجلت سے ''ریورتون'' میں آیا اور اہل تعلق سے اس دستار کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ عرصہ ہوا وہ دستار تو فلاں جگہ ہے۔ جب میں نے دستار عزیزاں کو دیکھا تو میری حالت تبدیل ہوگئی، میں نے بہت گریہ کیا۔ اور پھر حالت سکینت میں چلا گیا۔ نماز فجر حضرت مولانا شمس الدین (علیہ الرحمہ) کی مسجد میں ادا کی۔

نماز کے بعد میں نے دل میں سوچا کہ مجھے تو پیغام پہنچانے کے بارے میں حکم ہوا ہے۔ میں نے حضرت مولانا سے واقعہ بیان کیا۔ تو وہ حیران ہوئے۔ سقا اس وقت موجود تھا۔ وہ حقیقتاً مدعی کے دعوے سے انکار کرتا تھا۔ میں نے اسے کہا کہ ایک گواہ یہ ہے کہ تو پیاسا ہے اور تجھے عالم معنیٰ سے کچھ بھی نہیں ملا۔ وہ خاموش ہو گیا۔ پھر میں نے کہا کہ دوسرا گواہ یہ ہے کہ تو نے فلاں کے ساتھ برا فعل کیا، اور جو اس سے پیدا ہوا اسے گرا کر فلاں مقام پہ انگور کے درخت کے نیچے دفن کر دیا۔ سقا نے اس بات کا بھی انکار کر دیا، حضرت مولانا قدس سرہٗ اور جو لوگ مسجد میں موجود تھے وہ اس مقام پر پہنچے تو تلاش کے بعد انہوں نے وہاں مردہ بچے کو دیکھ لیا، اب سقا عذر کرنے لگا۔ حضرت مولانا اور لوگ رونے لگے اور عجیب احوال ظاہر ہوئے۔ اگلے دن میں نے طلوع آفتاب کے موقع پر حکم کے مطابق منقے کے تین دانے لئے اور نسف کی جانب ''زنگ مردہ'' کے راستے پر گامزن ہوا، میرے آنے کی خبر حضرت مولانا کو دی گئی تو انہوں نے مجھے طلب فرمایا۔ اور کمال مہربانی سے نوازا، اور فرمایا'' ترا درد طلب پدید آمدہ است' شفا آں درد تو نزدما ست تمہارے اندر درد طلب ظاہر ہوا ہے اور اس کا علاج ہمارے پاس ہے۔ اور اس جگہ ٹھہرو کہ تمہاری تربیت کا حق ادا کیا جائے، اس کے جواب میں میری زبان سے نکلا کہ میں دوسروں کا فرزند ہوں۔ اگر پستان تربیت میرے منہ میں رکھیں گے تو ایسا نہ ہو کہ میں اس کا سرا پکڑ لوں۔ حضرت مولانا خاموش ہو گئے اور اجازت دے دی۔ اس دن میں نے کمر ہمت باندھ لی، میں نے دو آدمیوں سے کہا کہ میرے کمربند کو دونوں طرف سے خوب کھینچو، جب وہ خوب کس کر باندھ چکے تو میں نے راستہ اختیار کیا، پھر دشت فراجون میں پہنچا۔ اور ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے مجھے ایک گرم روٹی عطا کی۔ میں نے اسے لے لیا۔ لیکن اس سے کوئی گفتگو نہ کی، میں آگے چل پڑا تو ایک قافلے سے ملا۔ اہل قافلہ نے مجھے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو، میں نے کہا ''اسکتہ'' سے، انہوں نے پوچھا تم

وہاں سے کس وقت چلے تھے، میں نے کہا طلوع آفتاب کے وقت اور چاشت کے وقت ان کے پاس پہنچا ہوں، وہ حیران ہو کر کہنے لگا کہ اس گاؤں سے یہاں تک کا فاصلہ چار فرسنگ ہے۔ اور ہم رات کے اول وقت میں روانہ ہوئے تھے، میں ان سے گزرا تو ایک سوار میرے سامنے آیا۔ میں نے اسے سلام کیا، اس نے پوچھا تم کون ہو، کہ مجھے تم سے خوف محسوس ہو رہا ہے۔ میں نے کہا، میں وہ ہوں جس کے ہاتھ تمہیں توبہ کرنی چاہیے۔ وہ جلدی سے گھوڑے سے اترا اور نہایت انکساری کا مظاہرہ کیا، اس کے پاس شراب کا ایک مشکیزہ تھا، اس نے ساری شراب بہادی تو میں وہاں سے روانہ ہوا اور نسف کی حدود میں داخل ہوا۔ پھر اس گاؤں میں پہنچا جہاں حضرت امیر کلال علیہ الرحمہ جلوہ فرما تھے۔ میں ان کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور "دستار عزیزاں" ان کی خدمت میں پیش کی آپ خاموش رہے اور کافی دیر بعد فرمایا "ایں کلاہ عزیزاں است؟ یہ دستار عزیزاں ہے"، میں نے عرض کی "بے شک" آپ نے فرمایا "حکم اسطرح ہے کہ اس دستار مبارک کے دو پردوں کے درمیان نگاہ رکھو، میں نے قبول کیا اور دستار مبارک پکڑلی۔ آپ نے مجھے سبق ذکر کی تلقین فرمائی اور خفیہ طریقے پر نفی واثبات میں مشغول فرمایا۔ میں نے کچھ دیر اس کی اتباع کی، چونکہ اس کا مجھے حکم ہوا تھا اس لئے میں نے عمل عزیمت کو ذکر علانیہ کے طور پر نہ کیا، ہمارے خواجہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ "کتنے ہی سال ہو گئے۔ میں نے باندھی ہوئی کمر ہمت آج تک نہیں کھولی"۔

علماء کی صحبت: ہمارے خواجہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں اس وقت کے بعد خواجہ بزرگ علیہ الرحمہ کی بتائی ہوئی ہر بات نے اپنے موقع پر اثر دکھایا۔ اور عمل کا نتیجہ وصیت کے مطابق نکلا۔ مجھے حضور نبی اکرم ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات جاننے کا حکم ہوا تھا اور میں علمائے عظام کی صحبت میں بیٹھا کرتا تھا۔ اور احادیث مبارکہ کا درس لیتا تھا، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات جانتا تھا۔ اور ہر ایک پر عمل پیرا ہوتا تھا، اور اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہر ایک کا نتیجہ اپنے آپ میں مشاہدہ کرتا تھا۔

روحانی سیر: ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ جذبے کے شروع میں ایک رات ''مزار حرداخن'' میں حاضر تھا۔ درویش محمد زاہد بھی ہمراہ تھا۔ میں نے تکیہ لگایا ہوا تھا کہ اسی حالت میں میری روح جسم سے جدا ہوگئی اور سیر کرتی ہوئی آسمان کی جانب نکل گئی، اور پہلے، دوسرے، تیسرے اور چوتھے آسمان کی سیر کی، پھر چکر لگاتی ہوئی زمین پہ اتر آئی اور میرے جسم میں داخل ہوگئی، اس حال سے محمد زاہد نا آشنا تھا۔ اور کسی کو بھی خبر نہ کہ میری حالت کیسی ہے۔

مقصد حاصل کرلیا: حضرت خواجہ علاء الحق والدین عطر اللہ تربتہٗ فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجہ قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ ابتدائے احوال میں ایک رات میں ریورتون کی مسجد میں گیا۔ ایک ستون کے پیچھے قبلہ رو ہو کر بیٹھا تھا کہ اچانک ابر غیبت و فنا کا ظہور ہوا اور تھوڑا تھوڑا غلبہ ہوتا گیا اور میں اپنے آپ سے قطعاً محو ہو گیا، پھر اس حالت میں فنائے کاملہ کو پہنچا تو کہا گیا آگاہ باش کہ آنچہ مقصود و مطلوب است یافتی و بہ آں رسیدی۔ جان لو! کہ تم نے اپنا مقصود و مطلوب حاصل کرلیا کچھ دیر بعد پھر مجھے اپنی اصلی حالت میں لے آئے

عالم ملکوت میں: حضرت خواجہ علاء الحق والدین نور اللہ مشہدہٗ فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حال کی ابتداء میں ریورتون کے واقعہ کے بعد اک دن میں اس باغ میں تھا۔ یہ اس باغ کی طرف اشارہ تھا جس میں اب آپ کا مزار اقدس موجود ہے۔ اور میرے متعلقین کی ایک جماعت میرے ہمراہ تھی کہ یکا یک جذبات الٰہی کے آثار اور بے علت لطف و عنایت کا ظہور ہوا۔ اضطراب اور بے قراری کی کیفیت طاری ہوئی، اب یہ نہیں تھا کہ میں آرام کرسکوں میں بے چین ہو کر اٹھا اور قبلہ رو ہو کر بیٹھ گیا۔ اچانک اس توجہ میں غیبت واقع ہوئی۔ اور وہ فنائے حقیقی میں تبدیل ہوگئی۔ اور اس نے مجھے فنا فی اللہ کی حقیقت میں داخل کر دیا، اس فنا میں دیکھا کہ ''روح مرا بر ملکوت آسمانہا گزار نیدند و بدانجا

رسید کہ روح من در صورت ستارہء در دریائے نور بے نہایت محو و ناپدید شد' میری روح کو آسمانوں کے ملکوت سے اوپر لے جایا گیا جہاں وہ بے نہایت نور کے دریا میں ایک ستارے کی طرح محو ہو گئی، اور چھپ گئی۔ اور حیات ظاہری کا کوئی اثر میرے وجود پر باقی نہ رہا۔ میرے متعلقین میری اس حالت پر رو رہے تھے۔ اور اضطراب و بے خودی کا اظہار کر رہے تھے۔ پھر وہ مجھے پارہ پارہ کر کے وجود بشریت میں لے آئے ~~اور وہ غیبت اور فنا~~ئے کلی کی حالت چھ ساعتوں کے اندر اصلی حالت میں بدل گئی۔

میں بھی بے صفت ہوں: ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ زندگی کے آخری ایام میں جب آپ اپنا ابتدائی "حال سلوک" خود بیان فرماتے تو مشائخ طریقت اور بزرگان حقیقت قدس اللہ ارواحھم کی پاکیزہ روحوں اور ان کی توجہات روحانی کے اثر کا ذکر کرتے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہٗ کے متعلق فرماتے کہ ان کی روحانیت کی توجہ سے ظاہری و باطنی تعلقات مکمل منقطع ہو جاتے ہیں اور تجرد کلی نصیب ہوتا ہے، اور جب خواجہ امام محمد علی حکیم ترمذی قدس اللہ سرہٗ کی روحانیت کی توجہ ظاہر ہوتی ہے تو اس کا اثر صرف بے صفتی کا مشاہدہ ہے۔ اور اس بے صفتی میں کوئی نمایاں نہیں ہوتا۔ ۷۸۹ ہجری کو یہ بندہ ضعیف حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے حضور حاضر تھا، آپ نے فرمایا کہ "ہمیں خواجہ حکیم ترمذی قدس اللہ سرہٗ کے طریقے کی اتباع کرتے ہوئے بائیس سال گزر چکے ہیں، وہ بے صفت تھے، اگر کوئی پہچان سکتا ہے (تو پہچان لے)" من این زمان بے صفتم' میں بھی اس وقت بے صفت ہوں"۔

ایک صالح کا بیان: ایک صالح آدمی بیان کرتا ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب ہمارے خواجہ قدس سرہٗ ریاضت عظیم میں مشغول تھے۔ اور یہ معتقد کبھی کبھی آپ کی صحبت شریف میں جایا کرتا تھا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سردیوں کا موسم تھا۔ ہوا بہت ٹھنڈی تھی۔ کبھی آپ اس فقیر کے گھر تشریف لاتے تو آپ میں ریاضت کا

اثر ظاہر ہوتا تھا۔اور تجرد اور (دنیا سے) انقطاع مکمل پایا جاتا تھا۔اس دوران آپ نے فرمایا" آٹھ ماہ سے ہم حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی روحانیت کی توجہ رکھتے ہیں۔اور ان کی صفت میں سیر کرتے ہیں۔دیکھ اب ہم ان کی صفت سے باہر نکل رہے ہیں

حصول فیض کا دروازہ: خواجہ علاء الحق والدین عطر اللہ روضہ' نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ قدس سرہٗ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اس راہ عرفان کے راہی کو نیاز و مسکنت اور علو ہمت کی ضرورت ہے۔اور وہ ہمیں اسی دروازے سے اندر لائے۔ہر چہ یافتم ازا ینجا یا فتم، ہم نے جو کچھ حاصل کیا اسی ذریعے سے حاصل کیا ہے۔

اینجارخ زرد و جامہ ژندہ خرند
با زار چہ قصب فروشاں دگر است

ہمت کاملہ: فرمایا ایک رات میں ریوتون میں تھا،اور راستے میں ایک پل پر پہنچا،مجھ پر ایک عجیب حالت طاری ہوئی،میرے دل میں الہام ہوا" ہر چہ خواہی طلب،تو جو چاہتا ہے طلب کر۔میں نے نیاز و مسکنت سے عرض کیا" مولا! اپنی رحمت وعنایت کے دریا سے ایک ذرہ عطا کردے،الہام ہوا کہ تو ہماری بارگاہ کے کرم سے صرف ایک ذرہ مانگتا ہے؟میری حالت بدل گئی۔اور بلند ہمتی حرکت میں آئی میں نے اپنے منہ پر تمام تر قوت کے ساتھ طمانچہ رسید کیا کہ اس کی تکلیف کا اثر چند روز تک باقی رہا۔اس کے بعد میں نے عرض کیا" کریما! دریا ھائے رحمت و عنایت را نثار حال من گردان و مرا قوت تحمل آں بخشش کرامت فرمائی" ۔اے کریم! رحمت وعنایت کے بہت سے دریا میرے حال پر نثار کردے اور ان کو برداشت کرنے کی قوت بھی عطا فرمادے،اسی حال میں" عنایت وموہبت" کا ظہور ہوا اور اس کی برکت سے جو دیکھا سو دیکھا۔

ہمت ترا بہ کنگرہ کبریا کشد

ایں سقفگاہ را بہ ازیں نرد بان مخواہ

وما آں پل را پل ہمت گفتیم ۔اور ہم اس پل کو ہمت کا پل کہا کرتے۔

سب سے بڑھ گیا: خواجہ علاء الحق والدین طیب اللہ تربتہٗ فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجہ قدس سرہٗ اپنے ابتدائی احوال کے زمانے کے متعلق بیان فرماتے تھے کہ ہم دوسوآدمیوں نے اس راہ عرفان پر قدم رکھا اور ہمیشہ میری یہی کوشش رہی کہ میں ان سب سے آگے نکل جاؤں ۔خدا کی عنایت پہنچی اور میں ان تمام سے بڑھ گیا اور مقصود حاصل کرلیا ۔

مردان رہش بہ ہمت و دیدہ روند

زاں در راہ او نام و نشان پیدا نیست

مٹادے اپنی ہستی کو: خواجہ علا الحق والدین نوراللہ مرقدہٗ نقل کرتے ہیں کہ ہمارے خواجہ قدس سرہٗ فرمایا کرتے اس راہ میں وجود کی نفی اور نیستی اور خود کو کمتر دیکھنا بہت بڑا کام ہے۔ دولت وصول کا سررشتہ ،قبولیت کے ساتھ ہے، میں نے اس طریقے میں ہر طبقہ موجودات کی سیر وسلوک کو طے کیا اور اپنے آپ کا "ذرات موجودہ" کے ہر ذرے سے موازنہ کیا اور سب کو اپنے آپ سے بحقیقت بہتر دیکھا ۔انتہا یہ کہ میں نے "طبقہ فضلات" کی سیر کی، میں نے ان میں بھی کوئی منفعت پائی مگر اپنے آپ میں کوئی منفعت نہ پائی۔ "فضلہ سگ" کی طرف تصور کیا کہ اس میں تو کوئی منفعت نہ ہوگی ،ایک مدت میرا یہی خیال رہا۔ بالآخر مجھے معلوم ہوا کہ اس میں بھی منفعت ہے۔بہ تحقیق دانستم کردرمن ھیچ نوع منفعت نیست، تحقیق سے معلوم ہوا کہ مجھ میں منفعت کی کوئی قسم نہیں ہے۔

از ہیچ کسی خویشتن با خبرم

وز ہیچ سگی بہ نیم الا بترم

ہر چند بہ حال خویشتن مینگرم
یک حبہ نیرزد از قدم تا بہ سرم

مرید کی معراج کیا ہے: خواجہ علاء الحق والدین عطر اللہ روضۂ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہٗ اپنی تربیت کی شفقت وعنایت کی وجہ سے جو اس راہ کے راہگیروں کے بارے میں تھی، ان کی ہمت بلند کرتے، اور فرماتے کہ ہرگز من شمارا بحل نکنم" میں ہرگز تمہیں نہیں چھوڑوں گا، جہاں تک کی تم مقصود کی طلب میں یوں نہ ہو جاؤ کہ مرے سر پر قدم رکھ کر گزر جاؤ اس سخن میں حضرت خواجہ نے اشارہ فرمایا ہے کہ شیخ ہی، ظاہر و باطن کے حوالے سے تمام مقامات اور منازل میں، مرید کی معراج ہے۔ اور حقیقت میں مرید کا ہر حال وصفت میں بلند ہونا شیخ کے ظاہری و باطنی لطف کی مدد کے واسطہ سے ہے، اس کی توجہ ایسی ہونی چاہیے کہ مرید براق ہمت پر سوار ہو کر بشریت کی پستی سے "بقاع ملکیت" کی سرحد پر جولانی دکھائے۔ حضور پیغمبر برحق ﷺ نے امیر المومنین علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آنحضور ﷺ کے شانہ مبارک پر قدم رکھ اور دیوار کعبہ سے بتوں کو ہٹا دے۔ یہ اسی صفت کی طرف اشارہ ہے۔

اظہار عجز کا ایک واقعہ: ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کے محبان کرام میں سے ایک دانشمند نقل کرتے ہیں کہ میں بخارا میں حصول علم کیلئے مشغول تھا مگر رہائش فتح آباد میں تھی۔ ایک مرتبہ فتح آباد میں میری، آپ کے ایک درویش سے ملاقات ہوئی، اس نے کہا تو ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کی صحبت شریف میں کیوں نہیں آتا، میں نے اس سے عذر بیان کیا کہ اب تھوڑا دن رہ گیا ہے۔ اور میرے دل میں خیال پیدا ہوا حضرت خواجہ قدس سرہٗ کیلئے خاص اہتمام کی ضرورت ہے۔ اور یہ کہ آپ کی محفل پاک کو اپنے وجود سے کیا آلودہ کروں۔ میں اپنی منزل پہ روانہ ہوا۔ صبح ہوتے ہی فتح آباد سے حضرت خواجہ کے حضور پہنچا۔ آپ کی ملاقات سے مشرف ہوا تو آپ نے بعض اصحاب کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا کہ ہمارا ایک دوست تھا جو بڑا دانشور، فقیہ اور بزرگ تھا۔

ہماری صحبت میں آیا کرتا تھا، ایک دن ہم نے اسے کہا کہ کیا وجہ ہے، ہماری صحبت میں کم تشریف لاتے ہو! اس دانشور نے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ حضرت کی مجلس شریف کو اپنے وجود سے آلودہ کروں، ہم نے اس فقیہ سے کہا کہ یہاں یہ حال نہیں۔ آکر ہمارے مصاحب دیکھ لے، ہم اس کو ایک گھر کی طرف لے آئے۔ وہاں ایک کتا تھا جس کے ساتھ ہم بیٹھا کرتے تھے، ہم نے اس دانشور سے فرمایا کہ مصاحب ما این جانور است، ہمارا مصاحب تو یہ جانور بھی ہے۔ چہ جائکہ یہ بات جو تو نے بیان کی ہے۔

سگ بہ زکسی باشد کو پیش سگ کویت
جان را محلی بیند دل را قدری داند

حضرت خواجہ علاء الحق والدین روح اللہ روحہ، نے ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہٗ سے نقل فرمایا کہ وہ فرمایا کرتے تھے، "بزرگانِ حقیقت کا یہ قول ہے کہ اس راہ پہ چلنے والا اگر اپنے نفس کو فرعون کے نفس سے سوگنا بدتر نہ سمجھے تو وہ اس راہ پر نہیں"۔

خدمت کی مثال: اس صاحب دانش نے بیان کیا کہ جس تاریخ کو دشت قپچاق سے ایک لشکر جرار شہر بخارا میں آیا اور شہر کا محاصر کرلیا۔ لوگوں نے ہجوم کے باعث چھتوں پر پاخانہ کردیا، ایک دن ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ ان چند درویشوں کے ساتھ جو اس حادثہ میں آپ کے ہمراہ تھے ایک چھت پر تشریف فرماتے اور چھت کو مسجد بنا رکھا تھا، اتفاق سے آپ کے چاہنے والوں میں سے دو طالب علم حاضر ہوئے، حضرت خواجہ نے فرمایا "ان چھتوں کو صاف کردو جن پر خلقت نے پاخانہ کیا ہے۔ میں نے خود شہر بخارا کے مدرسوں کی پاخانہ گاہوں کو صاف کیا ہے اور نجاست اٹھائی ہے۔ میں نے اس خدمت کا ذکر ایک درویش سے کیا تو اس نے فرمایا، "تو نے نجاست اٹھا کر آسان کام کیا، میں نے بھی انہیں صاف کیا اور نجاست اپنے سر پر اٹھائی"۔

مخلوق خدا کا خیال رکھنا:

ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ فرماتے ہیں کہ "طلب وجذبات" کے اوائل میں ایک دوست حق سے میری ملاقات ہوئی۔ اس نے مجھے فرمایا کہ تو آشناؤں میں سے لگتا ہے۔ میں نے کہا میں امید رکھتا ہوں کہ خدا کے دوستوں کی برکت نظر سے آشنا ہو جاؤں۔ اس عزیز "خدا دوست" نے پوچھا کہ تیرا روزی کے ساتھ کیا معاملہ ہے۔ میں نے کہا "اگر می یا ہم شکر می گویم واگر نمی یا ہم صبر می کنم" مجھے ملتی ہے تو شکر کرتا ہوں، نہیں ملتی ہے تو صبر سے کام لیتا ہوں۔ اس نے مسکرا کر فرمایا، یہ تو بڑا آسان کام ہے، کام تو یہ ہے کہ تو نفس کو تو بہ کرائے کہ اگر روٹی کا ٹکڑا اور پانی میسر نہ ہو تو بھی سرکشی نہ کرے میں نے عاجزی کی اور اس عزیز سے مدد طلب کی، اس نے فرمایا جب تو بیابان میں آئے تو امید نفس کو مخلوق سے بالکل منقطع کر لے اور اسی قدم پر تین روز سفر کرے، چوتھے دن تو ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچے گا۔ اور تجھے ایک شاہسوار ملے گا جو گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہوگا۔ اسے سلام کر کے گزر جانا، جب تو تین قدم چلے گا تو وہ تجھے کہے گا اے جوان قرصی دارم بگیر ،اے جوان میرے پاس ایک روٹی ہے قبول کر لے، اس کی طرف التفات نہ کرنا، میں اس کے فرمان کے مطابق جنگل میں آیا اور اس طریقے پر چلا، تین روز گزر گئے اور چوتھے روز میں پہاڑ کے دامن میں پہنچا، اور وہ شہسوار اسی کیفیت میں میرے سامنے آیا، میں نے اسے سلام کیا اور گزر گیا۔ اس نے مجھے روٹی دینا چاہی مگر میں نے توجہ نہ کی۔ پھر اس عزیز نے فرمایا کہ لوگوں کی خاطر دریافت کرنی چاہیے، عاجزوں، کمزوروں، اور شکستہ دلوں کی خدمت کرنی چاہیے، اور ان کی خدمت کرنی چاہیے جن کو لوگ نظر التفات سے نہیں دیکھتے، اور ان سے نیاز و مسکنت کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ میں اس کے فرمان کے مطابق اس طریقے میں مشغول ہو گیا، اور مدتوں یہ سلوک طے کیا۔ پھر اس عزیز نے فرمایا جانوروں کی رعایت اور تیمارداری بھی کرنی چاہیے، اور نیازمندی سے رہنا چاہیے کہ یہ بھی خدا کی

مخلوق ہے اور ان پر بھی نظر ربوبیت ہے۔ اور اگر ان کی پشت اور پہلو میں زخم ہو جائے تو کوئی تدبیر اور علاج کرنا چاہیے۔ میں اس امر کے موجب کچھ دیر یہ خدمت بھی بجا لاتا رہا۔ جب راستے میں کوئی حیوان میرے پاس سے گزرتا تو میں رک جاتا جہاں تک کہ وہ گزر جاتا۔ میں اس سے پہل نہ کرتا۔ اور راتوں کو جہاں حیوانوں کے پاؤں لگتے میں وہاں اپنا چہرہ ملتا، اس طریقے سے سات سال بسر کئے۔ پھر اس نے فرمایا کہ اس بارگاہ کے کتوں کی خدمت بڑے عجز سے بجالانا۔ اور ان سے یہ بات طلب کرنا۔ اس دوران تو ایک سگ بارگاہ کے ذریعے سعادت حاصل کرے گا۔ میں نے اس فرمان کے مطابق اس خدمت کو بھی غنیمت سمجھا۔ ایک رات میں ایک سگ بارگاہ کے پاس پہنچا اور میرا حال بدل گیا، میں نے اس کے سامنے ''نیاز وتضرع'' سے کام لیا اور مجھ ''پر گریہ عظیم'' طاری ہوا، اس دوران اس جانور کو دیکھا کہ اس نے اپنی پشت زمین پر رکھی اور منہ آسمان کی طرف اٹھایا، اپنے چاروں پاؤں اوپر اٹھا کر غمناک آواز میں فریاد کی۔ میں نے ''نیاز اور شکستگی'' سے دونوں ہاتھ اٹھا کر آمین کہا، یہاں تک کہ وہ جانور خاموش ہو گیا اور اپنی پہلی حالت میں آ گیا، انہی دنوں میں ''قصر عارفاں'' سے ایک طرف روانہ ہوا۔ بھادوں کا موسم تھا، اس حال میں ایک جانور کو دیکھا جسے ''آفتاب پرست'' کہتے ہیں کہ وہ جمال آفتاب میں حیران و مستغرق ہے، اس کی اس صفت سے میرا ذوق بیدار ہوا، میرے دل میں خیال آیا کہ میں اسے کہوں کہ وہ اس بارگاہ میں میری سفارش کرے، میں ادب، حرمت اور نیاز کے ساتھ کھڑا ہو گیا، اور دونوں ہاتھ اٹھا لیے۔ وہ جانور حالت استغراق سے باز آیا اور اس نے پشت زمین پر رکھ کر منہ آسمان کی طرف اٹھا لیا۔ میں دیر تک آمین کہتا رہا،

پھر اس عزیز نے فرمایا کہ راستوں کی خدمت کرنی چاہیے، اگر راستے میں کوئی ایسی چیز پڑی ہو جو مخلوق کیلئے کراہت کا سبب ہو تو اسے ان کی نظروں سے پوشیدہ کر دینا چاہیے تا کہ ان کو نقصان نہ پہنچے۔ میں اس کے فرمان کے مطابق اس کام

میں مشغول ہو گیا کہ سات سال میرے دامن و آستین خاک سے آلودہ رہے اور جو عمل اس "خدادوست" نے فرمایا میں نے اسے پورے صدق سے ادا کیا اور ہر عمل کا نتیجہ اپنے اندر مشاہدہ کرتا رہا، اور اپنے تمام احوال میں ترقی معلوم کرتا رہا۔

مجاہدہ ہو تو ایسا: ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ کے بارے میں بتاتے ہیں کہ وہ اپنے ابتدائی احوال کے اواخر کے متعلق فرماتے ہیں کہ سردیوں کا موسم تھا۔ ہوا بہت سرد تھی۔ ریورتون میں تمام پانی منجمد تھا۔ ایک رات، میں درویشوں کے ساتھ ایک منزل میں متمکن تھا کہ مجھے اس رات غسل کی حاجت ہوئی۔ میں اس جگہ سے باہر آیا اور ہر طرف گیا کہ کوئی چیز مل جائے جس سے برف کو توڑ کر پانی حاصل کروں اور غسل کروں، میں یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ میری وجہ سے کوئی اس رات پریشان ہو۔ میں نے کسی کو خبر نہ دی، میں نے پرانی پوستین پہن رکھی تھی۔ اس سردی میں، ریورتون سے قصر عارفاں کی طرف آیا جب منزل پہ پہنچا تو بھی میں نے نہ چاہا کہ متعلقان سے کوئی میرے حال کے بارے میں باخبر ہو، میں نے "اطراف وحوالی" میں تلاش کی بالآخر میں نے مسجد کے قریب ایک حوض کے کنارے کدو دیکھا جس سے لوگ جانوروں کو پانی پلاتے ہیں۔ بہت زحمت ومشقت کے ساتھ میں نے برف کو توڑا ،میرا ہاتھ بھی زخمی ہوا۔ اس کدو سے پانی لیا اور نہایا سردی مجھ پر غایت درجہ اثر انداز ہوئی، پھر وہی پرانی پوستین پہنے ہوئے اسی سرد رات میں، میں قصر عارفاں سے واپس ہوا اور ریورتون کی طرف چل پڑا۔

دامن کو یوں پکڑ کہ چھڑایا نہ جاسکے: ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ کے بارے میں بتاتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں ان جذبات و بےخودی میں ہر طرف پھرتا تھا۔ اور میرے پاؤں خار و خاشاک سے مجروح ہو گئے جسم پر پرانی پوستین تھی۔ اتفاقاً موسم سرما تھا اور ہوا نہایت سرد تھی۔ ایک رات حضور سید امیر کلال علیہ الرحمۃ کا جذبہ صحبت پیدا ہوا تو میں ان کی بارگاہ میں پہنچا۔ حضرت امیر درویشوں کے ہمراہ ایک

مقام پر جلوہ فرماتے، جب انہوں نے نظر مبارک مجھ ڈالی تو سوال فرمایا یہ کون ہے؟ جب معلوم کیا تو اشارہ فرمایا کہ جلدی اس کو اس مقام سے نکال دو۔ جب میں اس منزل مراد سے باہر آیا تو قریب تھا کہ میرا نفس سرکشی کرتا کہ ارادت وتسلیم کی رسی چھوڑ دے۔ اسی حال میں عنایت الٰہی نے مدد کی۔ میں نے کہا، یہ خواری حضرت عزت جل و علا کی رضا سے ہے اس لئے اس سے مفر نہیں۔ میں نے اس آستان عزت پہ سر نیاز جھکایا اور کہا کیسا بھی حال ہو میں اس آستان سے سر نہ اٹھاؤں گا۔ تھوڑی تھوڑی برف گر رہی تھی، ہوا از حد ٹھنڈی تھی۔ جب صبح نزدیک ہوئی، حضرت امیر قدس اللہ روحہ باہر تشریف لائے اور قدم شریف میرے سر پر رکھا۔ میرا سر اس آستان سے اٹھایا اور مکان میں لے آئے، پھر مجھے خود بشارت دی ''فرزندا کی لباس سعادت بر قد تست'' بیٹا یہ لباس سعادت تیرے قد پر (درست) ہے۔ اپنے دست مبارک کے ساتھ میرے پاؤں سے خار و خاشاک کو نکالا، جراحت سے پاک کیا اور نگاہ کرم فرمائی۔

☆......حضرت خواجہ علاء الحق والدین طیب اللہ مرقدہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں، جس وقت آپ اپنی ریاضتوں اور مجاہدوں کے متعلق فرماتے تو طالبوں کے فتور کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں فرماتے ہر صبح جب میں منزل سے باہر نکلتا ہوں تو کہتا ہوں ''شاید کہ طالبی سر بر آستان نہادہ باشد ہمہ عالم شیخ است مرید نیست ،شاید کوئی طالب آستانے پر سر رکھے پڑا ہو۔ تمام عالم شیخ ہے، مرید کوئی نہیں۔

گر نشاید بدوست رہ بردن
شرط یاری در طلب مردن

☆......فرماتے ہیں کہ میں بخارا میں تھا۔ سید امیر کلال علیہ الرحمہ نسف میں تھے، مجھ میں آپ کی صحبت شریف میں جانے کا جذبہ پیدا ہوا تو میں نسف کی طرف روانہ ہوا، میں ان کی خدمت میں پہنچا تو فرمایا ''بیٹا تو بڑے اچھے وقت پر آیا ہے۔ ہم نے خم دان کا

ارادہ کیا ہے اور کوئی نہیں جو لکڑیاں جمع کرے۔ میں نے آپ کا اشارہ سمجھا اور خار مغیلاں اپنی پشت پر اٹھا کر ان کے پاس لایا۔

جمال کعبہ چناں می دواندم بہ نشاط
کہ خار ہائے مغیلاں حریر می آید

☆......فرماتے ہیں میں مولانا بہاؤالدین دیکرانی علیہ الرحمہ کے ہاں حدیث پڑھتا تھا۔ اس راہ طلب کے دوران میں نسف سے گزرا تو آپ کے دل میں خیال آیا کہ ایک باغ میں عمارت تعمیر کریں۔ اس جگہ بہت سے ٹیڑھے درخت تھے۔ کلہاڑی کی ضرورت تھی۔ مولانا نے فرمایا ہماری کلہاڑی بخارا میں مولانا حسام الدین اصیلی کے پاس ہے میں نے مولانا کی مرضی کو اس طریقے سے معلوم کیا کہ مولانا اور دیگر حاضرین کو محسوس نہ ہوا اور نسف سے بخارا کی طرف روانہ ہو گیا اور دوسرے روز مولانا کی کلہاڑی بخارا سے لا کر ان کی خدمت میں پیش کر دی۔

☆......انہوں نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ جن دنوں قصر عارفاں میں مسجد کی عمارت بنانے میں مشغول تھے تو اپنے سر مبارک پر مٹی اٹھا کر مسجد کے چھت پر لے جاتے اور یہ شعر پڑھتے۔

بہ جان بکنم کار تو چرا نکنم
بہ سر بکشم بار تو چرا نکشم

☆......خواجہ علاء الحق والدین عطر اللہ تربہ نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ اپنی کبرسنی میں اکثر یہ فرمایا کرتے تھے "ما درا وقات جوانی از حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ درخواستہ بودیم کہ مدد توفیق بخشد و تحمل بارہائے ایں راہ کرامت فرماید، ہم نے جوانی کے اوقات میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے درخواست کی کہ مدد توفیق بخشے اور اس راہ کے بوجھ اٹھانے کی طاقت عطا فرمائے، تاکہ میں اس راہ کی ہر ریاضت اور بوجھ کو اٹھا سکوں۔ حضرت

احدیت جلت الطافہ، نے کرم فرمایا اور اجابت وعنایت سے نوازا کہ اس راہ کے بوجھ میں نے جوانی میں اٹھائے اور پیری کے دوران کلفت عبادت سے آزاد ہو گیا۔

شر طیست که ما لکان تحریر

آزاد کنند بندهء پیر

جو تلاش کیا وہ پالیا: خواجہ علاء الحق والدین طیب اللہ مشہدہٗ نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ کا ارشاد ہے، طلب کی ابتداء میں، میں جس "صاحب دولت" سے ملتا یہ پوچھتا" ضعیفی را با قوی کا ر افتادہ است چه کند ؟ ایک کمزور کو طاقتور سے کام پڑا ہے، کیا کرے"۔ وہ فرماتے "صبر کند۔ صبر کرے"۔ ایک روز ایک دوست حق سے ملاقات ہوئی، اس نے مجھ سے پوچھا کیا حال ہے، میں نے کہا، عنایت کا منتظر ہوں، اس دوست نے فرمایا" فر زند جستیم و نیا فتیم تو طلب که خوا هی یا فت، بیٹا، ہم نے جستجو کی پر نہ پاسکے، امید ہے کہ تو طلب کرے تو پالے گا، اس صاحب دولت کی برکات نفس سے میں نے اس راہ میں بہت کوشش اور طلب سے کام لیا۔

☆......انہوں نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ فرمایا کرتے تھے کہ اوائل طلب میں ایک روز قمار خانے سے میرا گزر ہوا، میں نے ایک گروہ کو دیکھا کہ وہ جوئے میں مشغول ہے۔ ان میں دو شخص جو سراپا مستغرق تھے۔ جب ایک مغلوب ہو گیا اور اس کے پاس کچھ مال تھا سب ہار دیا۔ تو اس کے باوجود بھی وہ ہر لحظہ جد وجہد کرتا رہا اور حریف غالب سے کہتا!

"یارا گر اس کام میں سر بھی چلا جائے تو بھی پیچھے نہ ہٹوں گا"، جب میں نے اس کی یہ حالت دیکھی تو اس کام میں اس کے ذوق وشوق سے مجھے غیرت آئی،

اس دن سے اس راہ میں میری طلب وسعی نے اور ترقی کی۔

تا در نزنی به هر چه داری آتش

هرگز نه شود حقیقت وقت تو خوش

☆......خواجہ علاء الحق والدین طیب اللہ ثراہٗ نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ فرمایا کرتے "طلب کی ابتداء میں جہاں دو آدمی باہم گفتگو کرتے، میں کان لگا کر سنتا تھا، اگر اس (دوست) کی بات کرتے تو میں خوش ہوتا اور اگر غیر کی بات کرتے تو بہت ملول ہوتا۔

ہر که نه گویا به تو خاموش به

ہر چه نه یاد تو فراموش به

اور فرمایا کرتے کہ جب مجھ پر احوال کا غلبہ ہوتا، اور میں بے طاقت ہو جاتا تو کسی آشنا کو تلاش کرتا کہ عالم مقصود کی کوئی بات اس سے بیان کروں یا سنوں۔

اگر ہیچ نیابم کسکی بنشانم

تا او زتو می گوید ومن می شنوم

کیا کام ہمیں خضر سے اے جانِ تمنا: انہوں نے بیان کیا ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ فرمایا کرتے کہ طلب کے غلبوں میں ایک روز میں بخارا سے نسف کی طرف روانہ ہوا کہ سید امیر کلال قدس اللہ روحہ کی صحبت شریف دریافت کروں۔ جب رباط جغراتی میں پہنچا تو ایک سوار میرے سامنے آیا۔ اس کے ہاتھ میں گلہ بانوں کی طرح بڑا سا ڈنڈا تھا اور وہ کلاونمد پہنے ہوئے تھا۔ وہ میرے نزدیک آیا اور مجھ پر وہ ڈنڈا برسایا۔ پھر ترکی زبان میں کہا کیا تو نے گھوڑوں کو دیکھا ہے۔ میں نے اس سے کوئی کلام نہ کیا۔ اس نے چند بار مجھے پکڑا اور ویسی تشویش میں رکھا، میں نے اس سے

کہا ''میں تجھے جانتا ہوں کہ تو کون ہے'' پھر اس نے رباط قراول تک میرا پیچھا کیا، اور مجھ سے کہا آؤ کچھ دیر دونوں مل کر بیٹھیں۔ میں نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ جب میں حضرت امیر کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا'' در راہ بہ خدمت خواجہ خضر علیہ السلام التفات نکر دی ؟ راستے میں تو نے خواجہ خضر علیہ السلام کی طرف توجہ ہی نہیں کی۔ میں نے کہا'' بلا۔ چون متوجہ حضرت شما بودم با او مشغول نشدم ،ہاں، چونکہ میں آپ کے حضور متوجہ تھا اس لئے ان کے ساتھ مشغول نہ ہوا۔

شانِ عزم کا عالم: انہوں نے بیان فرمایا کہ جن دنوں ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ سید امیر کلال علیہ الرحمہ کی ملازمت میں رہتے تھے۔ کہ آپ نے راستے میں ایک خط کھینچا اور فرمایا، اس خط پر کوئی نہ گزرے۔ درویشوں کی جماعت حیران ہو کر ٹھہر گئی لیکن عنایت الٰہی نے میری امداد کی'' قدم نہادم واز آں خط گزشتم'' میں قدم رکھ کر اس خط سے گزر گیا۔ میرے عقب میں سید امیر بھی روانہ ہوئے، جب میں حضرت امیر کے نزدیک ہوا تو انہوں نے نظر کرم فرمائی اور فرمایا بیٹا تو نے اچھا کیا کہ ''خطی از ما باز نماندی''، کہ تو ہمارے خط سے باز نہیں رہا۔

ہر کجا خط مشکلی بکشند

جهد کن تا درونِ خط باشی

☆......خواجہ علاء الحق والدین نور اللہ مرقدہٗ نے ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ کے متعلق فرمایا کہ ان کا ارشاد ہے'' ایک دفعہ میں ان جذبات میں بخارا سے نسف کی طرف روانہ ہوا۔ اتفاقاً میری والدہ ماجدہ بھی وہاں تھیں، صبح کے وقت میں کنوئیں کے کنارے پہنچا تو ایک جوان کو دیکھا جو نماز فجر ادا کرنے کے بعد دست نیاز اٹھا کر دعا کر رہا تھا، میں نے

آمین کہا۔ میرے دل میں آیا کہ میں اس سے پوچھوں تو نے کونسی دعا کی ہے کہ میں نے آمین کہی۔ میں نے اس جوان سے پوچھا، اس نے کہا، میرے والدین موجود ہیں، میں نے یہ دعا کی کہ الٰہی! اگر وہ مجھے تیری بارگاہ سے باز کریں تو ان کا دیدار مجھے نصیب نہ فرما، خواجہ قدس اللہ روحہٗ نے فرمایا کہ میں نے دوبارہ آمین کہی

ہر کہ با ما ز راہ طینت آدم خویش است
گر ز عشاق رہش نیست کہ بیگانہ ماست
ترک خویش و ترک خویشاں کردہ ایم
ہر کہ اونے یار ما اغیار ماست

☆......انہوں نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ جب پہلی بار حج سے لوٹے تو نسف سے ہوتے ہوئے "قصر عارفاں" تشریف لائے۔ آپ کے والد ماجد شہر بخارا میں موجود تھے۔ فرمایا کہ والد ماجد سے ملاقات کا ارادہ ہے۔ اور پھر ارشاد فرمایا اگر وہ نہ ہوتا تو یہ نہ ہوتا، یعنی اگر ان کی تعظیم کا حکم حضرت حق تعالیٰ نے نہ دیا ہوتا تو یہ داعیہ نہ ہوتا، یہ کہا اور دراز گوش پر بیٹھ گئے اور بخارا کی طرف روانہ ہوئے، ابھی کچھ فاصلہ طے ہوا تھا کہ حال واقع ہوا، اس وقت حضرت خواجہ نے تین مرتبہ فرمایا "توبہ" پھر فرمایا مجھ پر عتاب کیا گیا ہے کہ دعویٰ محبت تو ہم سے ہے اور توجہ ملاقات غیر کی طرف ہے۔

ہرخ ہر کس کہ نیست داغ غلامی او
گر پدر من بود دشمن و اغیار م اوست

☆......انہوں نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ کا ارشاد ہے، جس وقت حضرت

کریم علی الاطلاق جل عطاءہ نے اپنے احسان سے مجھ پر توبہ کا دروازہ کھولا تو ایک رات میں ایک راستے پر چل رہا تھا کہ ماضی کے دوستوں کی ایک جماعت میرے سامنے آئی ۔اورانہوں نے مجھے اپنے طریقے کی طرف بلایا اور کافی جدوجہد کی۔ عنایت الٰہی سے یہ کلمہ مجھ سے ظاہر ہوا۔ جس دروازے کو اللہ تعالیٰ نے بند کیا، کیا تم اس کو کھول سکتے ہو "مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَۃٍ فَلَا مُمْسِکَ لَھَا وَ مَا یُمْسِکْ فَلَا مُرْسِلَ لَہٗ مِنْ بَعْدِہٖ" (فاطر۲) یعنی اللہ جو رحمت لوگوں پر کھول دے کوئی اسے روک نہیں سکتا اور جس کو وہ روک دے کوئی اسے بھیجنے والا نہیں۔

کس بستہ در تو باز نتواند کرد
ور باز بود فراز نتواند کرد

اس بات نے اس جماعت پر اثر کیا اور وہ تمام تائب ہو گئے۔

بیگانہ مشو کہ آشنائیم: انہوں نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ نے احوال کے ابتدائی زمانے میں اپنی نسبت خود بیان کیا کہ چھ ماہ تک مجھ پر عالم باطن کا دروازہ بند رہا اور کوئی فیض نصیب نہ ہوا، میں بے طاقت اور بے آرام تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ مخلوق کی ملازمت میں مشغول ہو جاؤں، اس حال میں میرا گزر ایک مسجد سے ہوا۔ میں نے اس مسجد کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا

اے دوست بیا کہ ما ترا ئیم
بیگانہ مشو کہ آشنا ئیم

یعنی اے دوست آجا کہ ہم تیرے ہیں۔ بیگانہ نہ بن، ہم تو آشنا ہیں، یہ پڑھ کر بہت رقت طاری ہوئی اور عنایت الٰہی سے پھر وہ دروازہ کھل گیا۔

☆......خواجہ علاء الحق والدین طابت تربتہ، ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ سے نقل کرتے ہیں

کہ وہ فرمایا کرتے تھے" منازل و مقامات کو عبور کرتے ہوئے میرے اندر دو مرتبہ منصور حلاج کی صفت پیدا ہوئی اور نزدیک تھا کہ جو صدا اُس سے ظاہر ہوئی وہ مجھ سے ظاہر ہو جاتی، بخارا میں ایک سولی تھی، دونوں مرتبہ میں اس کے پاس گیا اور کہا" جائے تو سر ایں دار است" تیری جگہ اس دار کا سر ہے، عنایت الٰہی سے وہ مقام عبور ہوا، حضرت عزیزان علیہ الرحمان سے منقول ہے کہ ایک دور سے یہ درویش ان کی تربیت میں ہے، انہوں نے خوارقِ عادات کی نفی کی ہے اور کمال شفقت سے اس کو عقبات ہستی اور وجود ظہور سے گزارا ہے اور فرماتے ہیں کہ اگر در روئے زمین یکی از فرزندان خواجہ عبد الخالق قدس اللہ ارواحھم موجود بو دی ھر گز منصور بر سردار نر فتی۔ اگر روئے زمین میں خواجہ عبد الخالق قدس اللہ سرہٗ کے فرزندوں میں سے کوئی موجود ہوتا تو منصور ہرگز سولی نہ چڑھتا۔

بارگاہ رسالت کا ادب: انہوں نے نقل کیا کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ الشریف فرمایا کرتے تھے، حضرت سلطان العارفین ابو یزید بسطامی قدس اللہ سرہٗ سے منقول ہے، کہ جب میں مقام سیر میں انبیاء کرام علیہم السلام کی صفات کی سیر کرتے ہوئے بارگاہ محمدی ﷺ میں پہنچا تو چاہا کہ ان کی صفت میں سیر کروں۔ انہوں نے میری پیشانی پر دست رد رکھا (یعنی روکا) خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا جب عنایت الٰہی سے میں نے اس مقام کی سیر کی تو یہ گستاخی نہ کی، سیر نیاز و تعظیم بر آستا نہ عزت واحترام آن حضرت نہا دم، میں نے سر نیاز و تعظیم کو آں حضرت ﷺ کے آستانہ عزت واحترام پر جھکا دیا۔

☆......ایک درویش نے بیان کیا کہ میں، حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ الشریف کے ہمرکاب نسف میں جا رہا تھا تو آپ اپنے سلوک کی نسبت مجھ سے (گفتگو) فرما رہے

تھے۔اس دوران انہوں نے بہت سے مشائخ کبار کا ذکر کیا اور فرمایا کہ جب میں نے سلطان ابو یزید قدس اللہ سرہٗ کے مقام کی سیر کی تو اس جگہ پہنچا جہاں وہ پہنچے تھے۔ میں نے شیخ جنید، شیخ شبلی اور شیخ منصور حلاج کے مقام کی بھی سیر کی، جس جگہ وہ سب پہنچے تھے، میں بھی پہنچا۔ پھر میں اس بارگاہ میں پہنچا جس سے معظم تر کوئی بارگاہ نہیں، میں نے جانا کہ یہ بارگاہِ محمدی ہے، میں نے گستاخی نہ کی اور جو ابو یزید نے کیا تھا میں نے نہ کیا،

☆......انہوں نے بیان کیا ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ سے سوال ہوا کہ بعض مشائخ طریقت فرماتے ہیں ولایت محمدیہ ہم پر ختم ہو چکی ہے، حضرت خواجہ نے فرمایا وہ اپنے زمانے کے ختم و لایت ہوئے ہیں، حضرت خواجہ کی اس تاویل کی مثالیں آیات و احادیث کی تاویلوں میں بہت زیادہ ہیں۔

☆......خواجہ علاء الحق والدین روح اللہ روحہٗ نے ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہٗ کے بارے میں فرمایا کہ وہ فرمایا کرتے تھے، زمانے کے اقطاب اور زمین کے اوتاد کی ایک جماعت حاضر ہوئی انہوں نے مجھے "نمدِ سفید" پر بٹھایا اور پھر اس کی اطراف کو پکڑ کر ایک "تختِ بزرگ" پر بٹھایا، بلاشبہ اس کے بعد مجھے کوئی غم نہ آیا۔

............☆☆☆............

سلسلہ خواجگان کا ذکر

انہوں نے فرمایا کہ طریقت میں ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ کو شیخ طریقت حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس اللہ سرہٗ نے اپنی فرزندی میں قبول فرمایا، وہ حضرت عزیزان علی رامیتنی کے خلفا میں سے ہیں۔ وہ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی اور وہ حضرت عارف ریوگری اور وہ حضرت خواجہ عبد الحق غجدوانی قدس اللہ ارواحہم کے خلفاء میں شامل ہیں۔ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ کی نسبتِ ارادت، صحبت، تعلم آدابِ سلوک ، اور تلقین ذکر حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے۔ وہ حضرت بابا سماسی کے خلفا میں مذکور ہیں، لیکن درحقیقت سلوک میں ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ کی نسبت تربیت، خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس اللہ روحہٗ کی روحانیت سے ہے، جیسا کہ مزار مزداخن کے واقعہ میں کچھ بیان ہوا، حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی، امام ربانی شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی کے خلیفہ ہیں، خواجہ یوسف ہمدانی کو تصوف میں شیخ طریقت ابو علی فارمدی طوسی سے انتساب ہے، وہ خراسان کے مشائخ کبار سے ہیں، حجۃ الاسلام امام محمد غزالی کو عالم باطن میں انہی سے تربیت حاصل ہے۔ شیخ ابو علی فارمدی کو تصوف میں دو نسبتیں حاصل ہیں، اول شیخ بزرگوار ابو القاسم گرگانی طوسی کی

نسبت جن کا سلسلہ مشائخ تین واسطوں سے سید الطائفہ شیخ جنید علیہ الرحمہ سے پیوستہ ہے، دوم شیخ بزرگوار ابوالحسن خرقانی کی نسبت جو مشائخ کے پیشوا اور اپنے زمانے کے قطب ہو چکے ہیں۔ شیخ ابو الحسن خرقانی کو تصوف میں سلطان العارفین شیخ ابو یزید بسطامی قدس اللہ روحہ سے انتساب ہے۔ اور سلوک میں ان کی تربیت شیخ ابو یزید کی روحانیت سے ہے، شیخ ابو الحسن کی ولادت شیخ ابو یزید کے مدت بعد ہوئی، شیخ ابو یزید تصوف میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہٗ سے منسوب ہیں اور ان کی تربیت امام جعفر کی روحانیت سے ہے، یہ صحیح روایت ثابت ہو چکی ہے کہ شیخ ابو یزید کی ولادت امام جعفر رضی اللہ عنہٗ کے وصال کے بعد ہوئی، امام جعفر کے علم باطن میں دو طرف انتساب ہے۔ اول اپنے والد ماجد امام باقر رضی اللہ عنہٗ سے، ان کا اپنے والد ماجد امام زین العابدین علی بن الحسین رضی اللہ عنہم سے، اور سید الشہداء حسین بن علی کا اپنے والد محترم امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے اور امیر المومنین علی المرتضیٰ کا حضرت رسالت سید المرسلین ﷺ سے۔ دوم اپنی والدہ کے باپ قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہمٗ سے، قاسم بن محمد کبار تابعین میں شمار ہوتے ہیں، اور فقہا سبعہ میں شامل ہیں۔ جو تابعین میں مشہور ہیں، اور علم ظاہر و باطن سے آراستہ ہیں۔ قاسم رضی اللہ عنہٗ کا انتساب علم باطن حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہٗ کے ساتھ ہے۔ اور حضرت سلمان فارسی کو رسول اللہ ﷺ کا شرف صحبت حاصل تھا، حدیث پاک ہے "سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْت"، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہمارے اہل بیت میں شامل ہے، اس کے باوجود ان کو علم باطن میں حضرت رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کا انتساب حاصل ہوا۔
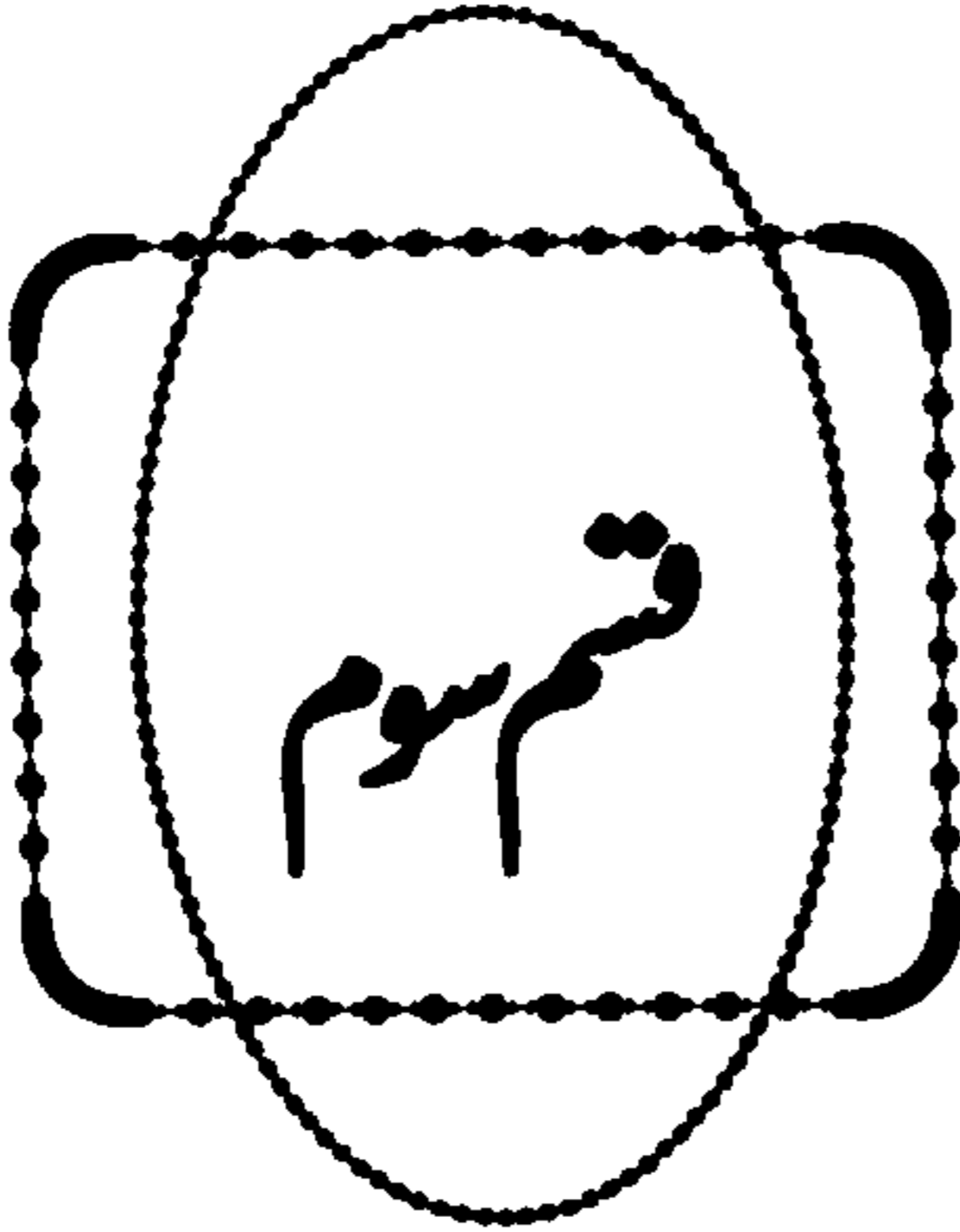
ہمارے خواجہ کے احوال، اقوال اور اخلاق کا بیان، آپ کے سلوک اور طرز طریقہ کی شرح، اہل مجلس کو پیش آنے والی کیفیت معاملہ اور نتائج صحبت اور ان حقائق و لطائف کا ذکر جو آپ کی مجالس صحبت میں آپ کی زبان مبارک پر جاری ہوئے۔

☆......خواجہ علاء الحق والدین طیب اللہ مشہدہٗ نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ ''وا فاض علیٰ متا بعیہ روحہ و فتوحہ'' کی صفت تھی۔ فقر، ترک دنیا، قطع تعلقات، تجرد کلی اور ماسوا کی نفی، آپ ہمیشہ اثبات فقر اور محبتِ فقرا میں لحات قدسیہ بسر فرماتے اور فرمایا کرتے، ''ہم نے جو کچھ حاصل کیا اسی صفت سے حاصل کیا''۔ موسم سرما کے دوران آپ کی بارگاہ میں مسجد کے تنکے ہوا کرتے۔ اور موسم گرما میں پرانا بوریا۔ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ حلال کی رعایت اور شبہات کے اجتناب میں مبالغہ فرماتے۔ خصوصاً لقمہ کے باب میں۔ اور ہمیشہ مجالسِ صحبت میں یہ حدیث نبوی کہ جس میں اسرارِ وحی مذکور ہیں بیان فرماتے ''ان العبادۃ عشرۃ اجزاء تسعۃ منھا طلب الحلال وجزو واحد منھا سائر العبادات'' بے شک عبادت کے دس حصے ہیں، نو حصے طلب حلال اور ایک حصہ باقی تمام عبادات ہیں۔ آپ کو کمال فخر کے باوجود بلند درجہ کی فداکاری اور جان نثاری حاصل تھی۔ جو کوئی آپ کے حضور ہدیہ پیش کرتا آپ بھی اسے حضرت رسالت مآب ﷺ کی متابعتِ سنت میں اس ہدیے کی مثل یا کوئی چیز عطا فرماتے۔ آپ کی برکت صحبت سے جماعتِ متبعین میں بھی وہ صفات موجود تھیں، وہ لوگ ان صفات پر عمل کرتے اور ان کے نتائج اپنے اندر تحقیق کے ساتھ مشاہدہ کرتے تھے، اور اس کی بدولت ہر موقع پر اپنی نسبتوں کو چھوڑ کر ایثار کرتے تھے۔ اگر کوئی دوست اور مہمان آپ کی منازل میں حاضر ہوتا تو شام کے وقت پر تکلف کھانا لاتے اور اس کے سامنے رکھتے اس کے قریب چراغ رکھتے، تاکہ وہ عزیز کھانا تناول کرلے، وہ سو جاتا اور ہوا سرد ہوتی تو صاحب منزل کے پاس ایک ہی کپڑا کیوں نہ ہوتا وہ بھی اس عزیز پر ڈال دیتا، ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہٗ کا طعام پاک اپنی زراعت سے ہوتا تھا۔ آپ ہر سال کچھ جو اور تھوڑے سے ماش کاشت فرماتے۔ بیج، زمین اور کاشتکاری کے

باب میں جبل کی بہت احتیاط کرتے، اور جو اکابر علماء آپ کی صحبت شریف میں حاضر ہوتے آپ کا طعام بطور تبرک استعمال کرتے تھے، حضرت خواجہ قدس اللہ سرہٗ فرمایا کرتے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے گھروں میں جو کا آٹا بغیر چھانے پکایا جاتا، چند روز ہمارے گھر میں جو کا آٹا بغیر چھانے پکایا اور کھایا گیا تو تمام متعلقین اور فرزند" رنجور ہو گئے" مجھے معلوم ہوا کہ یہ حال اس لئے ہوا ہے کہ حضرتِ رسالت ﷺ کے اہل بیت سے بے ادبی ہوئی ہے۔ اور اس میں مساوات کی تشبیہ ظاہر ہو گئی' متابعت بھی ایک حد تک ہونی چاہئے۔ لیکن در حقیقت خود کو مقصر دیکھنا چاہئے۔ انہوں نے قبول کیا ۔ اور اس کے بعد جو کا آٹا چھانے بغیر نہ تیار کیا تو تمام صحت یاب ہو گئے۔

ہر کہ پے بر پے رسول نہاد
از همه ره روان به پیش افتاد

حضرت خواجہ اکثر اوقات دستر خوان اور کھانا تیار کرنے کی خدمت سرانجام دیتے اور بالخصوص کھانا تناول کرتے وقت درویشوں کے "وقوف اور حضور" کی رعایت کی وصیت فرماتے اور بہت "مبالغت وتاکید" سے کام لیتے۔ ہر چند اجتماع زیادہ ہوتا اور اس میں اگر کوئی شخص لقمہ غفلت کے ساتھ تناول کرتا تو آپ ازراہ شفقت وتربیت اسے کسی طریقے سے آگاہ کرتے اور وہ لقمہ کھانے کی اجازت نہ دیتے۔ اگر کوئی طعام "غضب وکراہت" کے عالم میں تیار کیا جاتا تو اس کو نہ کھاتے اور کسی کو بھی کھانے کی اجازت نہ دیتے۔

☆...... منقول ہے کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ ایک بار ناشتہ کیلئے تشریف لے گئے، ایک درویش نے آپ کے سامنے کھانا لگایا، آپ نے فرمایا، ہمیں شاید یہ طعام نہیں کھانا چاہیے کہ یہ غصے کے ساتھ پکایا گیا ہے۔ کسی نے چھانتے وقت یا خمیر تیار کرتے وقت یا پکاتے وقت ناراضگی ظاہر کی ہے۔ اگر کوئی آدمی ایک کفگیر بھی غضب وکراہت کے ساتھ دیگ میں مارتا تو آپ اس طعام کو نہ کھاتے۔ اور فرمایا کرتے تھے، ہر کام جو

غضب و غفلت یا کراہت و مشکل سے کیا جائے اس میں خیر و برکت نہیں۔ اس میں نفس و شیطان کا عمل دخل ہے۔ ایسے عمل کا نتیجہ کیا ظاہر ہوگا۔ اعمال صالحہ اور افعال حسنہ کے صدور کی بنیاد طعام حلال پر ہے، جو پورے "وقوف و آگاہی" سے کھایا گیا ہو، تمام اوقات کا حضور بالخصوص نماز کے دوران اسی مقام پر حاصل ہوگا۔

احتیاط کی ایک مثال: انہوں نے بیان کیا کہ جس فرصت میں ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ ہرات تشریف لے گئے، ملک حسین کے دل میں خیال آیا کہ آپ کے ہمراہ تمام علماء مشائخ کی دعوت کرے، اس نے دعوت پہ سب کو بلایا۔ اس عظیم اجتماع میں ملک حسین نے دسترخوان کی خدمت اپنے ذمہ لی۔ اس نے کہا کھاؤ، کہ یہ حلال ہے، اس لیے کہ یہ طعام مجھے اپنے والد بزرگوار سے بطور میراث ملا ہے، اگر قیامت میں کوئی بات ہوئی تو میں ذمہ دار ہوں۔ حاضرین کھانا کھانے میں مشغول ہوگئے۔ حضرت خواجہ نے نہ کھایا، شیخ الاسلام مولانا قطب الدین جو ولایت ہرات کے مقتدا تھے اور ملک حسین کے خوان پر موجود تھے اور حضرت خواجہ کی طرف متوجہ تھے، بولے آپ کھانا کیوں نہیں کھاتے، آپ نے فرمایا "میرا ایک حاکم ہے، میں نے یہ قضیہ اس کے حضور عرض کیا تو اس نے مجھے دو راہیں دکھائیں، اور کہا اگر تو نہ کھائے گا تو گویا تُو نے خوان ملک سے نہیں کھایا، اور اگر تو نے کھایا تو پوچھیں گے کہ کیوں کھایا۔ اب تو کیا کہتا ہے؟" جب اس مجمع میں ہمارے خواجہ نے طریقت کا یہ "نکتہ بزرگ" مولانا قطب الدین ہروی سے بیان کیا تو ان کا حال بدل گیا، انہوں نے ملک سے کہا کہ درویشوں نے یہ نکتہ ارشاد فرمایا ہے اور آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس سے درخواست کی کہ آج ان کو مجھے بخش دیا جائے، ملک بھی اس نکتے پہ متحیر ہوا، اس نے مولانا کی درخواست قبول کی، اس نے مولانا کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ یہ کھانے ہم کہاں استعمال کریں، مولانا نے کہا، اسکا جواب ہم آپ سے پوچھتے ہیں۔ انہوں نے حضرت خواجہ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا، شریعت کا وظیفہ یہ ہے کہ جس چیز میں شبہ

ہو وہ فقرا کا مصرف ہے۔ اگرچہ کھانے حلال ہیں، اور بے شک ہرات میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو ان کھانوں کے ایک ایک لقمہ کے محتاج ہیں، ان کو دینا چاہیے، حضرت خواجہ کے "انفاس قدسیہ" سے "حضارِ مجلس" حیران ہو گئے۔

خلوت در انجمن: انہوں نے فرمایا، حضرت خواجہ ءِ ما قدس اللہ روحہ سرخس میں تھے کہ ملک حسین کے قاصد ہرات سے آئے اور انہوں نے ملک کا نشان ظاہر کیا، اس کا مضمون یہ تھا کہ ہمیں درویشوں کی صحبت کا اشتیاق ہے۔ آپ کا کیا اشارہ ہے۔ اگرچہ حضرت خواجہ ءِ ما قدس اللہ روحہٗ کو "ملوک وسلاطین" کی ملاقات کا شوق نہیں تھا۔ مگر اس لئے ہرات کو روانہ ہو گئے کہ اگر ملک حسین طوس یا سرخس کو نکل آیا تو ان علاقوں کی خلقت کو دشواری ہو گی، جب آپ "مجلس ملک" میں پہنچے، وہاں بہت بڑا اژدحام تھا، خدم وحشم، مملکتِ ہرات کے اعیان وارکان، اور علماء ومشائخ کا جمع کثیر حاضر تھا۔ جب حضرت خواجہ نے ملک سے ملاقات کی، تو ایک ساعت گزری کہ انہوں نے دستر خوان لگا دیا اور انواع تکلف سے کام لیا، حاضرین، طعام کھانے میں مشغول ہو گئے مگر حضرت خواجہ نے کھانا نہ کھایا، اس کے بعد شکار کا گوشت پیش کیا گیا تو آپ نے وہ بھی نہ کھایا، علماء نے کہا کہ شکار کے گوشت میں کوئی شبہ نہیں ہوتا، آپ کیوں نہیں کھاتے، حضرت خواجہ نے فرمایا مجھے شاید "خوانِ ملک" سے نہیں کھانا چاہیے۔ میں ایک جماعت کا معتقد ہوں۔ ان میں سے یہ درویش یہاں حاضر ہے۔ لوگوں کو کیا معلوم کہ میں کونسا طعام کھاتا ہوں، حضرت خواجہ کے اس "سخن حقانی" سے سب خاموش ہو گئے۔ جب دستر خوان اٹھایا گیا تو ملک نے حضرت خواجہ سے سوال کیا کہ صفت درویشی کیا آپ کی وراثت ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ بلکہ "جذبۃ من جذبات الحق توازی عمل الثقلین" کے حکم کے مطابق ایک جذبہ ملا اور میں اس سعادت سے مشرف ہوا، بادشاہ نے پوچھا آپ کے طریقہ میں ذکر جہر اور سماع وخلوت ہو گی، فرمایا (یہ) خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس اللہ روحہٗ کا خانوادہ ہے کہ جس میں خلوت در انجمن ہے۔

بادشاہ نے پوچھا خلوت در انجمن کیا ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا "آنکہ بہ ظاہر با خلق بود و بہ باطن با حق" ظاہر خلق کے ساتھ ہو اور باطن حق کے ساتھ۔

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

بادشاہ نے پوچھا یہ کیسے میسر ہوگی؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ حق تبارک وتعالیٰ نے کتاب کریم میں فرمایا ہے "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ" (النور ۳۷) ان مردوں کو تجارت اور کاروبار، اللہ کے ذکر سے نہیں روک سکتا۔ کچھ دیر بعد بادشاہ نے سوال کیا کہ بعض مشائخ فرماتے ہیں "اَلْوَلَايَةُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّةِ" کونسی ولایت نبوت سے بہتر ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ نبی کی ولایت ہی نبی کی نبوت سے فاضل تر ہے۔ (لیکن مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی تحقیق کے مطابق نبی کی نبوت، نبی کی ولایت سے افضل ہوتی ہے، نبوت اعلیٰ مقام ہے جس کی برابری کوئی مقام نہیں کر سکتا۔ انہوں نے مشائخ کے اس قول الولایۃ افضل من النبوۃ اور اس کی تشریحات سے اصولی اختلاف فرمایا ہے۔ مترجم)

دنیا سے بے اعتنائی: ایک درویش کی روایت ہے کہ میں اس سفر میں حضرت خواجہ کی خدمت میں تھا، آپ ہرات میں شیخ عبداللہ انصاری علی غفران الباری کی خانقاہ میں "نزول فرما" تھے۔ اس روز جو "مجلس ملک" میں حضرت خواجہ سے ان باتوں کا ظہور ہوا، اسی شام ملک حسین نے اپنے "خواصِ بارگاہ" کو مختلف ہدیوں کے طبق دے کر ان کے پاس بھیجا اور التماس کی کہ قبول فرمالیں۔ حضرت خواجہ نے ان ہدیوں کو قبول نہ فرمایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ عنایت کی ہے۔ کہ اس "میدانِ درویشی" میں کوئی شخص بھی میری پشت زمین پر نہیں لگا سکا۔ بادشاہ سے کہو! اس قسم کے خیالات میں مشغول نہ ہو، تھوڑی دیر بعد اس رات بادشاہ کے خواجہ سرا آئے اور انہوں

نے ''خاتون ملک'' کی طرف سے بہت نیاز مندی کا اظہار کیا۔ وہ ''پیراھن، شیو جامے اور رومال'' لائے کہ ان کو خاتون ملک نے ''بہ نیاز تمام'' اپنے ہاتھ سے تیار کیا ہے۔ اور وہ نہایت انکسار سے درخواست کرتی ہیں کہ قبول فرمالیں، حضرت خواجہ نے ان کو بھی قبول نہ فرمایا، اور جتنی مدت وہ ہرات میں قیام فرمارہے، وہاں سے روانہ ہونے تک کوئی پیراھن نہ لیا، نمدہ، عمامہ اور پرانا جوتا ہمراہ تھا۔ وَالْحق! ان احوال کے مشاہدہ، سے ''والی ہرات'' اور رعایا کے حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے ساتھ رسوخ محبت میں مزید اضافہ ہوا۔

دیوانہ کند ہر دو جہاں را بخشد
دیوانہ او ہر دو جہاں را چہ کند

دوستوں سے موافقت:۔ انہوں نے بیان فرمایا کہ جس باغ میں اب حضرت خواجہ ماقدس اللہ سرہٗ کا ''مرقد و مزار منور'' ہے وہاں ایک حجرہ تھا۔ اکثر اوقات جب حضرت خواجہ قصر عارفاں میں ہوتے تو اس حجرہ میں رہتے تھے۔ آپ کے احوال و معاملہ کی کیفیت جس کے بارے میں درویشوں کو جتنی اطلاع دیتے، یہ بھی کہ آپ لقمہ کے متعلق بہت ''احتیاط، محافظت، اور مبالغت سے کام لیتے، اور جب کبھی روزہ میں ہوتے اور کوئی مہمان آجاتا تو اسے کھانا کھلاتے اور اس میں موافقت فرماتے اور اس عزیز کی عدم موجودگی میں درویشوں سے کہتے آثار میں آیا ہے کہ ''اِنَّ اَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ کَانُوْا لَا یَفْتَرِقُوْنَ اِلَّا عَنْ ذَوَاقٍ'' جب صحابہ کرام ایک جگہ جمع ہوتے تو پراگندہ نہ ہوتے مگر جب کوئی چیز کھاتے، اور یہ کہ روزہ دار ہوتے تو موافقت کرتے اور روزہ کھول لیتے۔ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس اللہ روحہٗ اپنی کتاب ''اصول الطریقہ و فصول الحقیقہ'' میں ذکر کرتے ہیں ''کسی کام میں اپنے بھائیوں کے ساتھ موافقت کرنا گناہ نہیں اور نفلی روزوں سے کم نہیں،'' ومن الآداب فی الصوم قلة الملاحظه ''روزہ کے آداب میں یہ بھی ہے کہ روزہ دار کی نظر میں

روزہ کی مقدار نہ ہو۔

☆......خواجہ علاء الحق والدین طیب اللہ تربتہٗ نے نقل کیا کہ ایک نیاز مند نے حضرت خواجہ ماقدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں ''پکی ہوئی مچھلی'' پیش کی۔ درویش حاضر تھے۔ اس اجتماع میں ایک عابد و زاہد نوجوان اتفاق سے روزہ دار تھا، حضرت خواجہ نے اسے فرمایا، موافقت کرو اور کھاؤ۔ اس کے نفس شریف نے قبول نہ کیا۔ حضرت خواجہ نے کرم فرمایا اور دوبارہ کہا ''میں تمہیں رمضان کے روزے کا ثواب دیتا ہوں، کھالو''۔ اب بھی اس نے قبول نہ کیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا حضرت سلطان العارفین ابو یزید قدس اللہ روحہٗ سے بھی ایسا واقعہ پیش آیا، اسے چھوڑ دو کہ یہ ابھی بہت دور ہے۔ منقول ہے کہ وہ عبادت گزار نوجوان ''مرتبہ وقیام'' سے گر کر اسباب دنیا کی ذلیل طلب میں گرفتار ہو گیا اور ترکِ ادب، عدمِ موافقت، اور اہلُ اللہ کے حکم کی سرتابی کی وجہ سے آپ کی صحبت سے محروم ٹھہرا۔

☆......انہوں نے نقل کیا کہ ایک دن ایک درویش حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کیلئے ہریسہ لے کر آیا، آپ تناول فرما رہے تھے، ایک درویش آپ کی صحبت میں حاضر تھا مگر کھانا نہیں کھا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ تم کیوں نہیں کھاتے، اس نے کہا میں روزہ دار ہوں۔ آپ نے فرمایا تم کیسے روزہ دار ہو؟ درویش خاموش رہا۔ آپ نے فرمایا کھاؤ کہ ہمارے لئے (فیض) وہ دروازہ فضل سے لاتے ہیں۔ ہمارا وظیفہ فرائض، واجبات اور سنن موکدہ کو ادا کرنا ہے۔ ''من شغلہ' الفرض عن الفضل فھو معذورٌ' ومن شغلہ' الفضل عن الفرض فھو مغرورٌ' یعنی جس کا شغل فضل سے فرض ہے وہ معذور ہے اور جسکا شغل فرض سے فضل ہے وہ مغرور ہے۔ اور فرمایا جو ہمارے اصحاب میں شامل ہے اسے ہماری اتباع کرنی چاہیے، اتباع نہ کرنے والے درویش کی ہمارے ساتھ کوئی نسبت نہیں۔ اور فرمایا کرتے جو ریاضتیں اور عمل ہم نے عنایت الٰہی سے سرانجام دیئے، تم میں ان کی طاقت نہیں، تمہاری تدبیر یہ ہے کہ

بے اختیار ہو جاؤ، اور نسبت رضا طلبی کے موقعوں کی رعایت کرو۔ درویش وہ ہوتا ہے جو نگرانی کرے کہ اس نے جو عمل کیا ہے وہ اہل اللہ کی مرضی کے مطابق ہے۔ مشائخ کی خدمت اس کیلئے ''نوافل عبادات'' سے افضل ہے۔ روایات میں آیا ہے کہ حضرت رسالتِ مآب ﷺ ایک سفر میں تھے۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما حاضر خدمت تھے۔ اور روزہ دار تھے۔ حضرت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں فرمایا، کچھ کھالو سفر کے دوران روزہ کے سبب تم کمزور ہو جاؤ گے اور کسی دوسرے کو اپنی خدمت میں مصروف کرلو گے۔

☆......ایک دانشمند نے بیان کیا کہ ایک روز میں خواجہ ما قدس اللہ سرہٗ کی صحبت شریف میں تھا اور اتفاق سے روزہ دار تھا، کوئی میرے حال سے واقف نہ تھا۔ حضرت خواجہ نے درویش سے فرمایا کہ طعام لاؤ، اور میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا حدیث صحیح میں وارد ہے، ''بئس العبد هواه يضله'' کتنا برا ہے وہ بندہ جسکو اس کی خواہش گمراہ کردے۔ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرمایا ''ہوائے مضل'' یہ ہے کہ کاموں میں حق کو چھوڑ دے اور سیر الی اللہ کے مقام میں حق کو ترک کردے۔ جب کھانا حاضر ہوا تو فرمایا کھاؤ۔ کہا گیا ہے کہ عمر اس لئے ہوتی ہے کہ پہلے کوئی تجربہ کرے اور پھر اس پر عمل کرے۔ ہم نے تجربہ کرلیا۔ اب کھانا چاہیے، انہوں نے میرے حال پہ اشارہ فرمایا، تو ''سالک راہِ حق'' ہے اور تیرا یہ روزہ از سر ہوا ہے۔ تم نے حق کو چھوڑ دیا ہے تو تمہاری نسبت حق یہی ہے کہ کھانا کھایا جائے۔

☆......خواجہ علاء الحق والدین نے فرمایا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کی برکتِ نظر سے بہت عرصے میں ان کے درویشوں کے حالات یہ ہو جاتے کہ وہ ''حظوظ بشری'' اور ''اوصاف نفسانی'' سے بالکل آزادی حاصل کرلیتے۔ یہاں تک کہ اگر وہ کھانا کھاتے تو اس کا ذائقہ انہیں معلوم نہ ہوتا۔ کہ کھانے میں ترشی ہے، شیرینی ہے یا تلخی ہے۔ ایک درویش نے ''غیر معصود'' کھانا کھایا، اس سے پوچھا گیا یہ کیسا کھانا ہے، اس

نے بتایا، مزا تو میرے حال کا ہے۔ ''حالتِ قبض'' کا اور مزہ ہے، ''حالتِ بسط'' کا اور
۔حضرت خواجہء ماقدس اللہ سرہٗ کا اخلاق حد درجہ اعلیٰ تھا، اگر کوئی دوست بارگاہ میں آ
جاتا تو اس کی بہت زیادہ خدمت ورعایت فرماتے۔ جیسا کہ حدیث نبوی ہے'' ھم
المومن دابة و ھم المنافق بطنه '' اس کی سواری کی تربیت میں مبالغہ کرتے
کہ وہ دوست سواری کی طرف سے فارغ ہو جاتا اور اسے ''مزاحمت اغیار'' کے
خدشوں کے بغیر آپ کی صحبت نصیب ہوتی۔ فرمایا کرتے تھے، حضرت عزیزان علیہ
عظائم الغفران سے منقول ہے کہ وہ پہلے ''مرکب دوست'' کی خدمت وتربیت میں
مشغول ہوتے اور فرماتے یہ جانور اس دوست کی تشریف فرمائی کا سبب ہے۔
شیخ شادی غدیوتی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت خواجہء ماقدس اللہ روحہٗ کے جملہ منظوروں اور مقبولوں
میں شامل تھے، سے منقول ہے، جب کوئی دوست ومہمان ان کے پاس آتا اور وہ اس
عزیز کی خدمت سے فارغ ہو جاتے تو اس کی سواری کو'' آب وعلف'' پیش کرتے اور
نیاز ومسکنت کے ساتھ صبح تک اس کے سامنے دست بستہ کھڑے رہتے، مزید منقول
ہے کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہٗ کے درویش ان کے پاس نزول فرماتے تو ان کیلئے استنجا و
استبراء'' کے ڈھیلے اپنے چہرے پرمل کر درست کرتے اور انہیں مہیا کرتے اور غایت
ذوق سے کہتے

منت ایشاں ھمہ بر جان ما ست

ان کا احساں ہے ہماری جان پر

حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کسی درویش کے گھر تشریف لے جاتے تو اس کے جملہ
فرزندوں، متعلقوں، اور خادموں کے بارے میں سوال کرتے اور ہر ایک کی خاص
انداز سے دلجوئی فرماتے، اس کے چوپاؤں اور پرندوں کا'' جدا بجدا'' حال پوچھتے
۔اور ہر ایک کیلئے شفقت کا اظہار کرتے۔ اور فرماتے حضرت سلطان العارفین ابو یزید
العزیز قدس اللہ روحہٗ سے منقول ہے کہ جب عالم استغراق سے لوٹتے تو ایسے معاملہ سے

کام لیتے تھے، ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کے مکارم اخلاق سے ان کے ہمسایہ دوست اور آشنا سب لطف اندوز ہوتے۔ اور اسے راہِ حق کی دلیل سمجھتے، ایک درویش کہتا ہے کہ حضرت خواجہ کی سعادت صحبت سے مشرف ہونے سے پہلے میں کاشتکاری کیا کرتا تھا میں نے تربوز کاشت کئے۔

ایک دن حضرت خواجہ اس موضع سے گزرے، ماحضر نہیں تھا۔ میں کھیت میں پہنچا اور تربوز حاصل کر کے بہت جلد نیاز و مسکنت سے ان کے حضور پیش کیا اور عذر گزار ہوا کہ میرے پاس ماحضر (یعنی کوئی کھانا) نہیں۔ حضرت خواجہ نے اسے "لطف تمام" کے ساتھ قبول فرمایا اور مدت مدید تک میرے ساتھ شفقت فرماتے رہے، یہاں تک کہ آپ کا وہ اخلاق آپ سے میری محبت کا سبب ہوا اور یہ محبت میرے راہ حق کے سلوک کی دلیل بنی، اس سال سے آج تک آپ مجھ پر اور میرے متعلقین پر شفقت فرماتے ہیں۔ حضرت خواجہ مجالس صحبت میں اکثر اس درویش کے بارے میں فرمایا کرتے "اس روز تک مخلوق ہم سے آشنا تو ہو چکی تھی مگر اس درویش نے ہماری نسبت سے حق کا اثبات کیا"۔

جان می فروختم بہ جوی کس نمی خرید

آں لحظہ یار بر سر بازار می رسید

جو کچھ اس کے کھیت میں تھا "طریقہ نیاز" کے ساتھ ہمارے پاس لایا، اب ہم پر فرض ہے کہ ہم ظاہر و باطن میں اس کے احوال کی رعایت کریں کہ احسان میں مسابقت "کار بزرگ" ہے۔ جب دو آدمی ملاقات کرتے ہیں تو ایک دوسرے کو سلام کرتا ہے، اب دوسرے پر سلام کا جواب دینا واجب ہو جاتا ہے، اور کہا گیا ہے کہ جب تک وہ زندہ ہے اس کے سلام کا حق ادا نہیں کر سکتا، آداب سلوک سے حقوق کی رعایت کی یہی راہ ہے۔ جو کوئی پہنچا ہے تو اس کے ذریعے پہنچا ہے، چنانچہ اس بزرگوار دین نے فرمایا ہے" من اتصل اتصل بالادب ولم یتصل لم یتصل

بترک الادب" جو پہنچا ادب سے پہنچا اور جو نہیں پہنچا وہ ترک ادب سے نہیں پہنچا۔
حضرت خواجہ ما قدس سرہٗ کی صحبت کی برکت سے ان کے درویشوں کے احوال یہ تھے کہ ان تمام کو حضور و جمعیت حاصل تھی۔ جو لوگ حضرت خواجہ کے طریقہ میں مبتدی ہوتے اور اپنی ضرورت کے سبب ان کی صحبت سے بالکل باہر نکل جاتے اور وہ ان کے احوال باطن کی رعایت نہ فرماتے تو ان کے دل کسی اور طرف مصروف ہو جاتے اور دولتِ حضوری سے محروم ہو جاتے، پھر جب کبھی حضرت ایشان قدس سرہٗ کے حضور حاضر ہوتے تو ان کے ضعفِ احوال سے واقف ہو کر از راہِ شفقت و تربیت، ان کی قوت و دریافت کے مطابق اس طریقہ کے بارے میں ان کے ساتھ معاملہ فرماتے۔ اور مہربانی فرماتے اور ان کو باز کرتے اور حضوری کا طریق محافظت اور دفع خواطرِ کی کیفیت ان کو بار بار سکھاتے، اس کے بعد ان لوگوں کو کیسا بھی اہم کام درپیش ہوتا وہ حضرت خواجہ کی بارگاہ سے جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ انہیں ان خطروں کا خوف رہتا تھا۔ وہ اس حدیث صحیح" لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَیْن " (مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ ڈنگ نہیں کھاتا) کے مطابق خود پر نگاہ رکھتے۔ اگر وہ متوسط الحال ہو جاتے تو حضرتِ خواجہ کی صحبتِ شریف کی برکتِ ملازمت اور ان کے درویشوں کی موافقت سے ان کو حضوری کی قوتِ رعایت حاصل ہو جاتی تھی۔

وہ اس طریقِ محافظت کو جذبہ و سلوک تصور کرتے اور دفعِ خواطر کی کیفیت کو شناخت کرتے اور کئی بار ہر ایک پر عمل پیرا ہوتے، حضرت خواجہ "عذر و انابت" کے طریقے کی اس طرح تحقیق فرماتے کہ صاحبِ تصور کو چاہیے کہ پہلے جو کچھ اس پر گزرا ہے اسے ظاہر کرے اور اس وقت عذر و انابت سے تضرع اور درماندگی کی صفت میں مشغول ہو جائے تا کہ مفقود، موجود ہو جائے اور مقصود کا حصول موصول ہو جائے، اگر شناختِ خواطرِ کی اس مقدار کے باوجود وہ اس صحبت سے نکل کر کسی اور طرف مائل ہو جاتے کہ ان کو کوئی اور خدمت دی جاتی اور وہ اس میں ذرا دِقت و کراہت محسوس کرتے یا

اس خدمت کے بارے میں کچھ اور خیال کرتے اور جلد ہی طریقہ معلومہ میں تدبیر، عذر اور انابت کے ساتھ مشغول نہ ہو جاتے تو حضرت خواجہ اُن خواطر اور اس مقدارِ کرا ہت کے متعلق مواخذہ فرماتے۔ پھر ان کے "بارِ حزن و قبض" کی انتہا نہ رہتی۔ اور ان کے تمام احوالِ باطنی دگرگوں ہو جاتے، حضرت خواجہ اپنی "التفاتِ شریف" ان سے ہٹا لیتے، "حَتّٰی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ" (التوبہ ۱۱۸) کے حکم کے مطابق زمین فراخ ان پر تنگ ہو جاتی، وہ اپنی نسبت کا سر رشتہ غائب کر لیتے، لا جرم ان کو یہی چاہیے کہ وہ منع ہوں اور جو ان پر گزرا اس کو ظاہر کریں اور طریقہ مذکورہ کے مطابق مشغول ہو جائیں، اگر عنایتِ الٰہی سے وہ اس (طریقے) پر چلتے اور خواطر اور اس مقدارِ کراہت کو پیدا کرتے اور عذر و انابت کے طریقے کا سلوک طے کرتے اور رہائی حاصل کرتے۔ اور سر رشتہ نسبت ان کے ہاتھ آ جاتا، وہ اگر ایسا نہ کر سکتے تو خلوت و جلوت میں عاجزی اختیار کرتے اور حضرت خواجہ کے حضور متعدد درویشوں کو شفیع بنا تے کہ وہ از راہ تربیت و شفقت ان کے خواطر و کراہت کو دور فرماتے اور وہ اپنا پھر رشتہ نسبت حاصل کر لیتے پھر بتدریج ان کو ان نسبتوں میں زیادہ قوت حاصل ہوتی، اس حال میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "مخلوق کہتی ہے ہمارے طریقہ میں ریاضت نہیں"۔ اگر کوئی درویش حضرت خواجہ کے اشارہ پر سفر پہ روانہ ہوتا تو "آنے جانے" کی مدت میں خوشحال رہتا اور ان کے اشارہ کی برکت سے اس کے ظاہری و باطنی احوال محفوظ ہوتے، اگر وہ درویش ایک سال کے بعد سفر سے لوٹتا تو سفر کے دوران اس پر جو کچھ واقع ہوتا آپ ہر منزل کی تفصیل اس سے پوچھتے اگر وہ "صاحب وقوف" نہ ہوتا یا امر گزشتہ کو بیان کرنے سے عاجز ہوتا تو از راہِ شفقت آپ خود ہی تمام تشریح بیان فرما دیتے تا کہ اس کو اس طریقے کا اور یقین حاصل ہو جائے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ مباحثات میں درویشوں کو مخالفت نفس کی تاکید کرتے تھے۔ جو اس عمل سے مشرف ہوتا وہ عظیم نتائج کو مشاہدہ کرتا، اور اسے اس راہ میں زیادہ یقین

(نصیب) ہوتا، آپ فرمایا کرتے کہ "جو توفیق رکھتا ہے کہ نفس کی مخالفت کرے، ہر چند اس کا عمل مختصر ہو مگر اس کو زیادہ سمجھے اور حق تعالیٰ و تقدس کی توفیق کا شکر ادا کرے۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے "اِذَا اَرَدْتَ مَقَامَ الْاَبْدَالِ فَعَلَیْکَ بِتَبْدِیلِ الْاَحْوَالِ" اس سے مراد مخالفتِ نفس کی تبدیلی ہے۔ حضرت خواجہ اپنے درویشوں کو فرمایا کرتے کہ اپنے نفسوں پر تہمت لگاؤ۔ جس درویش کو اس عمل کی توفیق مل جاتی آپ اس کے ساتھ اس عمل کے مطابق معاملت فرماتے۔ اور تحقیق کے ساتھ دوبارہ اسے اس عمل میں لگا دیتے۔ اور اسے اس عمل کی "سعادتِ بسیار" حاصل ہو جاتی۔ جیسا کہ آیت میں اشارہ ہے۔ "وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیۡ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ" (یوسف ۵۳) ہر گناہ و معصیت جو بندہ اپنے نفس پر کرے تو یہی کہے کہ حقیقت میں اس سے بھی زیادہ متصور ہو سکتی ہے" وما ابری نفسی وما از کیہا" کا مفہوم یہ ہے کہ بشر سے جو نقل کریں سب ممکن ہے۔ اُس عزیز نے حقیقت حال یوں بیان کی۔

زہر بدی کہ تو دانی ہزار چندانم
مرا ندانند ازیں گو نہ کس کہ من دانم
بہ آشکار بدم در نہان زبد بترم
خدای داند و من ز آشکار و پنہانم

اس مقام پر آپ فرماتے "جو کوئی عنایت حق سے اپنے نفس کی بدی پہچان لیتا ہے، اور اس کے "حیلے و بہانے" جان لیتا ہے۔ اس کے نزدیک یہ عمل آسان ہے۔ اس راہ پہ بہت سے چلنے والے ایسے بھی ہیں جنھوں نے لطفِ الٰہی کی مدد سے دوسرے کا گناہ خود برداشت کیا ہے۔ اور اس کا بوجھ اٹھایا ہے اور اپنا ظاہر و باطن اس دوست پر فدا کیا ہے۔

از خود چو گزشتی ہمہ عیش است وخوشی

"اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَ نْفُسِكُمْ" (الاسریٰ ۷) یعنی اگر تم نے کوئی نیک کام کیا تو اپنے لئے کیا۔ ہمارے خواجہ قدس سرہٗ سے اکثر ان باتوں کا ظہور ہوا جو آیاتِ قرآنی کے اشارات و رموز، احادیثِ نبوی، آثارِ صحابہ اور سلف صالحین کی سیرتوں سے ثابت تھیں، آپ فرمایا کرتے "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِهٖ (النساء ۱۳۶) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اِس طرف اشارہ ہے کہ ہر لحہ اس طبعی وجود کی نفی کرنی چاہیے۔ اور معبود حقیقی کا اثبات کرنا چاہیے، کیونکہ " وجودک ذنب لا یقاس بہ ذنب " تیرا وجود ایسا گناہ ہے جس کے ساتھ کوئی گناہ قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت جنید قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں ساٹھ سال سے ایمان لایا ہوں، اور ہمارے خواجہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں" اگر چہ نماز، روزہ اور ریاضت و مجاہدہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے راستے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک حضرت احدیت تعالیٰ و تقدس کے ساتھ قریبی راستہ "نفی وجود" ہے۔ یہ ضرور ہونی چاہیے۔ مگر یہ اختیار کو چھوڑنے اور قصور اعمال کو دیکھنے کے بغیر حاصل نہیں ہوتی، ایک روز حضرت خواجہ ما قدس سرہٗ نے یہ لفظ مبارک" ادا فرمائے" ماسوا سے تعلق اس راستے کا بہت بڑا حجاب ہے"۔

تعلق حجاب است و بیحا صلی

ازیں بندھا بگسلی، واصلی

اس ضعیف کے دل میں خیال آیا کہ ایمان و اسلام سے بھی تعلق ہونا چاہیے کہ اس میں نقصان ہے، حضرت خواجہ نے اس شکستہ کی طرف توجہ فرمائی اور مسکراتے ہوئے فرمایا تو نے منصور حلاج کا یہ شعر نہیں سنا

کفرت بدین اللہ و الکفر واجب"

علی وعند المسلمین حرام" و قبیح"

پھر فرمایا ایمان اور اسلام حقیقی ہے اور اہل حقیقت نے ایمان کی اس طرح

تعریف کی ہے۔" الایمان عقد القلب بنفی جمیع ما تولهت القلوب الیہ من المضار والمنافع سوی اللہ عزوجل " ایمان سے مراد اللہ عزوجل کے سوا سب سے تعلق توڑ لینا ہے جن کی طرف دل مائل ہو سکتے ہیں، خواہ وہ نفع دینے والے ہوں یا نقصان دینے والے۔

ایک درویش کی مشکل: منقول ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ ماقدس سرہٗ کے منظوروں میں سے ایک حنفی مذہب درویش، آپ کے ہی کسی درویش سے ایمان کی تقریر و تحقیق کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا، اور ایمان کی تعریف میں اقرار و تصدیق پر تسلیم کو زیادہ کر رہا تھا۔ وہ اس کی مثال دیتا اور مبالغہ کرتا تھا۔ اس کی یہ بحث حضرت خواجہ کی سمعِ مبارک میں پہنچی۔ آپ نے اس درویش سے فرمایا "تیرا اس بحث سے تعلق ہو چکا ہے۔ اسی میں مصلحت ہے کہ اس "ایمان تقلیدی" سے گزر جا"۔ وہ درویش مضطر و متحیر ہوا، کہ وہ اس سے نہیں گزر سکتا تھا۔ حضرت خواجہ نے اس سے فرمایا "اس کے بعد تجھے درویشوں کی صحبت نہ ملے گی"۔ اس کی طاقت ختم ہو گئی۔ اس نے حضرت خواجہ سے مدد طلب کی اور "تضرع بسیار" سے کام لیا۔ تب عنایت الٰہی نے سہارا دیا اور وہ "عقبہ تقلید" سے گزر گیا، اس کا حال بہت اچھا ہو گیا، جب وہ اس حال سے باز آیا تو بہت ہی مضطرب ہوا۔ اس نے درویشوں کی جماعت میں کہا "کاش حضرت خواجہ اس سے پہلے ہی مجھ پر یہ کرم فرما دیتے"۔ الحمد للہ کہ حضرت الٰہ تعالیٰ و تقدس نے مجھے "عقبہ تقلید" سے گزار دیا اور ایمان حقیقی کی سعادت عطا فرمائی، اور وہ نفی میں آیا ہے"۔

خواجہ علاء الدین کا واقعہ: ایک روز حضرت خلافت پناہ خواجہ علاء الدین عطر اللہ تربتہٗ و کثر قربتہٗ نے بخارا کے درویشان کبار میں سے ایک درویش سے ملاقات فرمائی جو نسبت خلوت سے مشہور تھا، ان دونوں کے درمیان ایک قصہ ہوا کہ عالمِ غیرت سے اس "درویش خلوی" پر غلبہ ہو گیا۔ وہ معنیٰ حضرت خواجہ تک پہنچا تو

انہوں نے خواجہ علاء الدین کی طرف توجہ کی اور فرمایا ''تو ولی ہے'' انہوں نے اپنے آپ سے اس صفت کی نفی کی، حضرت خواجہ نے دوبارہ فرمایا'' میں کہتا ہوں تو ولی ہے''۔ انہوں نے تضرع و مسکنت سے کام لیا، جیسا کہ ظاہر و باطن میں ان کا وظیفہ تھا۔ خصوصاً جب وہ حضرت خواجہ کے حضور حاضر ہوتے، حضرت خواجہ نے فرمایا'' اگر تو ولی نہیں تو ولایت کی صفت سے گزر جا''، وہ متوقف ہوئے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا'' تیرا کوئی چارہ نہیں۔ اگر میری صحبت چاہتا ہے تو ولایت کی صفت سے گزر جا''۔ حضرت علاء الدین نے فرمایا کہ حضرت خواجہ کی برکت و توجہ سے حق سبحانہ' و تعالیٰ کی عنایات نصیب ہوئیں اور مجھے اس'' عقبہ و حجاب'' سے نکال لیا، میں نے دیکھا جو دیکھا اور میں نے معلوم کیا کہ ہر کمال و حال اس سے شریف تر نہیں۔ اس راہ کے راہگوار اور اس کے مقصود کے درمیان دنیا کا تھوڑا سا تعلق اور دل بستگی بھی سد عظیم اور حجاب اکبر ہے۔

گر بستہ بہ جوئے زآں موئے در حجابی

نفی وجود کا ایک انداز: بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ قدس اللہ روحہ' کو فین میں تشریف فرما تھے، آپ کے درویشوں کی ایک جماعت اور ان اطراف کے لوگ آپ کے ہمرکاب تھے۔ آپ اس حال میں محو گریہ تھے، کہ حاضرین پر بھی گریہ طاری ہو گیا، آپ کے حال سے کوئی شخص بھی مطلع نہیں تھا۔ ایک ساعت بعد حضرت خواجہ نے'' مسکنت و انکسار'' کے ساتھ فرمایا، اس کے باوجود کہ یہ خرابی، عجز و افلاس اور بے حاصلی رکھتا ہوں، میں اس قابل نہیں کہ میرے سلام کا جواب دیا جائے، حق تعالیٰ و تقدس نے مجھے مخلوق کے درمیان رسوا کیا ہے اور ان کو میرے ساتھ مشغول کیا ہے، مگر کسی کو میرے حال کی کوئی خبر نہیں ۔

اے دریغا کس نمی داند مرا

گر بد اندم برا نندم ز شہر

حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ' کے ان کلمات'' مرا با خلق چہ کا

راست" سے معلوم ہوتا ہے کہ اس راہ کے سالک سے جب کسی مقام پر وجودی علامت کا اظہار ہو تو عنایت حق کی مدد سے اس کی نفی کرنی چاہیے۔ اور حق ہے بھی وہی جو حضرت خواجہ نے فرمایا۔ اس لئے کہ جب بندہ احوال، صفات، حرکات، سکنات، خطرات اور قلبی وقالبی وسری اور دوسرے تعلقات میں پوری طرح حق کے ساتھ مشغول نہ ہو اور خود سے تمام منقطع نہ رہے، بطریق حقیقت اس پر "اسم بندگی" مطلق درست نہیں آتا۔ اور وہ "سعادت اخلاص" سے مشرف نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس جہت سے بشری تعلقوں اور نفس بدفرما کی ہواؤں کی بہت سی شاخیں ہیں۔ ہر لحظہ "رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ" ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف پلٹے ہیں) کے حکم کے مطابق ہر ایک شاخ سے تبراء، بے زاری اور انقطاع ہونا چاہیے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا "فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى" (البقرہ ۲۵۶) پس جو انکار کرے طاغوت سے اور ایمان لائے اللہ پر اس نے مضبوط سہارا تھام لیا۔) میں حق کے ماسواء طاغوت ہے۔ طاغوت کا انکار اور حق پر ایمان ہر قدم پر سالک کیلئے شرط لازم ہے، حضرت پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے۔ "اَلْهَوٰى عِنْدَ اللّٰهِ اَبْغَضُ مِنْ جَمِيْعِ الْاٰلِهَةِ" اللہ کے نزدیک جمیع معبودانِ باطلہ میں سے سب سے بڑا معبود "نفسانی خواہش" ہے۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ ۝" (الجاثیہ ۲۳) کیا تم نے اسے نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا۔ وہ بے چارہ گمان کرتا ہے کہ وہ خدا کا بندہ ہے۔

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلی
حاصلِ خواجہ بجز پندار نیست

حدیث صحیح میں وارد ہے "تعس عبدالدرهم تعس عبد الزوجة" یعنی درہم کا بندہ اور عورت کا بندہ ہلاک ہوا" ہاں ہاں! ہر کوئی اس چیز کا بندہ ہے جس کی وہ پو

جا کرتا ہے۔

ہر چیز کہ اندر دو جہاں بندہ، آنی

آنست ترا در دو جہاں مونس و معبود

ضرور سب سے تعلق توڑنا چاہیے اور حق تعالیٰ و تقدس سے تعلق جوڑنا چاہیے۔

درویش کی تعریف: منقول ہے کہ حضرت عزیزان علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ درویشی کیا ہے، فرمایا" بر کندن و پیوستن " اکھاڑنا اور لگانا یعنی غیر سے (دل کو) اکھاڑ کر حق تعالیٰ کے ساتھ لگانا۔ اس طائفہ کے بزرگوں میں سے کسی ایک کا سخن ہے۔ جس نے ماسوائے حق سے بسلامت رستگاری حاصل کی وہ مسلمان ہے۔ اور جسے اس کی" مرادات و مقاصد" سے مامون کر دیا گیا وہ دو جہان میں مومن ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ" (ال عمران ۱۷۹) یعنی اللہ مومنوں کو اس حال میں ہرگز نہ رکھے گا جس میں تم اس وقت پائے جاتے ہو وہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ کر دے گا، جو انسان کی مراد اور خواہش ہے۔ خبیث ہے۔ اور یہ بھی اسی کا سخن ہے۔ جب تم نے تمام موجودات آسمانوں، زمینوں، عرش و فرش کو واپس چھوڑ دیا اور" پہنچے اور نہ پہنچے" کے بند سے کو آزاد کرا لیا اور تم دیکھنے اور نہ دیکھنے کی توقع سے پاک ہو گئے تو گویا تمام بلاؤں اور آفتوں سے محفوظ ہو گئے، اس راستے میں تمہارے لئے تمہارے وجود سے سخت تر کوئی" بلا" نہیں اور مریدوں کی تمنا سے قاتل تر کوئی زہر نہیں، ان تمام (لعنتوں) کو ترک کرنا چاہیے۔ آخری سخن جو حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ نے اس بندہ ضعیف کو" بطریق وصیت" فرمایا اس معنی، میں یہ شعر موجز و کافی ہے

تا در نزنی بہ ہر چہ داری آتش

ہرگز نشود حقیقت وقت تو خوش

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار میں لکھا ہے کہ وہ بعض، بعض سے کہا

کرتے تھے "تعال نو من ساعۃ" آؤ ایک ساعت ایمان لائیں، یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ اگر اس راستے کے طالبان ایک دوسرے کی صحبت اختیار کریں تو اس میں بہت زیادہ خیر و برکت ہے۔ امید ہے اس پر "ملازمت و مداومت" حقیقی ایمان اور اسلام کے ساتھ منتہی ہوگی۔ خلافت پناہ حضرت خواجہ علاء الحق و الدین نور اللہ مرقدہٗ مجالس صحبت میں تکرار کے ساتھ بتاکید و تحقیق اس طرف اشارہ فرمایا کرتے تھے اور درویشوں کو ایک دوسرے کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیتے تھے کہ صحبت، سنت موکدہ ہے۔ اور فرماتے ہیں قول تعالیٰ ہے "وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ" (الضحیٰ ١١) یعنی اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ یہ حضرت منعم علی الاطلاق عمت نعماءہ کا حضرت پیغمبر ﷺ کو حکم ہے کہ ہماری نعمت ہدایت و عنایت کو اپنے ساتھ بیان کرو اور ہمارے الطاف ربوبیت کو اس پر چھوڑ دو، اس جگہ حضرت حق جل جلالہ کی صفت محبت کی پرورش کی طرف اشارہ ہے جو کہ حضرت رسالت ﷺ کے جوہر وجود میں ہے۔

حدیث قدسی میں ہے کہ "حضرت صمدیت عز سلطانہٗ نے حضرت داؤد پیغمبر صلوات اللہ علیہ سے خطاب فرمایا "ما را دوست دار و دوستان ما را دوست دار" ہمیں دوست رکھ اور ہمارے دوستوں کو دوست رکھ، اور ہمارے بندوں کو ہمارا دوست بنا، حضرت داؤد نے عرض کی "بار خدایا! یہ کر سکتا ہوں کہ میں تجھے دوست رکھوں اور تیرے دوستوں کو دوست رکھوں مگر یہ نہیں کر سکتا کہ تیری محبت تیرے بندوں کے دلوں میں پیدا کر دوں، اللہ پاک عز وعلا نے حضرت داؤد سے فرمایا "ہر حال میں میرے بندوں کے ساتھ میری نعمتوں کا ذکر کیا کر۔ اور یاد دلایا کر، ایسے گویا تو نے ہماری محبت ہمارے بندوں کے دلوں میں پیدا کر دی۔

فرمودات مبارکہ:

☆......اور فرمایا کرتے، حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان پاک "مَنِ اسۡتَوٰی یَوۡمَاهُ فِی دِیۡنِهٖ فَهُوَ مَغۡبُوۡنٌ وَمَنۡ کَانَ غَدُهٗ شَرَّ یَوۡمِهٖ فَهُوَ مَلۡعُوۡنٌ وَمَنۡ لَمۡ

یَکُنْ فِی الزِّیَادَۃِ فَھُوَ فِی النُّقْصَانِ وَمَنْ کَانَ فِی النُّقْصَانِ فَالْمَوْتُ خَیْرٌ لَّـہٗ،،(یعنی جس کے دودن اس کے دین میں برابر ہوں وہ مغبون ہے۔جس کا کل اس کے آج سے برا ہو وہ ملعون ہے، جو عروج حاصل نہ کرے وہ نقصان میں ہے،اور جو نقصان میں ہے سو موت اس کیلئے بہتر ہے) راہِ حق کے مسافر کی طرف اشارہ ہے۔چاہیے کہ طالب کے دو روز مزید یقین کی طلب میں برابر نہ ہوں۔

☆......اور فرمایا کرتے،حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادِ مبارک " اَکْثِرُوا السُّوال مِنَ اللّٰہِ تَعَالیٰ حَتیّٰ الْمِلْحَ لِقُدُوْرِکُمْ وَالشَّسْعَ لِنِعَالِکُمْ "میں "اکثروا السوال" کا ایک معنی یہ ہے کہ حضرت عزت جل انعامہ سے ایک نعمت طلب کرنے کیلئے اتنی تضرع سے کام لے کہ حاصل کرلے،پھر اسی طرح دوسری بھی اسی طریقے سے طلب کرے۔اخبار میں آیا ہے کہ" اِنَّ اللّٰـہَ تَعَالیٰ یُحِبُّ الْمُلِحِیْنَ فِی الدُّعَا" اللہ تعالیٰ دعا میں الحاح کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے،فرمان رسول ﷺ مَا کَرِھتَ اَنْ یَّرَاہُ النَّاس مِنْکَ فَلَا تَفْعَلْہُ اِذَا خَلَوت سے مراد یہ ہے کہ درویش کو خلوت میں یکساں رہنا چاہیے۔اور جو ادب وہ لوگوں کے سامنے ملحوظ رکھتا ہے اسے تنہائی میں بھی ملحوظ رکھے۔

☆......اور فرمایا کرتے،حضور پاک ﷺ نے فرمایا" اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ "یہ نماز کے حقیقی درجات کی طرف اشارہ ہے،چنانچہ "زمانِ تحریمہ" میں چاہیے کہ حضرتِ حق کی اکبریت نماز ادا کرنے والے کے وجود میں عیاں ہو۔اور اس میں خشوع وخضوع پیدا ہو تاکہ وہ حال میں اِستغراق حاصل کرلے۔اس صفت کا کمال حضرت رسالت ﷺ کو نصیب تھا۔اخبار میں وارد ہوا ہے کہ نماز میں حضرت پیغمبر ﷺ کے سینہ مبارک سے ایسی آواز آتی کہ مدینہ سے باہر سنائی دیتی،" وَلَہٗ اَزِیْزٌ کَاَزِیْزِ الْمِرْجَلِ" سے اسی طرف اشارہ ہے۔

بخارا کے علماء میں سے ایک عالم نے حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ سے سوال کیا کہ نماز میں حضور کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا "طعام حلال کھانے سے جو وقوف و آگاہی کے ساتھ کھایا جائے نیز بیرون نماز کے اوقات میں اور وضو اور تحریمہ کے زمان میں وقوف کی رعایت ہونی چاہیے۔

☆......اور فرمایا کرتے " الصوم لی وانا اجزی به " سے مراد صوم حقیقی ہے، جو کہ ما سواسے کلی امساک ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے ،حضور ﷺ نے فرمایا" نصیب امتی من نار جهنم كنصیب ابراهیم من نار نمرود "میری امت کا نار جہنم سے نصیب نار نمرود سے ابراہیم کے نصیب کی طرح ہے۔اور حضور ﷺ کے فرمان" لا تجتمع امتی علی الضلالة '(میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی) میں امت سے مراد امت متابعت ہے، امت تین طرح کی ہے۔امت دعوت، امت اجابت، اور امت متابعت۔

☆......اور فرمایا کرتے ،قول رسول ﷺ" الفقراء الصبر هم جلساء الله يو م القيامة ای المقر بون غاية القر ب" سے اہل ظاہر کے بیان حال پہ اشارہ ہے اور فقر کی دو نوع ہیں، فقر اختیاری اور فقر اضطراری ۔ اور یہ بہتر ہے کہ حق کا اختیار بہ نسبت بندہ ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے : جو حدیث قدسی میں وارد ہے میں اس کا جلیس ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے، یہ اہل باطن کے بیان کی طرف اشارہ ہے

☆......اور فرمایا کرتے ،حضور ﷺ کے ارشاد" لی مع الله وقت لا يسعنى فيه ملک مقرب ولا نبی مر سل" کا یہ معنیٰ ہے کہ ایک آن ایسی ہے جس میں مرا حال ایسا ہوتا ہے کہ اس حال میں کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل ملاحظ نہیں ہوتا، اور یہ حال بعض اوقات مبتدی کو بھی درپیش ہو تا ہے ۔ اور دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ میرا حال ایسا ہوتا ہے کہ وہ حال ہر ملک مقرب اور نبی مرسل کے حال سے اعلیٰ و اشرف ہے۔ اور وہ حال ہمارے رسول ﷺ کی ولایت نبوت سے عبارت ہے۔

چنانچہ بعض مشائخ کرام فرماتے ہیں "اَلْوَلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ" "ولایت نبوت سے افضل ہے۔ اور دیگر شاید اس معنیٰ کی طرف بھی اشارہ ہو کہ جب حق تعالیٰ اپنے بندے میں صفتِ جمال کے ساتھ تجلی فرماتا ہے تو اس بندے کا وجود اتنا بزرگ ہو جاتا ہے کہ عالم میں نہیں آ سکتا۔

☆......اور فرمایا کرتے، حضور ﷺ کے فرمان "ان اللہ تعالیٰ تسعۃ و تسعین اسما مائۃ غیر واحدۃ فمن احصاھا دخل الجنۃ" میں احصاھا "کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی کو شمار کرے اور ایک معنیٰ یہ ہے کہ ان ناموں کو جان لے، اور ایک معنیٰ یہ ہے کہ ان ناموں کے موجبات کے مطابق عمل کرے، مثلاً جب رزاق کہے تو اصلاً اس کی خاطر طبع پر روزی کا غم نہ گزرے۔ اور جب متکبر کہے تو اس نام سے حق تعالیٰ کی عظمت، کبریائی اور بادشاہی کو جان لے، پس حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ سے سوال کیا گیا جب "تسعۃ تسعین" (۹۹) مذکور ہوا تو "مائۃ غیر واحدۃ" (ایک کم سو) کے ذکر کی کیا احتیاج تھی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا "اس طرح سے تاکید کی گئی کہ عرب کو حساب کے باب میں مہارت نہیں تھی۔ اور وہ اس کی طرف التفات نہ کرتے تھے۔ اسی لئے حضرتِ رسالت ﷺ نے مہینے کے روزوں کے بارے میں فرمایا "الشھر ھکذا و ھکذا و ھکذا" انگلیوں سے اشارہ فرمایا اور تیسری مرتبہ تو انگلیوں کو اٹھایا جس سے محسوس ہو گیا کہ چاند ۲۹ دن کا ہوتا ہے، یہ زبان سے نہ فرمایا۔ (بلکہ اشارے سے بتا دیا)

☆......اور فرمایا کرتے، حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان "امط الاذی عن الطریق" سے مراد آزادی نفس ہے۔ اور طریق سے مراد راہِ حق ہے۔ یعنی اپنے نفس کو چھوڑ اور بلند ہو جا۔

خود را بر در بمان و آنگہ در رو
در راہ تو خاشاک و خسی نیست تو ئی

زیر دیوار وجود تو، تو ئی گنج گہر

گنج ظاہر شود ار تو زمیان برخیزی

اور وہ جو حدیث قدسی میں وارد شدہ ہے "نفسک مطیتک فارفق بھا" نفس مطمئنہ کی طرف اشارہ ہے جو "الا مارحم ربی" (مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے) کی خلعت سے مشرف ہوا ہے۔ بعض اولیاء اللہ کا حال یہ ہے ان کا نفس "مقام انقیاد" میں اس جگہ پہنچ جاتا ہے کہ اگر وہ اسے کوئی حکم کریں تو وہ ان کے حکم کے خلاف نہیں کرتا۔

☆......اور فرمایا کرتے، ولایت، بہت بڑی نعمت ہے۔ ولی کیلئے چاہیے کہ وہ جانے کہ وہ ولی ہے تا کہ وہ اس نعمت کا شکر قائم کرے۔ ولی عنایت الٰہی کا محفوظ ہے۔ اس کو اس پر نہیں رہنے دیتے، اور آفاتِ بشری سے (اسکی) حفاظت کرتے ہیں، خوارقِ عادات کے ظہور اور احوال و کرامت پر کوئی اعتماد نہیں، کام تو اقوال و افعال میں استقامت رکھنا ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "حقائق التفسیر" میں اس آیت "فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ" کی تفسیر میں اربابِ حقیقت میں سے کسی کا (قول) نقل فرمایا ہے۔ "کن طالب الاستقامۃ لا طالب الکرامۃ فان ربک یطلب منک الاستقامۃ ونفسک تطلب منک الکرامۃ" یعنی استقامت کا طالب بن کرامت کا طالب نہ بن، بے شک تیرا رب تجھ سے استقامت چاہتا ہے اور تیرا نفس تجھ سے کرامت طلب کرتا ہے۔ اس طائفہ مبارک کا ایک سخن ہے کہ اگر ولی باغ میں آئے اور درخت کے ہر پتے سے آواز سنائی دے، "یا ولی اللہ" یہی چاہیے کہ ظاہر و باطن سے اسے اس آواز کی طرف کوئی التفات نہ ہو بلکہ ہر لحظہ صفتِ بندگی و عاجزی میں اس کی کوشش زیادہ ہوتی رہے، اس مقام کا کمال حضرتِ مصطفٰے ﷺ رکھتے تھے۔ کہ ہر چند اللہ کا انعام و اکرام ان کی نسبت (پہلے سے) بیش

تر ہوتا تھا اور ان کی بندگی، نیاز ومسکنت (پہلے سے) بیش تر ہوتی تھی۔ اس جگہ فرماتے " افلا اکون عبداً شکوراً" کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اور قصورات حکمت سے جو کچھ دل پر گزرے اس میں اس کے وجود بشری کی نفی ہے۔

☆...... اور فرمایا کرتے، اس راہ کے مسافر کو اولیاء اللہ کی جمعیت سے ولایت خاصہ ملتی ہے۔

☆...... اور فرمایا کرتے، اس طائفہ کی تین قسمیں ہیں۔ مقلد، کامل اور کامل مکمل، مقلد سنے ہوئے پر عمل کرتا ہے۔ اور کامل خود سے تجاوز نہیں کرتا اور کامل مکمل جز تربیت کے کچھ نہیں کرسکتا۔

☆...... اور فرمایا کرتے، ارادت، تسلیم اور بے اختیاری بزرگ کام ہے۔ ارادت میں سخن فرما ہوئے ہمارا مختار یہ ہے کہ " الارادۃ ترک الارادۃ فی الارادۃ " یعنی ارادت میں ارادے کو چھوڑنا ہی ارادت ہے۔ مرید کو چاہیے کہ اپنے آپ کو مقتدا کی رضا پر بالکل چھوڑ دے۔

ما اختیار خویش ہم از دست دادہ ایم
کان اختیار شاہ ہماں اختیار ما است

ہمارا اختیار یہ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو طالب کو طریق جذبہ میں اور اگر چاہیں تو طریق سلوک میں، مشغول کر دیں۔ مرشد، طبیب حاذق ہے۔ جس طرح کا علاج حال مسترشد کے موافق ہو تجویز کرتا ہے۔ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہر بندہ کے ساتھ اپنی حکمت بالغہ کے مطابق معاملہ کرتا ہے۔ ایک کو "فقر و شدت" میں رکھتا ہے اور ایک کو "غنا و ثروت" میں۔

☆...... اور فرمایا کرتے، طالب کو چاہیے کہ وہ پہلے کچھ دیر ہمارے دوستوں کی صحبت میں رہے تاکہ اس میں ہماری صحبت کی قابلیت پیدا ہو سکے۔

دیدی وقت سفتن مرد حکاک

به شاگردان دهد در خطر ناک

☆......اور فرمایا کرتے، ہمارا طریقہ نوادر میں سے ہے۔ اور مضبوط سہارا ہے۔ یہ سنت مصطفےٰ کی متابعت کے دامن میں ہاتھ مارنا ہے۔ اوران کے صحابہ کرام کے آثار کی اقتدا کرنا ہے۔ اس راہ میں (وہ) ہمیں بذریعہ فضل لائے ہیں، اول سے آخر تک ہم نے ہمہ فضل حق کو مشاہدہ کیا ہے۔ اپنا عمل نہیں۔ اس طریقہ میں مختصر عمل کے ساتھ بھی زیادہ فتوح ملتی ہے لیکن متابعتِ سنت کی رعایت بہت ہی بزرگ کام ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے، جو کوئی ہمارے طریقے سے روگردانی کرتا ہے۔ خطرِ دین میں پڑتا ہے۔ خواجہء اقدس اللہ روحہٗ سے سوال کیا گیا، "آپ کی حضوری کیسے مل سکتی ہے۔" فرمایا "متابعت رسول سے"۔

☆......اور فرمایا کرتے، ہمارا طریقہ "صحبت" ہے۔ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے، خیریت، جمعیت میں ہے اور جمعیت صحبت میں ہے، اور صحبت ایک دوسرے میں نفی ہو جاتا ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے، جو لوگ ہماری صحبت میں آتے ہیں (ان میں) بعض کے دلوں میں تخم محبت ہوتا ہے۔ لیکن تعلقات کے خاشاک کی وجہ سے نشوونما نہیں پاسکتا۔ ہمیں ان تعلقات کو پاک کرنا چاہیے اور ان میں بعض کے دلوں میں تخمِ محبت نہیں ہوتا ہمیں اسکو پیدا کرنا چاہئے۔

☆......اور فرمایا کرتے، جو کوئی ہم سے خاطر و محبت رکھتا ہے خواہ وہ ہم سے دور ہو اور خواہ نزدیک ہو شبانہ روز ہمیں اس کی نسبت کا خیال رہتا ہے۔ اور وہ ہماری شفقت و تربیت کے سرچشمہ سے فیض رسیدہ ہے۔ اگر وہ اپنے حال سے واقف رہے تو فیض کی راہ گزر کو خاشاکِ تعلقات سے پاک کردے۔

☆......اور فرمایا کرتے، ہمارے طریقہ میں سالک کو چاہیے کہ وہ نہ جانے کہ وہ

کس مقام میں ہے تاکہ وہ (مقام) اس کی راہ کا حجاب نہ ہو جائے۔

☆......اور فرمایا کرتے، مرشد کو چاہیے کہ طالب کی تین حالتوں ماضی، حال اور مستقبل سے باخبر رہے تاکہ اس کی تربیت کر سکے، اور یہ طالب کی شرائط میں سے ہے کہ وہ جس وقت سے حق تعالیٰ و تقدس کے کسی دوست کا مصاحب ہوا ہے (اس وقت سے) اپنے حال سے واقف رہے اور زمانہ صحبت کا زمانہ گزشتہ سے موازنہ کرے، اگر وہ خود میں نقصان سے کمال کی جانب تفاوت مشاہدہ کرتا ہے تو حکم "اصبت فالزم" کے مطابق اس عزیز کی ملازمت صحبت کو اپنے اوپر فرض عین جان لے۔

☆......اور فرمایا کرتے "الطریقة کلها آداب (طریقت تمام آداب ہی ہے) کے حکم سے اس راہ کی طلب کی شرائط میں سے (اہم شرط) ادب ہے۔ حق تعالیٰ و تقدس کی نسبت ادب، حضرتِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ادب اور مشائخ طریقت کی نسبت ادب۔ حضرتِ حق تعالیٰ و تقدس کی نسبت ادب یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں کمالِ بندگی کی شرط سے اس کے فرمانوں پر عمل کرے اور ماسوا سے بالکل اعراض کرے اور حضرتِ پیغمبر ﷺ کی نسبت ادب یہ ہے کہ خود کو مقام فاحبونی میں لائے اور جمیع احوال میں ان کی حرمت پر نگاہ کو واجب کرے اور ان کو حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام موجودات کا واسطہ سمجھے۔ ہر کہ هست و هر چه هست همه را سر بر آستانه عزت اوست جو کوئی ہے اور جیسے ہے سب کا سرانہی کے آستانہ عزت پر ہے۔ اور مشائخ کی نسبت ادب طالبان پر اس طرح واجب و لازم ہے کہ وہ سنت پیغمبر کی متابعت کا واسطہ ہیں اور دعوتِ خلق کو حق رسید کرنے کا مقام ہیں، پس درویش کو چاہیے کہ وہ غیب و حضور میں ان کا ادب نگاہ میں رکھے۔

☆......اور فرمایا کرتے "اولیاء اللہ اہلِ کرم ہیں۔ اور حضرتِ لایزال کے الطاف کا علم دینے والے ہیں اور طالبوں پر گزرنے والے تصورات و خطورات کو دیکھتے ہیں اور در گزر کرتے ہیں، احوال مختلف ہیں، الطافِ ربوبیت کے مشاہدہ میں کوبھی کاہ ہوتا ہے۔

پیش جوش لطف بے حد تو شاہ
توبہ کردن از گناہ آمد گناہ

حدیث پاک یا آثارِ صحابہ یا سخنانِ مشائخ میں آیا ہے "ترک الذنب ذنب" گناہ کا چھوڑنا گناہ ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے یہ طائفہ امین ہے۔ طالب سے اگر ذرہ کے برابر بھی گناہ ہو جائے اسے دیکھتے ہیں اور از راہِ تحقیق اس پر عیاں کر دیتے ہیں۔ مقامِ شفقت میں فروگزاشت نہیں۔

اگر بینی کہ نابینا و چاست
اگر خاموش بنشینی گناہ است

کبھی ان کی نظر میں تنکا بھی، پہاڑ ہوتا ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے: کہ اہل اللہ کے ساتھ وہ آدمی چل سکتا ہے جو اپنے آپ سے بالکل گزر چکا ہو۔

یا مکن باپیل بانان دوستی
یا برآور خانۂ برخورد پیل

☆......اور فرمایا کرتے: اہلِ ارشاد صیاد کی مثل استاد ہے۔ کہ دقائق صنعت کے ساتھ متوحش جانور کو قید کرتا ہے۔ اور اس صفت سے اسے 'مقامِ استیناس' میں لے جاتا ہے۔ اس جگہ چونکہ یہ گروہ حکمت والوں کا ہے اس لئے "صاحب طبعیت" طالب کے ساتھ حسن تدبیر سے وہ معاملہ (اختیار) کرتے ہیں کہ اس کو (سراپا) منقاد وتسلیم بنا دیتے ہیں۔، اور اس کو متابعتِ سنت کی طریقت میں داخل کرتے ہیں اور وہاں سے مقام وصول تک پہنچا دیتے ہیں۔

☆......اور فرمایا کرتے: اس طائفہ کا معاملہ ہر کسی کے ساتھ اس کی قابلیت کے

مطابق ہے۔ اگر طالب مبتدی ہے تو اس کا بار اٹھاتے ہیں اور اس کی خدمت کرتے ہیں۔ بارہ گاہ عزت جل سبحانہٗ سے خطاب ہوا "یا داود اذا رایت لی طالباً فکن لہٗ خادماً" اے داوٗد جب تو میرا کوئی طالب دیکھے تو اس کا خادم بن جا، خدمت بہت زیادہ کرنی چاہیے کہ طالب میں اس طریق کے سلوک کی قابلیت پیدا ہو جائے۔

☆...... اور فرمایا کرتے: اس راہ کا سلوک، اھل اللہ پہ یقین ہونے پر موقوف ہے۔

تا تو نہ بینی جمال عشق نہ گیرد کمال
می شنوی وصف یار راست نیاید شنید

سالک کے تمام اعمال اس طریق پر ہونے چاہئیں تا کہ نتیجہ ظاہر ہو جائے اور تفصیلی معرفت جو کہ طالبوں کا انتہائی مقصد ہے حاصل ہو سکے۔ اس لئے حقیقت اہل اللہ کے بارے میں (صرف) طالب کے حسن عقیدت سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، اس کا اعتقاد تو معمولی چیز سے متبدل ہو سکتا ہے۔

☆...... اور فرمایا کرتے: تلقین ذکر پیر کامل مکمل سے ہونی چاہیے تا کہ موثر ثابت ہو۔ اور اس کا نتیجہ ظاہر ہو، تیر ترکش سلطان سے حاصل کرنا چاہیے تا کہ حمایت کر سکے، ہم نے تلقین ذکر خلیفہ حضرت شیخ بزرگوار خواجہ محمد بابا سماسی سے حاصل کی۔

☆...... اور فرمایا کرتے، حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ والغفران سے ذکر کے دو طریقے منقول ہیں۔ جہر اور خفیہ۔ اور ہم نے خفیہ کو اس جہت سے اختیار کیا کہ وہ اقویٰ و اولیٰ ہے۔

☆...... اور فرمایا کرتے: وقوف عددی علم لدنی کا مرتبہ اول ہے۔ دانشمند صالح نے نقل کیا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ نے وقوف عددی تلقین فرمانے سے پہلے اپنے سلسلے کا بیان فرمایا اور اسے حضرت شیخ یوسف ہمدانی تک پہنچایا اور فرمایا ایک روز خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ اپنے استاد امام صدر الدین سے تفسیر پڑھ رہے تھے کہ

اس آیت پر پہنچے" ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ" یعنی اپنے رب کو زاری اور خفیہ طریقے سے پکارو، وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا، (الاعراف ۵۵) تو اپنے استاد سے سوال کیا کہ یہ خفیہ جو حضرت حق سبحانہٗ نے فرمایا، کیا طریقہ ہے۔ اگر ذاکر بلند پڑھے یا مقام ذکر میں اعضا کو حرکت دے وہ غیر واقف ہو جاتا ہے۔ خفیہ نہیں رہتا، اور اگر دل سے کرے تو" الشیطان یجری فی عروق ابن آدم مجری الدم " یعنی شیطان ابن آدم کی رگوں میں خون کی طرح گردش کرتا ہے، وہ واقف ہو جاتا ہے۔ استاد نے فرمایا یہ علم لدنی ہے۔ اگر حق تعالیٰ نے چاہا تو اہل اللہ میں سے کسی کو تیرے پاس بھیج دے گا۔ جس کی برکتِ صحبت سے یہ تجھے معلوم ہو جائے گا، حضرت خواجہ عبدالخالق منتظر رہتے تھے جہاں تک کہ حضرت شیخ پہنچے اور انہیں وقوفِ عددی کی تلقین فرمائی۔

☆ ...... اور فرمایا کرتے: "الا اللہ" معبودِ طبیعت کی نفی ہے اور معبودِ برحق کا اثبات ہے۔ اور اس ذکر کا مقصود یہ ہے کہ ذاکر کلمہ توحید کی حقیقت تک رسائی حاصل کرلے۔ اس کا زیادہ پڑھنا شرط نہیں، حقیقت کلمہ یہی ہے کہ کلمہ پڑھنے سے ماسوا کی بالکل نفی ہو جائے۔

☆ ......اور فرمایا کرتے: وقوفِ زمانی جو اس راہ کے مسافر کی کارگزار ہے، وہ یہ ہے کہ اپنے احوال سے واقف رہے۔ کہ ہر زمانے میں اس کی صفت وحال کیا ہے۔ موجب شکر ہے یا موجب عذر ہے۔

☆ ......اور فرمایا کرتے، "کار سالک" کی بنیاد ساعت پر استوار ہے تاکہ وہ اپنے نفس کی خبر حاصل کرلے کہ آیا اسے حضور نصیب ہوا ہے کہ نہیں۔ اگر اس کی بنیاد "نفس" پر استوار ہو تو وہ یہ دوصفات حاصل نہیں کرسکتا

☆ ......اور فرمایا کرتے، سالک حضرات، شیطانی اور نفسانی خواطر کو دفع کرنے میں، مختلف ہوتے ہیں، بعض تو وہ ہیں جو نفس اور شیطان کی جانب سے دل

میں آنے والی کسی بھی چیز کو فوراً دیکھ لیتے ہیں، اور وہیں سے اسے دفع کر دیتے ہیں،
اور بعض وہ ہیں، جو اس چیز کو دل میں قرار پکڑنے سے پیش تر دفع کر دیتے ہیں اور
بعض وہ ہیں جو اس چیز کے دل میں آنے اور قرار جمانے کے بعد اسے دفع کرتے ہیں
یہ بات چنداں فائدہ مند نہیں ہوتی، لیکن اگر اس چیز کے منشاء اور اسکے "انتقالات"
کے سبب کو پیدا کر لیں، تو فائدہ سے خالی نہیں۔

☆......اور فرمایا کرتے، ایک صفت سے دوسری صفت میں "تحول اور انتقال"
کی کیفیت کو شناخت کرنا بہت ہی دشوار ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے، وہ امور جن کے واسطے سے اہل عرفان راہ یاب
ہوتے ہیں اور دوسرے نہیں ہوتے، وہ تین ہیں، مراقبہ، مشاہدہ اور محاسبہ۔ المراقبہ
نسیان رویۃ المخلوق بدوام النظر الی الخالق یعنی رویت مخلوق کو فراموش
کر کے ہمیشہ خالق کی طرف دیکھنا مراقبہ ہے، گویا سالک کو چاہیے کہ ہمیشہ "جنابِ
احدیت" کی جانب دیکھتا رہے۔ اور جمیع مخلوقات کی ہستی پر نیستی، فنا اور نسیان رقم کرتا
رہے، دوام مراقبہ، نادر ہے، اس طائفہ سے بہت تھوڑے لوگوں نے یہ معنیٰ حاصل کیا
ہے۔ اور ہم نے اس کے حصول کا طریقہ پالیا ہے۔ اور وہ ہے نفس کی مخالفت کرنا اور
غیبی واردات کا مشاہدہ کرنا جو دل میں نزول کرتی ہے، چونکہ زمانہ گزرنے والا ہے اسلئے
اسے سکون نہیں اور ہم اس واردات کا ادراک نہیں کر سکتے۔ ہاں قبض اور بسط کا حال ہو
تو ہم اسے دریافت کر سکتے ہیں، قبض میں صفت جلال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور بسط
میں جمال کا، اور محاسبہ یہ ہے کہ خود پر گزرنے والی ہر ساعت کا ہم حساب کریں کہ وہ
گزر گئی اور حضور کیا حاصل ہوا، اگر یہ دیکھیں کہ سب نقصان ہوا تو چاہیے کہ ہم
بازگشت کریں، اور از سر نو عمل شروع کریں، حضرت خواجہ عزیزان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے
منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ عمل کرنا چاہیے اور اسے "ناکردہ" سمجھنا چاہئے۔ اور خود
کو گنہگار جاننا چاہیے اور عمل نئے سرے سے کرنا چاہیے۔ چونکہ یہ راہ ان تین

(اصولوں) میں ہے، دوسرے ان کے بغیر کسی اور طرح سے اس راہ کو طلب کرتے ہیں اوراس جہت سے اسے نہیں پا سکتے، حضرت خواجہ علاؤالحق والدین نوراللہ مرقدہ وطیب مشہدہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ ماقدس سرہٗ کی برکتِ نظر سے طالبان راہ کا حال یہ ہوتا تھا وہ پہلے قدم پر ہی مراقبہ کی سعادت سے مشرف ہو جاتے اور حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کی وہ نظر جب کچھ زیادہ ہوتی تو وہ ''درجہ عدم'' میں پہنچ جاتے اور وہ خود سے فانی اورحق کے ساتھ باقی ہو جاتے، اوراس حال میں حضرت خواجہ یوں فرمایا کرتے تھے کہ ہم ''دولتِ وصول'' کا واسطہ ہیں، اب ہم سے منقطع ہو کر مقصودِ حقیقی سے پیوست ہونا چاہیے۔ تکمیل اور ایصال کے بزرگوں کی سنت یہی ہے کہ اس راہ کے بچوں کو گہوارۂ طریقت میں رکھ کر پستان تربیت سے دودھ پلاتے ہیں، جہاں تک کہ وہ ''حدوصال'' کو پہنچ جاتے ہیں، بعدازاں انکو خاص طریقے سے ازخود دودھ سے باز رکھتے ہیں، اورانہیں بارگاہِ احدیت کا محرم بنادیتے ہیں تا کہ وہ بے واسطہ دلیل حضرتِ عزت جل احسانہٗ کا فیض حاصل کر سکیں ۔

ممکن نبود وصول مقصد

بے بدرقہ عنایتِ یار

اگر واصل کو عمر ابدی بھی نصیب ہو جائے تو بھی موصل کی تربیت کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔

گر بگویم شکر لطفت بردوام

بگزرد عمرو نگرد دایں تمام

☆......اور فرمایا کرتے، ''محاورہ'' خدا کے ساتھ ہونا چاہیے، مخلوق خدا کے ساتھ نہیں۔

☆......اور فرمایا کرتے، عبادت میں ''طلب وجود'' ہے۔ اورعبودیت میں ''تلف وجود'' ہے۔ جب تک وجود باقی ہے۔ کوئی عمل نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا۔

☆......اور فرمایا کرتے، " اذا اردت مقام الابدال فعلیک بتبدیل

الاحوال" جب تو ابدال کا مقام چاہتا ہے تو تجھ پر احوال کو تبدیل کرنا ضروری ہے، یہ نفس کی مخالفت خواہش، اور طبیعت کے ترک اور اوصاف نفسانی کے تبدل و تغیر کی طرف اشارہ ہے، یہ مقام "مرشد علی الاطلاق" (یعنی اللہ تعالیٰ) جل انعامہ کی عنایت سے حاصل ہو سکتا ہے۔

کیست ابدال آنکہ او مبدل شود

خمرش از تخلیل یزداں خل شود

☆......اور فرمایا کرتے، "حقیقۃ الادب، ترک الادب " ادب کی حقیقت ادب کو چھوڑنا ہے (سے مراد یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے (مختلف) اوقات ہوتے ہیں، بعض دفعہ ان کی صحبت میں "بے ادبی" عین ادب بن جاتی ہے۔ اور ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ ادب عین بے ادبی بن جاتا ہے۔ رعایتِ ادب اور ترک نفس عین بے ادبی ہے اور ترک ادب اور قبول نفس، حقیقتِ ادب ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے، "من عرف اللہ لا یخفی علیہ شیئ "جس نے اللہ کو پہچان لیا، اس پر کوئی چیز مخفی نہیں، خواجہ علاء الحق والدین روح اللہ روحہ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کے اس کلمہ قدسیہ کی مراد یہ ہے کہ عارف پر تمام اشیاء کا ظاہر ہونا اس کی توجہ پر منحصر ہے، (گویا وہ دیکھنا چاہے تو ہر چیز کو مشاہدہ کر سکتا ہے)

☆......اور فرمایا کرتے، تمام مشائخ کا آئینہ دو جہت ہے اور ہمارا آئینہ شش جہت ہے۔ (یعنی چھ طرفوں والا)

☆......اور فرمایا کرتے، چالیس سال سے ہم آئینہ داری کر رہے ہیں۔ کبھی ہمارے آئینہ وجود نے غلطی نہیں کھائی، دراصل آپ کا اشارہ اس طرف ہے کہ اولیاء اللہ جو کچھ دیکھتے ہیں نور فراست سے دیکھتے ہیں۔ جو ان کو حضرتِ لایزال نے عطا فرمایا ہوتا ہے۔ ہر جو آئینہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوگا بے شک "صواب اور راست" ہوگا۔

اولیاءِ عزلت کے قطب حضرت عبدالقدوسؒ منقول ہے، انہوں نے فرمایا کہ
"حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی سیر زمین وآسمان کے جمیع طبقات میں جاری تھی۔
☆...... اور فرمایا کرتے، حضرت خواجہ عزیزان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا ارشاد ہے
کہ "زمین در نظر این طائفہ چوں سفرہ ای است و ما می گوئیم
چوں روئے ناخن است وہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست" یعنی
زمین اس گروہ کی نظر میں دستر خوان کی طرح ہے، اور ہم کہتے ہیں کہ ناخن کی صورت
ہے۔کوئی بھی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں، منقول ہے کہ حضرت عزیزان دستر خوان
پر تشریف فرما تھے، تو آپ نے اس حال کی نسبت فرمایا اور ہمارے خواجہ قدس سرہ نے
دائرۂ ولایت کی نسبت سے فرمایا، مگر دل عارف کی بزرگی کی شرح نہیں ہوسکتی۔
☆......اور فرمایا کرتے، رازِ توحید کو جلدی پایا جاسکتا ہے مگر رازِ معرفت کو حاصل
کرنا دشوار ہے۔
☆......اور فرمایا کرتے، اگر درویش کے پاؤں میں کانٹا بھی لگ جائے تو اسے
یہ بھی پہچاننا چاہیے کہ یہ کانٹا کس جگہ کا ہے۔
حضرت خواجہ علاؤالدین سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت خواجہ ماقدس سرہٗ کی
خدمت میں ذکر کیا، کہ فلاں آدمی دیکھ رہا ہے کہ میں نے حضرت ایشاں کو سلام عرض کیا
ہے مگر جواب عطا نہیں فرمایا۔ حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا، اسے عذر کرنا چاہیے کہ
اس کے سلام کے وقت ہم حق تعالیٰ وتقدس کا کلام سننے کیلیے متوجہ تھے۔"شغلنی کلام
الحق عن سلام الخلق"، میں سلامِ خلق کی بجائے کلامِ حق میں مشغول رہا۔
☆......اور فرمایا کرتے، اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ، کسب کرنے والا اللہ کا
دوست ہے۔یہ کسبِ رضا کی طرف اشارہ ہے نہ کہ کسبِ دنیا کی طرف۔
☆......اور فرمایا کرتے، جو اپنے آپ کو حضرت حق وتقدس کی سلامتی میں تفویض
کردیتا ہے اس کا غیر حق سے التجا کرنا شرک ہے۔ایں شرک از اہل عموم

معفو است و از اہل خصوصی معفو نیست یہ شرک عوام کو معاف ہے اور خواص کو معاف نہیں۔

☆......اور فرمایا کرتے، متوکل کو چاہیے کہ خود کو متوکل خیال نہ کرے اور اپنے توکل کو کسب میں پوشیدہ رکھے۔

☆......اور فرمایا کرتے، اللہ تعالیٰ نے مجھے خرابی دنیا کیلئے ''موجود'' کیا ہے اور مخلوق مجھ سے عمارت دنیا کا تقاضا کرتی ہے۔

چرا به عالم اصلی خویش و انروم
من از کجا غم باران و ناودان زکجا
در سنگ کسی خانه کند از گل واز خاک
در دام کسی دانه خور دہیچ شنیدی

☆......اور فرمایا کرتے، اگر اس وجود سے خراب تر کوئی وجود ہوتا تو اس گنجِ فقر کو اس جگہ رکھتے۔ کیونکہ بادشاہ خزانے کو ہمیشہ ویرانے میں رکھتے ہیں۔

☆...... اور فرمایا کرتے، اہل اللہ اس لیے بار خلق اٹھاتے ہیں کہ ان کا خلق مہذب ہو جائے۔ تاکہ وہ دل کو حاصل کر لیں، کیونکہ کوئی دل ایسا نہیں جس پر حضرت حق کی نظر کرم نہ ہو، خواہ وہ صاحب دل اس سے واقف ہو یا نہ واقف ہو، جو کوئی اس دل کو حاصل کر لیتا ہے وہ نظر الٰہی سے فیض حاصل کر لیتا ہے۔

صد سفره دشمن بکشد طالب مقصود
باشد که یکی دوست بیابد به ضیافت

☆......اور فرمایا کرتے، اگر ہم عیب یار پہ نظر ڈالتے تو ''بے یار'' رہتے، کوئی آدمی ایسا نہیں جو ''صفت خستہ'' سے خالی ہو۔

حاصل دریا نه همه در بود
یک هزار ہر کہ بود ہر بود

☆...... اور فرمایا کرتے، اس راہ کا بوجھ اٹھانے کے لیے دوست ہونے چاہییں، کہتے ہیں کہ دین میں دوست بسیار ہیں۔ حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہ سے سوال کیا گیا، پانی کس طرح بہتا ہے۔ انہوں نے فرمایا "دوست کی مدد سے بہتا ہے" اخبار میں آیا ہے۔ جب تک عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان نہ لائے بانگِ نماز بلند آواز سے نہ کہی گئی۔ پہلے رفیق پھر طریق اس راہ کے لوازمات میں سے ہے۔

☆...... اور فرمایا کرتے، جو آدمی خود کو چاہتا ہے۔ خود کو نہیں چاہتا، اور جو آدمی دوسرے کو چاہتا ہے وہی خود کو چاہتا ہے۔

☆...... اور فرمایا کرتے، شمع کی طرح بن اور شمع کی طرح نہ بن، تو شمع کی طرح ہو جا، کہ دوسرے کو روشنائی پہنچائے اور شمع کی طرح نہ ہو جا کہ خود کو تاریک رکھے۔ حق تعالیٰ و تقدس نے حضرتِ پیغمبر ﷺ کو روکتے ہوئے فرمایا "وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا" (سورۃ الاسراء ۲۹)

اے محبوب اپنے دست کرم کو اتنا نہ کھول دے کہ پریشان ہو کر بیٹھا رہے باآنکہ حضرتِ پیغمبر ﷺ کا فدا اور ایثار درجہ ءکمال پر فائز تھا۔

☆...... اور فرمایا کرتے، جس نے ایک دن بھی ہمارے سامنے پاپوش رکھے، ہم اس کی شفاعت کریں گے، منقول ہے کہ ایک دن ایک دیوانہ یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

نیکو انرا دوست دارد ہر کہ باشد در جہاں
گر بدا نرا دوست داری گوی بردی ازمیاں

حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا، ہم نے اس سخن سے سبق حاصل کیا، اور درویشوں سے فرمایا اس شعر کو یاد کرنا چاہیے۔

☆......... منقول ہے، حضرت خواجہ ما قدس سرہ سے ایک التماس کی گئی کہ فلاں شخص رنجور ہے۔ اور توجہ خاطر شکستہ ہے؛ آپ نے فرمایا کہ ہم نے تو اس راہ میں خواری کو پسند کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں عزت عطا فرمائی، وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ

وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ، عزت تو اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے۔(سورۃ المنافقون ۸)

☆......اور فرمایا کرتے، صاحب پندار کا کام اس راہ میں بغائت مشکل ہے۔

گرچہ حجاب تو بروں از حدست
ہیچ حجابیت چو پندار نیست

ایک آدمی نے حضرتِ خواجہ ما قدس سرہ سے صفتِ تکبر کو منسوب کیا۔ آپ نے فرمایا کبرِ ما از کبریائیِ اوست۔ ہمارا تکبر، حق تعالیٰ کی کبریائی سے ہے۔

باد تکبر اگرم در سر است
ہم زدم اوست که در من دمید

☆......اور فرمایا کرتے، درویش کو چاہیے کہ وہ حال سے کہے، مشائخ طریقت نے فرمایا ہے کہ اگر آدمی اس حال سے بات کرے جو اس میں پایا نہیں جاتا تو اللہ تعالیٰ ہرگز اسے اس حال کی سعادت تک نہیں پہنچاتا۔

☆......اور فرمایا کرتے، ہر کوئی نہ تیز چلا کہ قبر کو پکڑتا اور قبر کو اسی نے پکڑا جو تیز چلا، یہ اس راہ میں ہمیشہ کوشش کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

اے عاشق سرسری او باش طلب
ایں وعدہ که کرد است که فرداش طلب
در غم اگرش نیابی در شادی جو
سر گشتہ ہمی تو و ہر جاش طلب

☆......اور فرمایا کرتے، عادت "انس" بن جاتی ہے۔ اور کبھی کبھی سالک کے لیے نوافل عبادت کو ترک کرنے کا طبعی انس روا ہوتا ہے۔ تا کہ اس کی عادت انس نہ بن جائے۔

☆......اور فرمایا کرتے، حضرت پیغمبر علیہ السلام کی دعا کی برکت سے اس امت

میں صورت کا مسخ ہونا اٹھالیا گیا، لیکن حسب معنیٰ باقی ہے۔

اندریں امت نباشد مسخ تن

لیک مسخ دل بود اے ذوالفطن

یعنی اس امت میں جسم کا بگڑنا نہیں، لیکن دل کا بگڑنا پایا جاتا ہے۔

☆.........اور فرمایا کرتے، اولیاء کرام کو اسرار کی اطلاع دی جاتی ہے، لیکن وہ اجازت کے بغیر ان کا اظہار نہیں فرماتے۔ انہوں نے فرمایا جو کوئی کچھ رکھتا ہے اسے چھپاتا ہے۔ اور جو کوئی کچھ نہیں رکھتا وہ شور مچاتا ہے۔ اِخْفَاءُ الْاَسْرَارِ مِنْ صَنِیْعِ الْاَبْرَارِ ۔ یعنی اسرار کا چھپانا ابرار کا کام ہے۔

سر فاش مکن کہ خون بریزی بہ زمین

☆......اور فرمایا کرتے، جو کچھ مخلوق کے "اظہار خواطر" اور "اعمال احوال" کے متعلق ہم سے صادر ہو جاتا ہے ہم درمیان نہیں ہوتے، وہ ہمیں الہام کے ذریعے علم دیتے ہیں یا کسی کے واسطے سے خبر پہنچاتے ہیں۔

☆......اور فرمایا کرتے، درویش کیا ہے، باہر سے بیرنگ اور اندر سے بے جنگ۔

تا دریں خرقہ ایم از کس ما

ہم نرنجیم و ہم نرنجانیم

☆......اور فرمایا کرتے، میں نے اکابرین میں سے کسی بزرگ سے سوال کیا کہ درویشی کیا ہے؟ فرمایا "زبونی" یعنی شکستہ حال رہنا۔ میرے ایک عزیز نے مجھ سے کہا ، واقف باش ، کارہا را خود میکند و تارہا را بر سر تو میدراند، پہچان لے کہ سارے کام تو وہ خود کرتا ہے، مگر تاریں تمہارے سر توڑتا ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے، درویش کو تحمل اور بارکشی کے مقام میں ڈھول کی طرح ہونا چاہیے، ہر چند طمانچہ کھاتا ہے مگر صدائے مخالف کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔

☆...... اور فرمایا کرتے، درویش اہل نقد ہیں، آنے والے کے حوالے نہیں کرتے، ؎

امروز بیں به دیده باطن جمال دوست
اے بے خبر حواله به فردا چه میکنی

"اَلصُّوفِی اِبْنُ الْوَقْتِ" صوفی وقت کا بیٹا ہے، کی مثل اسی صفت کی طرف اشارہ کرتی ہے ؎

خردمند از آں کس تبرا کند
که او کارِ امروز، فردا کند

☆...... اور فرمایا کرتے، حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ روحہٗ کا سخن گرامی ہے جو راہ حق سے بندے کی طرف ہے "سعادت در سعادت" ہے اور جو راہ بندے سے حق کی طرف ہے "ضلالت در ضلالت" ہے۔

☆...... اور فرمایا کرتے، کاموں میں "صحیح نیت" بہت بڑی مہم ہے۔ وہ اس لئے کہ نیت "عالمِ غیب" سے ہے۔ نہ کہ "عالمِ کسب" سے، تُو نہیں دیکھتا کہ اس "بزرگوار دین" نے حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ پر نماز جنازہ نہ پڑھی اور کہا کہ "لم یحضرنی النیۃ" ابھی میری نیت حاضر نہیں ہوئی،

حضرت شیخ عبداللہ تستری قدس سرہٗ سے منقول ہے، فرمایا، نیتؐ، نور ہے حرف نون سے مراد نور ہے، حرف یا سے مراد "ید اللہ" یعنی اللہ کا ہاتھ ہے، اپنے بندے پر اور حرف ہا سے مراد ہدایۃ اللہ یعنی اللہ کی ہدایت ہے، پس نیت نسیمِ روح ہے۔ حضرت خواجہ ما قدس سرہٗ سے سوال کیا گیا "اگر کوئی علمِ منطق سیکھنا چاہے تو کیا نیت کرے، فرمایا حق کو باطل سے ممتاز کرنے کی نیت کرے،

☆...... اور فرمایا کرتے، جس آدمی کا "بیضہ قابلیت" مختلف صحبتوں کی وجہ سے فاسد ہو گیا ہو اس کا کام دشوار ہے، اہل تدبیر کی صحبت جو کہ کبریت احمر ہے، کے بغیر

اس کی صلاح نہیں ہو سکتی ۔

جز صحبتِ عاشقانِ مستان مپسند
دل در ہوس قوم فرو مایہ مبند
ہر طائفہ ات بہ جانب خویش کشند
جغدت سوئے ویرانہ و طوطی سوئے قند

☆......اور فرمایا کرتے، اوائل حال میں ہم نے اپنے آپ کو مطلوب بنایا اور دوسروں کو طالب، اور اس وقت ہم نے اپنے اس طریقے کو چھوڑ دیا ہے، مرشد مطلق وہی (اللہ تعالیٰ) ہے۔ جس شخص کو اس راہ کی طلب کا داعیہ ہوتا ہے، وہ اسے ہمارے دروازے پہ بھیج دیتا ہے، تو اسے اپنا نصیب مل جاتا ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے، اختیار بندہ کے اثبات میں سعادت ہے اگر کوئی عمل رضائے حق تعالیٰ کے برخلاف ہو جائے تو اپنا اختیار دیکھے اور خجالت سے عذر و انابت میں مشغول ہو جائے۔ اور اگر "محل رضا" کو پالے تو بھی اپنا اختیار دیکھے اور اس کی توفیق کا شکر ادا کرے۔

☆......اور فرمایا کرتے، اَلْمَجَازُ قَنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَۃ، مجاز حقیقت کا پل ہے، اس کی مراد یہ ہے کہ تمام ظاہری، قولی اور فعلی عبادات مجاز ہیں۔ جب تک اس کا مسافر ان سے نہ گزر جائے حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا۔ ایک دن ایک لڑکا قرآن پاک لئے ہوئے مکتب سے باہر آیا اور حضرت خواجہ ما قدس سرہٗ کو سلام عرض کیا۔ جب آپ نے اسکے مصحف کو کھولا تو یہ آیت برآمد ہوئی "وَکَلْبُھُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْہِ بِالْوَصِیْد" اور انکا کتا چوکھٹ پر اپنی کلائیاں بچھائے بیٹھا ہوا ہے، حضرتِ خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا "امیدواریم کہ آنما باشیم" ہم امید رکھتے ہیں کہ ہم ہی وہ ہوں گے۔

☆......اور فرمایا کرتے، شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہٗ کا سخن مبارک ہے "غِبَابُ زِیَارَۃٍ مَعَ حُضُوْرِ الْقَلْبِ خَیْرٌ مِنْ دَوَامِھَا بِلَا حُضُوْر"، حضور قلب کے ساتھ

زیارت کا غیاب اس کے "بلاحضور دوام" سے بہتر ہے، حضرتِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہفتے بعد زیارت کیا کرتا کہ محبت اور بڑھے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ستونِ حنانہ کے پیچھے سے ہو کر پھر آ گئے اور عرض گزار ہوئے "یا رسول اللہ! اس سے زیادہ طاقت نہیں رکھتا، اگر چہ حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے کمالِ محبت کا اظہار فرمایا، لیکن اگر حکم کی متابعت کرتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔

☆...... اور فرمایا کرتے، اگر طالب کو مقتداء کے کام میں مشکل پیدا ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اپنی طاقت کے مطابق صبر کرے اور بے اعتقاد نہ ہو جائے، اس کی حکمت اس پر ظاہر ہو جائیگی، اور اگر اس میں اس صبر کی طاقت نہیں، وہ مبتدی بھی ہو تو مقتدا سے سوال کرے کہ اس کا سوال کرنا جائز ہے۔ اور اگر متوسط الحال ہو تو کہا گیا ہے کہ سوال نہ کرے۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہ ما قدس سرہ جب دوسری بار بیت اللہ زادہ اللہ سبحانہ شرفاً کی زیارت سے مشرف ہوئے اور واپسی کے موقع پر بغداد ٹھہرے، ان دنوں وہاں، علماء اور فقراء وغیرھم کا مجمع عظیم تھا۔ حضرت خواجہ ما قدس سرہ شیخ نورالدین کے بھیرہ اقدس حضرت شیخ نورالدین عبدالرحمن رحمہما اللہ کے ساتھ تشریف فرماتے، تمام لوگ ایک صف میں ایک دوسرے کے مقابل موجود تھے، خواجہ ما قدس اللہ روحہ کے اصحاب اہل اللہ رحمہم ان کے پہلو میں حاضر تھے اور ان کی "برکت حضور" سے اس طرح ساکت تھے کہ "کان رؤسھم الطیر" جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں، کی صفت ان میں دکھائی دیتی تھی۔ اس وقت حضرت خواجہ سے ایک غیبی صورت مطالعہ کی جاری تھی، کچھ دیر بعد آپ نے سرِ انور اٹھایا اور اپنے اصحاب سے "بطریق پیش گوئی" ارشاد فرمایا، اسوقت جو غیبت واقع ہوئی اس غیبت میں یہ مطالعہ کیا کہ حضرت شیخ بزرگوار بابا سماسی روح اللہ روحہ تشریف لائے اور مجھے فرمایا، فرزند! اس مجمع میں طریقت کے متعلق ایک بڑا سوال

کیا جائیگا۔ واقف حال رہو اور بے دہشت جواب دو، کچھ دیر کے بعد اس مجمع کے درویشوں میں موجود کسی درویش نے پایان مجلس سے سوال کیا، کہ یہاں چند سخن منقول ہیں،

☆......''مارایت شیأ الا ورایت اللہ فیہ''میں ہر چیز میں اللہ کو دیکھتا ہوں۔

☆......''مارایت شیأ الا ورایت اللہ معہٗ'' میں ہر چیز کے ساتھ اللہ کو دیکھتا ہوں۔

☆......''مارایت شیأ الا ورایت اللہ بعدہٗ'' میں ہر چیز کے بعد اللہ کو دیکھتا ہوں۔

☆......''مارایت شیأ الا ورایت اللہ قبلہ'' میں ہر چیز سے پہلے اللہ کو دیکھتا ہوں۔

ان باتوں میں توفیق کسطرح ہوگی، حضرتِ شیخ نور الدین رحمہ اللہ نے حضرت خواجہ ماقدس سرہٗ سے جواب کی التماس کی۔ حضرت خواجہ نے جواب دینا ان کے حوالے کیا۔ دوبارہ شیخ نے حضرتِ خواجہ سے گزارش کی کہ جواب دیں، اس طرح وہ چند مرتبہ ایک دوسرے سے کہتے رہے۔ ان دونوں کے درمیان مراجعت کلام واقع ہوتی رہی، آخر الامر حضرتِ خواجہ ماقدس سرہٗ نے سکونت ووقار سے تمام سخن کا پُر معنیٰ جواب دیا۔ ''اختلافِ اقوال بنابر اختلافِ احوال است، یعنی ان اقوال کا اختلاف احوال کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔ یہ سخن ایسا پُر معنیٰ تھا کہ تمام اہل مجلس نے اس سے ذوق حاصل کیا، اور سب نے بیک کلمہ اظہار تحسین کیا، آپ کی حقانیت کی ہیبت اور آپ کے کلام کی حقیقت تمام اہلِ مجلس پر محیط تھی۔ حالانکہ اس مجمع میں اور اس صف میں بہت سے عرفا اور علماء مناظر حاضر تھے، اس کلام خاص میں آپکی ''سرعتِ خوض'' کی صفت اس مجلس کے ہر خاص وعام پر واضح ہوگئی، مشائخ طریقت قدس اللہ ارواحہم فرماتے ہیں۔'' علامة خاطر الحق سبحانه ان يطمئن القلب والنفس والجوارح عنده' ولا يعترض عليه احد كا ئناً من كان بل يستسلم له' ويسترسل وينطلق من قيود الشك والريب '' حق سبحانہٗ کی طرف خیال کی یکسوئی کی علامت یہ ہے کہ قلب ونفس اور تمام اعضاء مطمئن رہیں، اور کوئی شئے اس

تلاش میں مگن رہے۔اور شک وشبہ کی قیدوں سے رہائی حاصل کرلے۔

ماوراءالنہر کے کبار ائمہ میں سے کسی امام وقت نے حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ سے سوال کیا کہ سیر وسلوک کا مقصود کیا ہے۔حضرت خواجہ نے فرمایا، ''معرفت تفصیلی'' اس بزرگ نے پوچھا کہ ''معرفت تفصیلی کسے کہتے ہیں''؟ حضرت خواجہ نے فرمایا'' وہ یہ ہے کہ مخبر صادق ﷺ سے جو کچھ اجمالاً قبول کیا گیا ہے اسے تفصیل کے ساتھ شناخت کیا جائے اور دلیل و برہان کے مرتبے سے کشف وعیاں کے مرتبے تک رسائی حاصل کی جائے۔

ایک دانشمند نے حضرت خواجہ قدس سرہ سے سوال کیا کہ ''لطف وقہر'' حق کی دو صفات ہیں۔اور کمال کے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں، یہ تفرقہ کیوں ہے کہ جو بھی صفت لطف کا مظہر ہے محل اثبات ہے۔اور جو بھی صفت قہر کا مظہر ہے محل نفی ہے۔'' حضرت خواجہ نے فرمایا ''مظہر قہر کے دو معنی ہیں، ایک یہ کہ اس سے قہر حقانی صادر و ظاہر ہو، اس کی نشانی یہ ہے ''لا یدفع ولا یعارض بشی من جھۃ العبادا صلا''، وہ بندوں کی طرف سے کسی طرح بھی دفع ہوتا ہے اور نہ عارض ہوتا ہے۔اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ صفت کمال ہے۔اور دوسرا یہ کہ قہر حقانی اس پر واقع اور ظاہر ہو جائے۔یہ صفت نقصان ہے۔

حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ سے سوال کیا گیا کہ بلا اور بلوئی میں کیا فرق ہے۔حضرت خواجہ قدس اللہ روحہ نے فرمایا'' بلا، محبوب کی نسبت سے ہر چند عزیز تر اور ظاہر ہوتی ہے۔بلوئی باطنی ہے۔

حضرت خواجہ ما سے سوال کیا گیا کہ حق تعالیٰ اگر کسی درویش سے حال واپس لے تو وہ کیا کرے۔فرمایا، اگر اس حال کی کوئی رمق باقی ماندہ ہے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس درویش سے تضرع و نیاز مطلوب ہے۔اور اگر کوئی رمق باقی نہیں رہی تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس درویش سے صبر ورضا مطلوب ہے۔

☆...... اور فرمایا کرتے، خدا طلبی، بلا طلبی ہے۔ احادیثِ قدسیہ میں آیا ہے کہ "من احبنی ابتلیه" "جو مجھ سے محبت کرتا ہے، میں اس سے امتحان لیتا ہوں، اس کا یہ معنی روشن ہے کہ محب کو چاہیے کہ محبوب کا متلاشی رہے۔ اور محبوب ہر چند عزیز تر ہوگا جب اسکی راہ طلب میں "بلا و خطر" پیش تر ہوں گے۔ اخبار میں آیا ہے کہ ایک شخص حضرتِ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی یا رسول اللہ! میں آپ کا دوست ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فقر را آمادہ باش، پھر فقر کیلئے تیار رہو، دوسرے شخص نے کہا کہ میں خدا کو دوست رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا" بلا را آمادہ باش " پھر بلا کیلئے تیار رہو،

☆...... اور فرمایا کرتے، اس راہ کا کمال طلبِ حقیقی ہے، چنانکہ طالب کو بے قراری اور بے آرامی رہے۔

این طلب مفتاح مطلوبات تست
ہم سپاہ و نصرت و رایات تست

☆...... حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ سے سوال ہوا کہ جب درویش خود سے گزر چکے ہوتے ہیں، اور کچھ بھی طلب نہیں کرتے، پس وہ " اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ " (اے اللہ مجھے بخش دے) کیوں کہتے ہیں، فرمایا" اپنے وجود کی" جہت پاکی" کیلئے اور دوسروں کی" جہت پاکی" کیلئے،

☆...... حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ سے سوال ہوا، کرامات کے بارے میں درویش کیا کہتے ہیں۔ فرمایا جو کچھ بھی ہے، تمام کلمہ توحید کی حقیقت کے مقابلے میں نفی ہے، کرامات کیا ہیں" اَصْحَابُ الْکَرَامَاتِ کُلُّھُمْ مَحْجُوْبُوْنَ وَالْعَارِفُوْنَ عَنِ النَّظَرِ اِلَیْھَا مَبْعُوْدُوْن" تمام اصحاب کرامات محجوب ہیں، اور عارف ان کو دیکھنے سے دور رہتے ہیں۔

☆...... حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ سے سوال ہوا، اہل اللہ کو مخلوق کے" خطورات"

اور احوال اور اعمال کے بارے میں کسطرح "بصیرت وشناخت" حاصل ہوتی ہے، فرمایا حق تعالٰی کے عطا کردہ نورفراست کی بدولت حاصل ہوتی ہے۔ چنانکہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے، "اِتَّقُوْا فَرَاسَةَ الْمُوْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ" مومن کی فراست سے ڈرو، وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

☆......حضرت خواجہ ماقدس سرہٗ سے کرامات طلب کی گئیں تو فرمایا "کرامات ماظاہراست باوجود چندیں گناہ برروی زمین می توانیم رفت، ہماری کرامات تو ظاہر ہیں کہ گنہگار ہونے کے باوجود روئے زمین پر چلتے پھرتے ہیں۔

☆......اور فرمایا، شیخ سے احوال کا ظہور، مرید کی کرامت ہے، حضرتِ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ روحہٗ سے منقول ہے کہ ان سے کرامات طلب کی گئیں تو فرمایا

ایک روز ہم شیخ بزرگوار شیخ ابوالعباس قصاب علیہ الرحمہ کی خدمت میں تھے کہ ان سے کرامات طلب کی گئیں، آپ نے فرمایا میں سرکش ہوں، پس یہ مخلوق میرے پاس کیوں جمع ہونے لگی ہے، حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ روحہٗ سے سوال ہوا کہ آپ کے جنازہ کے درپیش ہم کونسی آیت پڑھیں، فرمایا یہ شعر پڑھ دینا ۔

چیست ازیں خوب تر در ہمہ آفاق کار

دوست رسد نزد دوست، یار بنزدیک یار

☆......حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ نے فرمایا یہ شعر پڑھنا تو "کارِ بزرگ" ہے، ہمارے جنازے کے ساتھ یہ شعر پڑھ دینا

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو

شیئاً للہ از جمال روئے تو

☆......حضرت خواجہ ماقدس اللہ سرہٗ سے قلب سلیم کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا۔

عاشق تو یقین دانکہ مسلماں نبود
در مذہب عشقِ کفر و ایمان نبود
در عشق دل و عقل و تن و جاں نبود
وآں کس کہ چنیں نباشداو آں نبود

یعنی تو یقین کر کہ تیرا عاشق مسلمان نہیں، کیونکہ مذہب عشق میں کفرو ایمان کی کوئی جگہ نہیں، عشق میں دل، عقل اور جسم کی گنجائش ہی کہاں ہوتی ہے۔

☆......حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ سے سوال کیا گیا کہ بعض مشائخ نے کہا ہے "اَلصُّوْفِیُ غَیْرُ مَخْلُوْق، صوفی غیر مخلوق ہے۔ اس قول کی کیا تاویل ہے؟ حضرتِ خواجہ نے فرمایا، صوفی کو بعض اوقات وہ صفت و حالت درپیش ہوتی ہے کہ وہ نہیں ہوتا۔ یہ سخن اس وقت کی نسبت ہے ورنہ صوفی بھی تو مخلوق ہے۔

☆......حضرت خواجہء ما قدس اللہ سرہٗ سے سوال کیا گیا، حضرت شیخ جنید قدس اللہ سرہٗ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا" اَقْطَعُ الْقَارِئِیْنَ وَصْلُ الصُّوْفِیِّیْنَ" قاریوں کا قطع ہونا صوفیوں کا وصل ہے۔ یہاں قاری اور صوفی سے کیا مراد ہے، حضرتِ خواجہ نے فرمایا" قاری وہ ہے جو اسم میں مشغول رہے اور صوفی وہ ہے جو مسمّٰی میں مشغول رہے"۔

☆......حضرت خواجہ ما قدس اللہ سرہٗ سے سوال ہوا، کہ "اَلْفَقِیْرُ لَا یَحْتَاجُ اِلَی اللّٰہِ" فقیر اللہ کی طرف احتیاج نہیں رکھتا، بزرگوں کے اس سخن سے کیا مراد ہے۔ حضرتِ خواجہ نے فرمایا، اس کی مراد "نسبتِ سوال" سے احتیاج کی نفی ہے۔ حسبی سوالی، علمہٗ بحالی، وہ مجھے سوال سے کافی ہے کیونکہ وہ میرے ہر حال کو جانتا ہے، کا اشارہ اسی مقام کیلئے ہے۔

☆......حضرت خواجہء ما قدس اللہ روحہٗ سے سوال ہوا" اذا تم الفقر فھو اللہ" جب فقر مکمل ہوگیا تو وہ اللہ (کا عرفان) ہے کا کیا مطلب ہے، فرمایا یہ بندہ کی فنا اور نیستی کی

طرف اشارہ ہے کہ وہ حق کی صفات میں محو ہو جاتا ہے۔

چوں تو نبودی کہ بود جملہ خدا بود و بس
چوں تو نہ ماندی کہ ماند جملہ خدا اے گدا

اور فرمایا کہ جو بزرگ کہتے ہیں " لا تصح معرفۃ المعارف حین یتضرع الی اللہ " عارف کی معرفت درست نہیں جب وہ اللہ کی طرف زاری کرتا ہے۔ یہاں بندے کی ہستی اور اس کی صفات کی بقا کی طرف اشارہ ہے۔

تا تو ز ہستی خود زیر و زبر نگردی
در نیستی مطلق مرغ بہ پر نگردی
ایں پردہ نہادت در ہم شکن کہ ہرگز
درپردہ رہ نیابی تا پردہ در نگردی

قسمِ چہارم
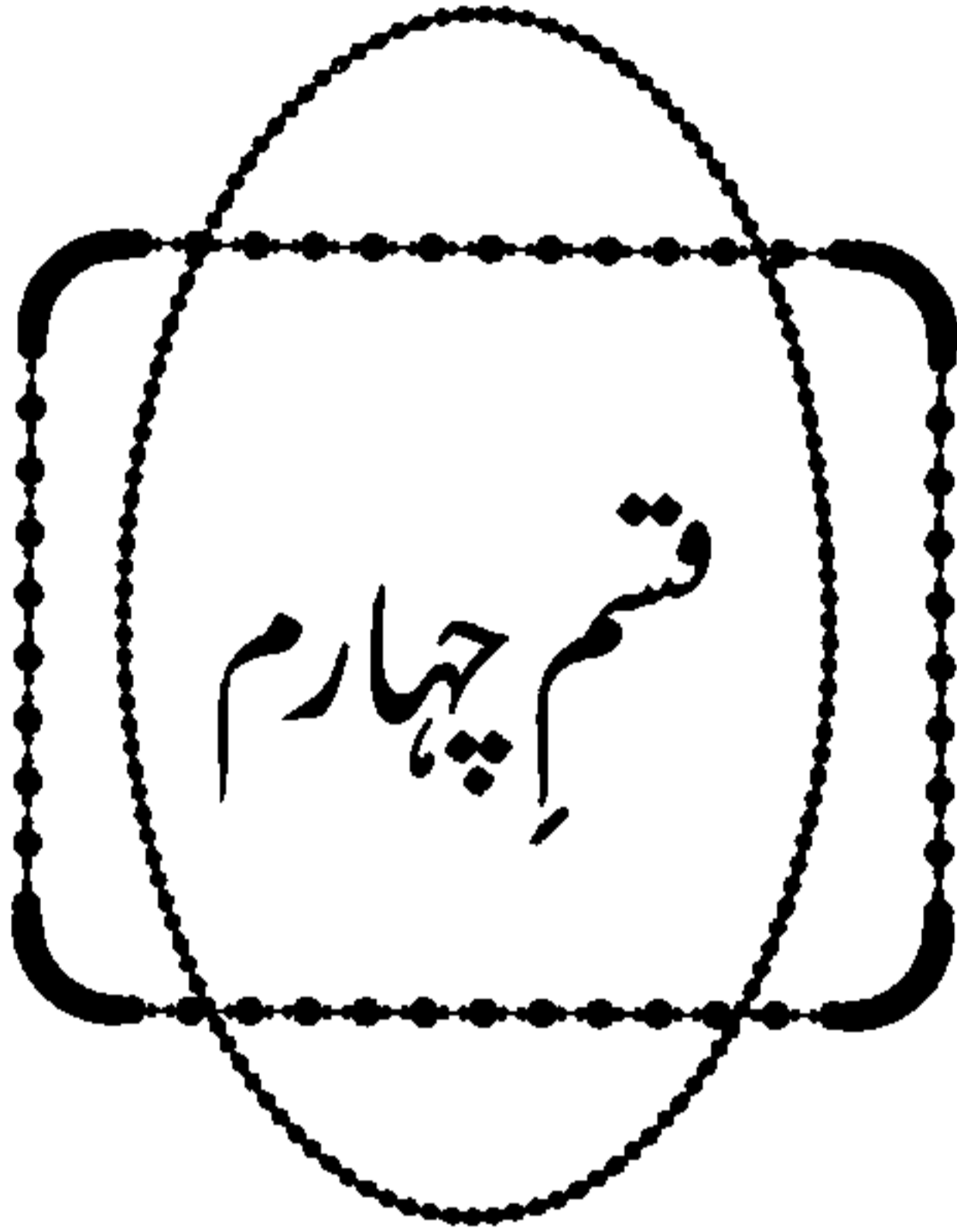
ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ کی ولایت کے تلاطم خیز سمندروں سے ظاہر ہونے والی کرامات، ظہورات، احوال اور آثار کا ذکر،

❀❀

آئینہ ادراک : حضرت خواجہ علاء الحق والدین علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ بخارہ شریف میں جلوہ گر تھے، آپ کے دوستان عزیز میں سے مولانا عارف خوارزم گئے ہوئے تھے۔ آپ ''صفت بصیری'' میں کلام فرما رہے تھے۔ کہ اس وقت ارشاد فرمایا، اس وقت مولانا عارف کو خوارزم سے سرائے کی طرف جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ وہ خوارزم سے باہر آ کر سرائے کے راستے فلاں موضع تک گیا ہے۔ پھر چند لمحے ٹھہر کر فرمایا کہ اب مولانا عارف کے دل میں یہ خیال آیا ہے کہ وہ سرائے میں نہ جائے۔ لو اب وہ واپس خوارزم کی طرف آ گیا ہے۔ اس وقت جتنے درویش حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر تھے، سب نے اس قصہ کی تاریخ لکھ لی۔ فرصت کے بعد مولانا عارف خوارزم سے آئے تو حاضرین مجلس نے ان سے پوچھا کہ کیا فلاں تاریخ کو خوارزم میں سرائے کی طرف آنے کا اتفاق ہوا تھا؟ مولانا عارف نے شروع سے آخر تک تمام قصہ اسی طرح بیان کیا جسطرح حضرت خواجہ بیان فرما چکے تھے۔ سب حاضرین حیرت زدہ ہو گئے کہ حضرت خواجہ نے کیسے جانے کی وجہ اور واپس ہونے کو مشاہدہ کر لیا۔

ہمیں فراموش نہ کرنا:۔ ماوراء النہر کے شہروں کے ایک دانش ور انسان سے منقول ہے کہ اوائل شباب ہی میں میری حضرت خواجہ قدس سرہ سے گہری وابستگی اور محبت تھی۔ اور آپ کی برکت نظر سے میرے اندر ایک خاص صفت پیدا ہو گئی تھی، آپ نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ ''مارا فراموش نہ کنی''، ہمیں فراموش نہ کرنا، میرا کوئی لمحہ آپ کی یاد سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ اسی اثنا میں میرے والد کو حج پہ جانے کا اتفاق ہوا

۔انہوں نے مجھے بھی ہمراہ لے لیا۔جب ہم ہرات پہنچے اور اس شہر کے حالات کا مطالعہ کیا تو حضرت خواجہ سے ملنے والی وہ صفت غائب ہو گئی۔پھر اس کے بعد جب ہم اصفہان پہنچے تو اس کے اطراف میں ایک عزیز تھا کہ خلق روزگار اس کی قربت چاہتی تھی اور اس میں ولایت کی نشانیاں نظر آتی تھیں۔میرے والد نے اس عزیز سے التجاء کی کہ وہ میری طرف نظر کرے۔اور میرا یہ حال تھا کہ میں حضرت خواجہ کی ''صفتِ غیوری'' سے خوفزدہ تھا۔پھر جب ایک سال یا زیادہ مدت کے بعد حج سے مراجعت ہوئی تو میں حضرت خواجہ سے ہراتمیں ہونے والے قصور اور اصفہان کے قصے کے سبب بہت خوفزدہ تھا، حضرت خواجہ نے فرمایا، نہ ڈر، وہ ہمارا ہی کام تھا۔تو ہمارا فرزند ہے، اور کوئی ہمارے فرزندوں پر تصرف نہیں کر سکتا۔اور پھر فرمایا جب تو ہرات پہنچا تو ہمیں فراموش کر دیا تھا۔

فراموشی نه شرط دوستان است

<u>بارگاہ رسالت کے حضور:</u> ایک دانش مند سے منقول ہے کہ میں نے سفر عراق کا پختہ ارادہ کر لیا تو مجھے حضرت خواجہ کے بعض درویشوں کی موافقت کا اتفاق ہوا۔جب ہم سمنان پہنچے تو ہم نے سنا کہ یہاں ہمارے خواجہ کا ایک محب صادق امیر محمود قصر مغانی رحمۃ اللہ علیہ بقیام پذیر ہے۔میں ان درویشوں کے ہمراہ اس عزیز کی خدمت میں حاضر ہوا۔جب اس سے ملاقات ہوئی تو اس سے حضرت خواجہ کے ساتھ وابستگی کا سبب پوچھا گیا۔اس نے کہا کہ عنایت الہی سے ایک رات میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک نہایت باصفا مقام پر حضرت رسول اللہ علیہ السلام تشریف فرما تھے۔اور اللہ بہتر جانتا ہے یا وہ بزرگان امت میں سے کوئی بزرگ تھے۔اس مجلس میں ایک عزیز ہے جو نہایت نورانی صورت ہے۔میں نے حضرت رسالت مآب ﷺ یا اس بزرگ امت سے تضرع و مسکنت کے ساتھ التماس کی کہ میں آپ کی خدمت کے ''عہد و زمان'' کی برکت اور شرف صحبت کو حاصل نہ کر سکا، اور اس سعادت سے دور

رہا، میرے کام کی کیا تدبیر ہے۔ حضرت پیغمبر علیہ السلام یا اس بزرگ نے مجھ سے فرمایا، اگر تو چاہتا ہے کہ ہمارے خیر و برکت کو حاصل کرے تو اس عزیز کی متابعت اختیار کر اور حضرت خواجہ کا نام مبارک مجھے بتایا۔ حالانکہ اس سے پیشتر میں نے کبھی حضرت خواجہ کو دیکھا تک نہ تھا۔ جب میں بیدار ہوا تو حضرت خواجہ کی صفت و صورت کو ایک کتاب کی پشت پر لکھ لیا۔ اور اس پر وہ تاریخ ثبت کر دی، اس واقعہ کے چند سال بعد ایک دن میں بازار میں ایک بزاز کی دکان پر بیٹھا ہوا تھا۔ ناگاہ وہ نورانی عزیز آیا اور دکان پر بیٹھ گیا۔ اس کی جبین مبارک سے ہیبت و جلال کا اثر ظاہر تھا۔ جب میں نے اس کے روئے مبارک پر نظر ڈالی تو میرے دل میں وہی صورت جلوہ گر ہوئی جسے میں نے کتاب کی پشت پر لکھا تھا۔ میرا حال دگرگوں ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد جب میں صحیح حالت میں آیا تو حضرت خواجہ سے گزارش کی کہ آپ اس کمزور انسان کے گھر کو اپنے قدم شریف سے نوازیں۔ حضرت خواجہ نے کرم فرمایا اور میرے آگے چل پڑے اور میں آپ کے عقب میں اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ یہ پہلی کرامت تھی جو میں نے حضرت خواجہ سے مشاہدہ کی تھی۔ آپ نے میرا گھر ہرگز نہ دیکھا تھا۔ میرے گھر میں داخل ہوئے اور اتفاقاً میرے کمرے کا ارادہ فرمایا، آپ کمرے میں داخل ہوئے۔ اس کی دیوار کے طاق میں چند کتابیں تھیں، حضرت خواجہ نے دست مبارک دراز فرمایا اور ان کتابوں کے درمیان سے ایک کتاب باہر نکالی، اور میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا، تو نے اس کتاب کی پشت پر کیا لکھا ہے؟ جب میں نے دیکھا کہ وہ واقعہ اس کتاب کی پشت پر رقم ہے تو اس تاریخ سے لے کر حضرت خواجہ کی ملاقات تک سات سال گزر چکے ہیں۔ تو میرا احوال اس مبارک بات سے اور بھی قوی ہو گیا۔ میں درست حالت میں آیا تو آپ نے بہت لطف فرمایا اور میری درخواست قبول فرمائی اور مجھے اپنی بندگی سے مشرف فرمایا۔ بعد ازاں اس دانشمند نے اس عبد ضعیف سے کہا کہ میں نے حضرت خواجہ کے ادنیٰ ترین درویشوں سے وہ حالت

مشاہدہ کی ہے کہ تقریر سے باہر ہے۔

بے سجادہ رنگین کن: حضرت خواجہ علاء الحق والدین، عطر اللہ تربتہ، وکثر قربتہ نے فرمایا کہ ایک شام حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ، بخارا شریف کے ایک محلہ گلاباد میں ایک درویش کے گھر نزول فرماتے۔ درویشوں کا مجمع حاضر تھا۔ دریں حال حضرت خواجہ قدس اللہ روحہ، نے مولانا نجم الدین دادرک کی طرف توجہ فرمائی۔ ہم جو کچھ تمہیں حکم فرمائیں کیا وہ بجالائے گا۔ اس نے کہا میں بجالاؤں گا، فرمایا اگر ہم فلاں عمل یا فلاں کام کا حکم دیں تو کیا اس سے عہدہ برآ ہوگا، اس نے کہا، ہوں گا۔ فرمایا اگر ہم چوری کے بارے میں حکم کریں کیا چوری کرو گے۔ اس نے کہا نہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کیوں، اس نے کہا اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حق کا کام ہے اور اس کے کرم کی کوئی "نہایت" نہیں اور چوری کا تعلق بندوں کے حق کے ساتھ ہے۔ حضرت خواجہ نے "مولانا دادرک" سے فرمایا، چونکہ تو نے ہمارا حکم نہیں مانا لہذا ہماری صحبت ترک کردے، فوراً اس پر "حالت قبض" اور اندوہ عظیم نے غلبہ کرلیا، اور وہ شدید اضطراب کا شکار ہو گیا۔ حضرت خواجہ کے حاضرین نے درخواست کی اور بہت تضرع سے کام لیا، پھر کہیں جا کر حضرت خواجہ نے مولانا دادرک کو معاف فرمایا۔ بعد ازاں حضرت خواجہ اس "منزل" سے باہر آئے، آپ کی خدمت میں مولانا دادرک بھی تھا، آپ کچھ درویشوں کے ساتھ دروازۂ سمرقند کے محلے کی طرف متوجہ ہوئے، جب ایک مقام پر پہنچے تو ایک مکان کی جانب توجہ فرمائی، اور درویشوں سے فرمایا، اس مکان میں سوراخ کیا جائے۔ درویش بہت جلد اس عمل میں مشغول ہو گئے اور انہوں نے سوراخ کرلیا حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اس مکان کی فلاں جگہ ایک بوری موجود ہے، جو مال سے بھری ہوئی ہے۔ وہ بوری مکان سے باہر لے آؤ۔ جلدی سے درویشوں نے مال سے بھری ہوئی بوری باہر نکال دی، حضرت خواجہ درویشوں کے ہمراہ ایک گوشہ میں بیٹھے رہے۔ ایک ساعت کے بعد "آوازِ سگ" سنائی دی۔ حضرت خواجہ نے "مولانا

دادرک" کو بعض درویشوں کے ساتھ فرمایا کہ اس مکان کی دوسری جانب جاؤ جب وہ گئے تو دیکھا کہ چوروں نے اس مکان کی دوسری طرف سوراخ کیا ہوا تھا، چور اندر گئے اور پھر باہر نکل کر کہنے لگے، ہم سے پہلے ہی "عیاروں" نے اس گھر کا مال اڑا لیا ہے ۔انہوں نے وہ حالت، مشاہدہ کی تو متحیر ہوئے، اتفاقاً اس مکان کا مالک باغ میں گیا ہوا تھا۔ حضرت خواجہ نے وہ "جوال رخت" ایک درویش کے ہاتھ اس مکان کے مالک کے پاس بھیجی۔ اور اس درویش سے فرمایا کہ اس سے اسطرح کہو، سب درویش رات کو اس جگہ سے گزرے، اس حال سے واقف ہوئے اور انہوں نے بوری چوروں سے بچالی۔ بعدہٗ حضرت خواجہ نے "مولانا دادرک" سے فرمایا اگر تو شروع میں اس قصے کو قبول کر لیتا تو تجھ پر اسکی حکمت بسیار ظاہر ہو جاتی ۔ "مولانا دادرک" اس سے "قوی نادم" ہوا اور اس واقعہ کا مطالعہ ایک جماعت کے "رسوخ محبت" کا سبب بنا۔ کتاب صحیح بخاری شریف میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ میں یہ حدیث مذکور ہے، حضرت پیغامبر ﷺ کا فرمان ہے " رحم الله اخی موسیٰ لو صبر لقص الله علیه "اللہ میرے بھائی موسیٰ پر رحم فرمائے اگر وہ صبر کر لیتے تو اللہ کچھ اور بیان فرماتا ۔

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود زرسم وراہ منزل ہا

(مترجم)

صورت حال کا مشاہدہ: ایک درویش سے منقول ہے کہ جب حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ 'مرو' میں تشریف فرماتے تو میں ان کی خدمت اقدس میں رہتا تھا۔ حضرت خواجہ درویشوں کو ہر ایک کے حال کے مطابق "طعیت بشریت" کی مخالفت کا حکم فرماتے ۔ دریں اثنا اہل و اولاد کی رغبت نے بہت مشوش کیا۔ میں اجازت طلب کرنے سے بہت ڈرتا تھا کہ بخارا شریف کی طرف روانہ ہو جاؤں، شیخ امیر حسین آپ

کی خدمت میں رہتے تھے، میں نے ان سے درخواست کی کہ کسی مناسب موقع پر آپ حضرت خواجہ سے مجھے اجازت حاصل کر دیں، بخارا کی طرف سے کوئی آدمی آیا ہے اور اس نے خبر دی ہے کہ میرا بھائی شمس الدین فوت ہو چکا ہے، میرا دل پریشان ہے۔ اتفاقاً اس دن جمعہ تھا۔ جس وقت حضرت خواجہ "مسجد جمعہ" سے باہر نکلنے کو تھے۔ شیخ امیر حسین نے میرے بھائی شمس الدین کی وفات کی خبر سنائی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا امیر حسین تو نے اس کے فوت ہونیکی بات کیسے کر دی۔ وہ فوت نہیں ہوا۔ اسکی بو آرہی ہے۔ پھر فرمایا اسکی بو نزدیک آرہی ہے۔ جب حضرت خواجہ نے شیخ امیر حسین سے یہ سخن فرمایا، برادرم شمس الدین بخارا کی طرف سے پہنچ گیا اور اس نے حضرت خواجہ کو سلام کی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا "امیر حسین! یہ ہے شمس الدین"، اب حاضرین کا حال دگرگوں تھا، اور یہ قصہ اس علاقے میں مشہور ہو گیا۔

خواجہء مشکل کشا، مشکل مری آسان کر: حضرت خواجہء ما قدس اللہ روحہٗ کے ایک محب سے منقول ہے، جس تاریخ میں ایک لشکر "دشتِ قیچان" سے بخارا شریف آیا اور اس نے بہت سی خلقت کو قتل کر دیا اور بہت زیادہ کو اسیر بنالیا، میرا بھائی بھی پکڑا گیا تو میرا باپ اپنے بیٹے کی وجہ سے بہت "خستہ خاطر" ہوا۔ اور ہمیشہ مجھے کہتا رہا کہ اگر تو میری رضا چاہتا ہے تو اپنے بھائی کی تلاش میں "دشتِ قیچان" کی طرف جا۔ چونکہ مجھے حضرتِ خواجہ قدس اللہ روحہٗ سے مکمل عقیدت و محبت تھی اور میں "مہمات" میں آپ کی مشاورت کی جانب رجوع کیا کرتا تھا، لہذا یہ قصہ بھی آپ کے حضور عرض کر دیا، آپ نے فرمایا چلا جا اور اپنے باپ کی رضا حاصل کر، اس کفایت میں بہت زیادہ سعادت ہے۔ میں نے چند درم آپ کی خدمت میں پیش کئے، آپ نے لطف فرمایا۔ اور قبول کرنے کے بعد عطا کرتے ہوئے فرمایا "نگاہ دار! ان سے برکتیں ہوں گی۔ اور جس جگہ تجھے سفر میں کوئی مہم پیش آئے، ہماری طرف متوجہ ہو جانا۔ جب میں آپ کے اشارے سے روانہ ہوا تو اس سفر میں معمولی تجارت سے بھی بہت زیادہ

فتوح" حاصل ہوئیں، اور بے تشویش میں نے اپنے بھائی کو خوارزم میں پالیا۔ ہم اسیروں کی جماعت کے ساتھ کشتی میں بیٹھے اور بخارا شریف کی طرف متوجہ ہوئے۔ کشتی میں بہت زیادہ لوگ موجود تھے۔ ناگاہ باد مخالف اٹھی اور یہ خوف پیدا ہو گیا کہ کشتی غرق ہو جائے گی۔ لوگ فغاں کرنے لگے، اس درماندگی کی حالت میں میرے کان میں ایک آواز آئی کہ کوئی حضرت خواجہ کو یاد کر رہا ہے۔ اب حضرت ایشاں قدس سرہٗ کا وہ سخن مبارک مجھے یاد آیا، "جس جگہ تجھے سفر میں کوئی مہم پیش آئے ہماری طرف متوجہ ہو جانا۔" میں نے حضرت خواجہ کی طرف توجہ کی تو اس حال میں آپ ظاہر ہو گئے۔ میں نے آپ۔ ۔ کو سلام عرض کیا۔ اسی لمحے آپ کی برکت سے ہوا ساکن ہو گئی اور موج دریا رک گئی۔ اس فرصت کے بعد جب ہم دونوں بھائی بہ سلامت بخارا پہنچے اور حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کی تو آپ نے تبسم فرمایا اور فرمایا "اس وقت کشتی میں جب تو نے ہمیں سلام کیا تھا، ہم نے تیرے سلام کا جواب دیا تھا مگر تو نے نہیں سنا، اس واقعہ کے مطالعہ سے حضرت خواجہ کے ساتھ میری محبت اور عقیدت میں اور اضافہ ہو گیا۔

(اس ایمان افروز واقعہ کا ترجمہ کرتے وقت اس مترجم عاجز سے یہ نظم موزوں ہو گئی، میں سمجھتا ہوں کہ اس میں بھی حضرت خواجہ نقشبند بخاری قدس سرہ الباری کے ذکر کی برکت شامل ہے۔)

اس گدائے بینوا کو واصلِ عرفان کر
خواجہ مشکل کشا، مشکل میری آسان کر
دیدہ و دل میں درخشاں عشق کا ارمان کر
ہستی بیجاں میں پیدا رُوح کا فیضان کر
آ گیا ہوں تیرے در پر تیری رحمت جان کر
اے شہِ صدق و صفا اِحسان کر، احسان کر

خواجہ مشکل کشا، مشکل میری آسان کر

کشتیِ جاں کب سے ساحل آشنا ہوتی نہیں
میری سوچوں کی کہیں بھی اِنتہا ہوتی نہیں
آنکھ روتی ہے مگر کم اِبتلا ہوتی نہیں
چشمِ بینا سے مری اُمید کا سامان کر

خواجہ مشکل کشا، مشکل مری آسان کر

میرے دل میں نقش کر دے بند اِلاَّ اللہ کا
عرش تک پہنچے اثر میرے جگر کی آہ کا
کس قدر شہرہ ہے دنیا میں تری شہراہ کا
میں مسافر ہوں، مسافر کو عطا پہچان کر

خواجہ مشکل کشا، مشکل مری آسان کر

تیرے دسترخوانِ نعمت سے پلا میرا وُجود
آہ نظروں سے ابھی تک گم ہے وحدت کا شُہود
حسرتِ نابود کیا ہے اور کیا ہے فکرِ بُود
اس غلامِ زار کے اَفکار کو یکجان کر

خواجہ مشکل کشا، مشکل مری آسان کر

حکیم ترمذی کی بشارت: حضرتِ شیخ عبد اللہ خجندی علیہ الرحمہ سے منقول ہے، انہوں نے فرمایا کہ حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ سرہٗ کے ساتھ میری پیوستگی کا سبب یہ تھا کہ آپ کی صحبت سے مشرف ہونے سے چند سال قبل میرے اندر جذبہ پیدا ہوا۔ میں خجند میں بہت "بے قرار اور بے آرام" تھا۔ جب اس راہ کے "دردِ طلب" کا میرے وجود پر استیلاء ہوا تو میں اسی حال میں خجند سے باہر نکلا اور ہر طرف سے پھرتا ہوا "ترمذ" پہنچ گیا۔ حضرت خواجہ محمد علی حکیم ترمذی علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضری دی،

چونکہ مجھے ''قوی اضطراب'' لاحق تھا اس لئے اس مقام کی نسبت مجھ سے بے ادبی صادر ہوگئی، وہاں متعین خادم نے مجھے تکلیف دینی چاہی مگر جب اسے میری حالت معلوم ہوئی تو اس نے مجھے ''معذور'' سمجھا۔ بعدہٗ میں ''دریائے جیحون'' کے کنارے واقع ایک مسجد میں آکر سو گیا، پھر میں نے دیکھا کہ دو بغایت نورانی'' بزرگ تشریف لائے۔ ان میں سے ایک نے مجھے کہا کہ ہمیں جانتے ہو؟ میں محمد علی حکیم ہوں اور دوسرے حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ تو اپنے آپ کو اس وقت تشویش واضطراب میں مبتلا نہ کر، تو جو طلب کر رہا ہے اس کا یہ وقت نہیں تیرا مدعا بارہ سال کے بعد بخارا میں مل جائے گا، اور قطب زماں حضرت خواجہ بہاؤ الدین کی بارگاہ سے حاصل ہوگا۔ اس واقعے سے مجھے تسکین نصیب ہوئی۔ اور میں خجند لوٹ آیا، ایک دن میں بازار جارہا تھا۔ میں نے مسجد میں دو ترک دیکھے جو آپس میں گفتگو کر رہے تھے، میں نے غور سے سنا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی اس کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ میرا دل ان کی طرف مائل ہوگیا اور جلدی سے میں ان کیلئے طعام لے آیا۔ انہوں نے کہا یہ درویش طالب ہے، اس کے لائق یہی ہے کہ یہ ہمارے سلطان زادہ اسحاق خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوجائے۔ میں نے ان سے یہ بات سن کر پوچھا تو معلوم ہوا کہ اسحاق خواجہ ''اسبیجاب'' کے نواح میں رہتے ہیں میں خجند سے ان کی صحبت پاک میں چلا گیا'' وہ بسیار لطف'' سے پیش آئے۔ انکا ایک فرزند تھا جو بہت شائستہ تھا، اس سے قبول ونجابت کے آثار ظاہر تھے۔ ایک دن اس نے اپنے والد گرامی اسحاق خواجہ سے عرض کی کہ یہ درویش مسکین ہے اسے چاہیے کہ آپ کی صحبت میں رہے اسحاق خواجہ گریاں ہوئے اور فرمانے لگے اے فرزند! یہ درویش حضرت خواجہ بہاؤ الدین کا فرزند ہوگا، ہم اس پر تصرف نہیں کر سکتے، میں خجند کی طرف واپس آگیا۔ اور ان دو اشاروں کے ظہور کا انتظار کرنے لگا۔ ایک عرصے کے بعد مجھے بخارا کی کشش ہوئی اور میں توقف نہ کر سکا۔ میں حضرت خواجہ کی طرف متوجہ ہوگیا، جب میں بخارا میں حضرت ایشاں کی بارگاہ میں حاضر ہوا، تو بارہ سال گزر چکے تھے۔ خواجہ پاک نے ارشاد فرمایا، عبداللہ

نجندی، خوش آمدید، ابھی بارہ سال تمام ہونے میں تین روز باقی ہیں، آپ کے اس اشارے سے میرے اندر ایک عظیم صفت نے تصرف کیا اور مجھ میں ان کی محبت کی صبح سعادت پیدا ہوگئی۔ ان کی صحبت میں بیٹھے ہوئے تمام درویش حیران ہوکر مجھ سے اس اشارت کا قصہ دریافت کرنے لگے، میں نے ''اول تا آخر'' تمام قصہ سنایا تو ان کی حیرت دو چند ہوگئی۔ بعدہ حضرت خواجہ نے عنایت فرمائی اور مجھے غلامی میں قبول فرمالیا۔

احوالِ دل کی خبر: حضرت بابا سمرقندی علیہ الرحمہ سے منقول ہے، انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کی کرامات ومقامات مشہور ہوئے تو مجھ میں ان کی ''ملاقات کا داعیہ'' پیدا ہوا، اور میں سمرقند سے ان کی صحبت شریف کی دریافت کیلئے بخارا کی طرف متوجہ ہوا۔ جس وقت میں نے ان کی خدمت میں جانے کیلئے توجہ کی تو میرے دل میں خیال آیا کہ بخارا میں سب سے پہلے میں ان کی خدمت سے مشرف ہوں گا۔ میں بخارا پہنچ کر کاروان سرائے میں اترا اور اس سے پہلے کہ کسی سے ملاقات کروں، کارواں سرائے سے جلد ان کی خدمت میں پہنچنے کا ارادہ کرکے باہر نکل آیا، اور ان کی طرف چلنے لگا، میں نے راستے میں ایک گروہ کو دیکھا تو میرے دل میں خیال آیا کہ یہ درویشوں کا گروہ ہوگا، میرے اندر ایک صفت نے تصرف کیا اور میں تیزی سے ان کے تعاقب میں چل پڑا، پھر میرے دل میں خیال آیا کہ جب میں پہلے پہل حضرت خواجہ سے ملوں تو آپ مجھے ''سرشیر'' عطا فرمائیں۔ اور کسی کو میرے ساتھ شریک نہ ہونے دیں۔ اسی خیال میں، میں نے، دو تین قدم اٹھائے تو وہ گروہ کھڑا ہوگیا۔ ان کے درمیان ایک ''نورانی عزیز'' تھا جس کی پیشانی سے آثارِ ولایت چمک رہے تھے۔ اس نے میرا استقبال کیا۔ اور مجھے ''کنار گرفت'' میں لے کر دو مرتبہ فرمایا ''خوش آمدی بابا صاحب سمرقندی'' اور حال یہ تھا کہ میں نے اس سے پہلے اس عزیز سے کبھی ملاقات نہیں کی تھی۔ میں متحیر تھا کہ وہ میرا نام کیسے جانتے ہیں۔

اسی وقت میرے دل میں خیال گزرا کہ یہی حضرت خواجہ بہاؤ الدین ہیں۔ آپ چل پڑے اور مجھ سے سمر قند کے اکابر علماء کے احوال پوچھنے لگے، جب وہ منزل پہ پہنچے تو اس منزل سے حضرت خواجہ جلدی سے باہر تشریف لائے اور ان کے سب حاضر و غائب اصحاب ان کی سنت و طریقت کے مطابق بیٹھ گئے۔ ان کی محبت غایت درجہ "باروح" اور خوش باش تھی اور مجلس "قوی دلکش" تھی، فرصت کے بعد معاً حضرت خواجہ نے تشریف لا کر سر شیر کی گرم ہنکیا میرے سامنے رکھ دی اور میرے نزدیک بیٹھ کر فرمایا کھاؤ، یہ تمہارا "نصیبہ" ہے، تمہارے ساتھ کوئی شریک نہیں ہوگا، اور پھر آہستہ سے مجھے کہا: "عزیزوں کے دل کو اتنی سی بات کیلئے تکلیف نہیں دینی چاہیے"۔

<u>جو چاہا سو پالیا:</u> حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے ملازموں میں سے ایک درویش سے منقول ہے کہ عید قربان تھی۔ حضرت خواجہ شہر بخارا میں ایک درویش کی منزل پر تشریف فرماتے۔ اور مقام معرفت سے متعلق کچھ فرما رہے تھے۔ میرے دل میں آیا کہ آپ مجھے اجازت عطا فرمائیں کہ میں آپ کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں عید کی مبارک باد پیش کروں۔ اور آپ مجھے خلوت میں کھانا دیں اور تین درم کے بادام، تین درم کی سوئیاں اور تین درم کا عزانہ شور عطا فرمائیں، جب حضرت خواجہ مصلے سے اٹھے تو مجھے فرمایا میری والدہ ماجدہ کو عید مبارک کہنے کیلئے جاؤ۔ جب اس درویش کے گھر پہنچے تو اسے فرمایا کہ گھر میں خلوت کرو، اور مجھے اشارہ کیا کہ اس گھر میں چلے جاؤ۔ جب میں اندر گیا تو حضرت خواجہ نے میری طلب سے زیادہ کھانا بھجوا دیا۔

اس کے بعد ایک آدمی آیا، اس نے سویاں پیش کیں، آپ نے پوچھا یہ سویاں کتنے درم کی آئی ہیں، اس نے کہا تین درم کی، پھر دوسرا آدمی عزانہ شور کا طبق لے کر آیا، آپ نے پوچھا، کتنے کا خریدا ہے، اس نے کہا، تین درم کا، ایک ساعت گزر گئی تو کسی نے آ کر آپ کی خدمت میں تین درم ہدیہ کیے۔ آپ نے میری طرف اشارہ کیا اور فرمایا تو نے اس روز ہم سے تین چیزیں طلب کیں، مبارک باد کی اجازت، طعام خلوت، اور

یہ تین چیزیں، پھر اسی وقت فرمایا، یہ خواہشات نیک نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ہم ان (خواہشات کو پورا کرنے) کیلئے اُس جہان سے اِس جہان میں آئے اور (یادالٰہی کو چھوڑ کر) تیرے کام کی کفایت کیلئے گوشہ دل کو ادھر مشغول کیا،

باغ زاغان کا قصہ: ایک درویش کا بیان ہے کہ جب حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ نے پہلی مرتبہ سفر مبارک سے مراجعت فرمائی تو ماخان تشریف فرما ہوئے ایک دانشمند مولانا محمد ہروی آپ کے پیچھے بغداد پہنچے اور طلب کا اظہار کیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا ''یہ زمان التفات پر موقوف ہے''۔ ایک روز درویشوں کی جماعت حاضر خدمت تھی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا اب وہ وقت آ گیا ہے جس کا انتظار اس راہ کے طالب، عاشق اور دل سوختہ کر رہے تھے، مولانا محمد ہروی کو پاس بلا کر فرمایا تو بھی واقف ہوتا کہ تجھے بھی حصہ نصیب ہو جائے، آپ نے اتنا فرما کر ''انگشت مسبحہ'' اس کے زانو پر لگائی تو اس کا حال دیگر ہو گیا، حضرت خواجہ اسے اپنی پہلی حالت پر لا کر فرمانے لگے، ''باخبر ہو کہ وہ وقت گزر رہا ہے'' اور پھر اس کی طرف التفات فرمائی، پھر ''حالت اول'' واقع ہو گئی، پھر آپ نے اسے واپس لاتے ہوئے فرمایا ''خوب توجہ کر کہ اب وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے'' آپ مولانا محمد ہروی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس پر مزید عنایت فرمائی، جب اس حال میں ایک ساعت گزری تو فرمایا ''اے مسلمان! اس وقت ''باغ زاغان'' کو یاد کرنے کا کیا ہی موقع ہے''۔ یونہی حضرت خواجہ نے یہ سخن فرمایا، مولانا ہروی گریہ زن ہو گئے اور اپنا لباس پارہ پارہ کر لیا، اور ''اضطراب عظیم'' ظاہر کیا۔ جب مولانا محمد ہروی اس اضطراب سے ساکن ہوئے تو اصحاب نے ان سے پوچھا کہ اس وقت، حضرت خواجہ نے جو فرمایا کہ ''باغ زاغان'' کو یاد کرنے کا کیا ہی موقع ہے، اس کا کیا سبب تھا، اور حضرت خواجہ کے سخن کے بعد آپ پر وہ اضطراب کیسا تھا، مولانا محمد ہروی نے کہا ''باغ زاغان کا قصہ یوں ہوا، کہ ایک روز میں ایک دینی دوست کے ساتھ ہرات کے باغ زاغان میں تھا، اس دوست نے مجھے کہا، جس

وقت تجھے دوستانِ حق میں سے کسی دوست کی صحبت مل جائے اور تجھے اس صاحب دولت کی برکت نصیب ہو جائے تو مجھے فراموش نہ کرنا۔ جس وقت حضرت خواجہ مجھ پر التفات کر رہے تھے اور عنایت فرما رہے تھے تو میرے احوال عجیب ہو گئے، تو باغ زاغان کا قصہ میرے دل میں گزرا، اس لئے حضرت خواجہ نے فرمایا ''کہ اس قصے کو یاد کرنے کا کیا ہی موقع ہے'' اور میرے اضطراب کی یہ وجہ تھی کہ حضرت خواجہ میرے خیال سے مطلع ہو گئے ہیں۔ میں کئی سال سے دنیا میں پھر رہا تھا لیکن یہ کمال کسی میں نظر نہ آیا اور میرا یہ خیال تھا کہ اس زمانے میں ایسا صاحب شرف اور کوئی نہیں۔

حجابات اٹھ گئے: حضرت خواجہ علاء الدین عطر اللہ روضہٗ سے منقول ہے کہ ایک روز میں حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے حضور حاضر تھا، اتفاقاً فضا ابر آلود تھی، حضرت خواجہ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا نماز ظہر کا وقت ہو گیا ہے، میں نے عرض کیا، ابھی نماز کا وقت نہیں ہوا، آپ نے فرمایا آسمان کی طرف دیکھو، جب میں نے دیکھا تو کوئی حجاب نہ رہا، آسمان کے تمام فرشتے نماز ظہر کا فریضہ ادا کرنے میں مشغول تھے۔ آپ نے فرمایا، اب کیا کہتے ہو، کیا نماز ظہر کا وقت ہو گیا ہے؟ میں اپنے کلام پر پشیمان ہوا اور استغفار پڑھا، اور مدت تک اس سخن میں ڈوبا رہا۔

حالِ دل کی کیفیت: حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے ایک درویش نے بیان کیا کہ کسی نے حضرت خواجہ علاء الحق والدین علیہ الرحمۃ والمغفرۃ ان سے سوال کیا، آپ کے نزدیک حال دل کی کیا کیفیت ہے، آپ نے فرمایا، یہ کیفیت مجھے معلوم نہیں۔ اس درویش نے کہا، ہمارے نزدیک تو دل تین روزہ چاند کی طرح ہے۔ حاضرین نے قصہ حضرت خواجہ تک پہنچا دیا، آپ نے فرمایا۔ اس درویش نے اپنے دل کی کیفیت بیان کی ہے، پھر اسی وقت آپ نے حضرت خواجہ علاء الحق والدین کو طلب فرمایا، اور ان پر کرم فرمایا، اور اپنا قدم مبارک ان کے قدم پر رکھا، ان پر ایک ''حال بزرگ'' نے تصرف کیا، بعد ازاں، حضرت خواجہ علاء الحق والدین اس حال سے واپس آئے، آپ

نے فرمایا''اب اس حال کی شرح بیان کرو،انہوں نے عرض کی،'' جمیع مو جودات را در خود مشاہدہ کردم ، میں نے تمام موجودات کو اپنے اندر دیکھ لیا ہے،حضرت خواجہ نے فرمایا، تیرے دل کی یہ نسبت ہے،اور جب تیرے دل کا یہ حال ہے تو تو اپنے حال دل کا کیسے ادراک کرسکتا ہے۔''بزرگی دِل'' کی صفت بیان میں نہیں آسکتی،اس حدیث پاک''لا یسعنی ارضی ولاسمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المومن '' یعنی میں زمین وآسمان میں نہیں سما سکتا،لیکن اپنے عبد مومن کے دِل میں جلوہ گر ہوتا ہوں،کا راز وہی جانتا ہے جو دل کو پہچان لیتا ہے۔

<u>نور ہی نور کے جلوے:</u> منقول ہے کہ ایک روز شیخ شادی غدیوتی علیہ الرحمہ درویشوں کے ہمراہ غدیوت سے حضرت خواجہ ماقدس سرہ کی خدمت میں قصر عارفاں میں حاضر ہوئے،آپ''باغ مزار'' کے نزدیک تھے۔اور شیخ امیر حسین آپ کے سامنے زمین میں کپاس کی کاشت میں مشغول تھا۔جب غدیوت کے درویش پہنچے،حضرت خواجہ،شیخ امیر حسین سے فرمانے لگے،اس سخن میں حق ہماری طرف ہے یا تیری طرف؟ شیخ امیر حسین نے کوئی بات نہ کی،آپ نے اسے ہیبت کی نظر سے دیکھا،وہ گر پڑا اور اس کا سر زمین اماج کی طرح جانے لگا اور اس کا سر اور گردن خاک پوشیدہ ہوگئی،اس کا سانس بالکل رک گیا۔وہاں قریب ہی ایک درخت تھا۔حضرت خواجہ نے اپنی پشت مبارک اس درخت کے ساتھ لگادی،شیخ شادی نے ایک درویش سے کہا کہ تو اس راہ میں مبتدی ہے تیرا سخن قبول ہوگا،تو حضرت خواجہ کے حضور شیخ امیر حسین کی طرف سے معافی مانگ،اس درویش نے حضرت خواجہ سے درخواست کی۔آپ نے شیخ امیر حسین کے متعلق اس کی درخواست کو قبول فرمالیا۔آپ شیخ امیر حسین کی طرف روانہ ہوئے۔اتفاقاً کپاس کے کھیت کے کنارے دو آدمی کھڑے تھے۔انہوں نے حضرت خواجہ کی طرف دیکھا،دریں اثنا حضرت خواجہ کی نظر ان پر پڑی،وہ بھی زمین پر

جا گرے، حضرت خواجہ شیخ امیر حسین کے نزدیک پہنچے اور قدم مبارک کفش سے باہر نکالا اور اس کے سینے پر رکھا، وہ اسی وقت حرکت میں آگیا۔اور بہت زیادہ رونے لگا۔اس نے عذر پیش کیا،حضرت خواجہ نے اس سے فرمایا کہ ''پانی میں آؤ''، یہ اشارہ ''باغ مزار'' کے حوض کی طرف کیا۔اس درویش نے کہا کہ حضرت خواجہ نے مجھے فرمایا،تو دیکھ وہ دو آدمی کون تھے۔میں ان کی جانب گیا، پھر میں نے آپ سے عرض کیا وہ محمد زاہد اور محمود یورتونی تھے۔آپ نے کرم فرمایا اور ان کے نزدیک گئے اور تین مرتبہ آواز دی ''محمد'' محمد زاہد نے جواب دیا، اور اٹھ گیا۔آپ نے اس سے پوچھا کہ تمہارا یہ حال کیوں ہوا؟ اس نے کہا میں نے آپ کی طرف نظر کی تھی، آپ کی ہیبت سے یہ حال واقع ہوگیا۔پھر آپ باغ مزار میں آئے، شیخ امیر حسین چاہتا تھا کہ حوض میں داخل ہو جائے۔جب وہ داخل ہوا اور غوطہ لگایا اور بہت دیر ٹھہرا رہا۔حضرت خواجہ نے فرمایا کہ پانی سے سر باہر نکالو نہیں تو پھر وہی صفت پیدا ہو جائے گی۔وہ بہت جلد پانی سے باہر آگیا۔اس قصے کو اس ضعیف نے ایک ناقل سے سنا، کہ میں نے شیخ امیر حسین سے پوچھا کہ پانی میں آپ کے توقف کا کیا سبب تھا، انہوں نے فرمایا جب میں نے غوطہ لگایا تو میری آنکھ کھل گئی، وہاں نہ پانی تھا نہ زمین و آسمان تھے۔نہ ماہ و آفتاب تھے نہ شب و روز تھے، میں جدھر بھی نظر کرتا بے نہایت نور دکھائی دیتا تھا۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں: ایک درویش عزیز نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت خواجہ ماقدس سرہ، کی صحبت شریف میں حاضر ہوا۔آپ قصر عارفاں سے شہر بخارا کی طرف جا رہے تھے۔ایک نزدیکی درویش آپ کے ہمرکاب تھے، آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس فقیر کی جانب اشارہ کر کے فرمایا ''یہ مرد آسمان پر پرواز کریگا۔'' چند دن میں آپ کی صحبت شریف میں رہا۔آپ کا وہ کلام میرے دل میں جاگزین تھا۔جب مجھے اپنی ولایت کی طرف روانہ فرمایا تو حضرت خواجہ کی ''خاطر مبارک'' کی برکت سے میرے اندر ایک صفت بزرگ نے

تصرف کیا۔ایک دن میں ایک منزل میں نماز ادا کر رہا تھا،قعود میں تھا کہ حال عجب ظاہر ہوا۔میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں آسمان کی طرف جا رہا ہوں۔جہاں تک کہ اس جگہ جا پہنچا کہ جسکی تشریح سے تقریر عاجز تھی،وہاں نہ آسماں تھا اور نہ زمین تھی،نہ آفتاب تھا اور نہ چاند ستارے تھے۔

نگاہ ولایت کا صدقہ: ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ قصرِ عارفاں میں جلوہ گر تھے۔آپ نے نماز عشا ادا فرمائی تھی اور مسجد کے دروازے پر کھڑے تھے،نماز عشاء با جماعت ادا کرنے والے گاؤں کے لوگ بھی حاضر تھے۔اتفاقاً فصل بہار تھی۔حضرت خواجہ نے مجھے اشارہ فرمایا کہ''تم شہر بخارا سے پارہ ترانگبین لے آؤ''میں آپ کی نظر سے بہت جلد روانہ ہوگیا۔اتفاقاً ان دنوں (اس علاقے میں) بھیڑیے کا غلبہ تھا،اور مخلوق خدا تشویش کر رہی تھی۔یہ مشہور تھا کہ اس نے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے۔راستے میں جب میں''پل علی سلیمان''پر پہنچا تو تین بھیڑیے مجھے ملے،اور انہوں نے مجھے نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا۔وہ میرے نزدیک آئے،اور اپنے منہ میری طرف کیے۔لیکن وہ اپنے منہ کھول نہ سکے۔میں شہر بخارا پہنچ گیا کہ ہنوز لوگ نماز عشاء ادا کر رہے تھے۔میں بازار میں آیا،اور جہاں کوئی دکان ملی وہاں جا کر کہا حق تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے ایک بندے کو ترانگبین چاہیے۔یہاں تک کہ میں نے ترانگبین خرید لی،اور اسی وقت قصر عارفاں کی طرف متوجہ ہوا۔جب میں نزدیک پہنچا تو بارش کا اثر پیدا ہوا۔میں جلدی سے مسجد میں داخل ہوگیا،اس رات بہت زیادہ بارش ہوئی۔صبح نمودار ہوئی تو لوگ مسجد میں حاضر ہوئے اور مجھے دیکھ کر ایک دوسرے سے کہنے لگے اس نے حضرت خواجہ کے حکم کی مخالفت کی ہے۔اور یہ ترانگبین نہیں لا سکا۔

جب حضرت خواجہ نے نماز با جماعت ادا فرمائی تو میں نے''ترانگبین''آپ کی خدمت میں پیش کر دی،آپ نے فرمایا کیا راستے میں تمہیں بھیڑیے ملے تھے،

میں نے کہا ہاں! لیکن وہ مجھے نقصان نہ پہنچا سکے۔ آپ نے فرمایا وہ نقصان کیسے پہنچاتے، ان کے منہ تو بند تھے، اہل مسجد ایک دوسرے سے آہستہ گفتگو کر رہے تھے، آپ نے فرمایا، تم لوگ کیا کہہ رہے ہو؟ وہ بولے ہمیں مشکل درپیش ہے، آپ نے فرمایا، اس کے متعلق سوال کرنا چاہیے، وہ بولے آج رات بہت بارش ہوئی مگر اس کا پوستین خشک رہا۔ میں نے کہا "جب میں گاؤں کے قریب آیا تو بارش کا اثر پیدا ہوا تھا، اور میں جلدی سے مسجد میں داخل ہو گیا"۔ لوگ متحیر ہو گئے اور بولے، نماز عشاء کے فوراً بعد بارش ہونا شروع ہو گئی تھی، تو ایک فرسنگ کا راستہ کس طرح گیا اور آیا ہے۔ میں نے کہا "مجھ پر تو راہ سعادت کھلی تھی، مجھے جانے اور آنے سے کیا کام تھا۔

ولی کا علم اسرار: حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے متبعین میں سے ایک درویش نے نقل فرمایا، میری حضرتِ خواجہ کے ساتھ وابستگی کا سبب یہ تھا کہ آپ باغ مزار میں تھے اور درویش "بہ طریقِ اجتماع" آپ کی عیادت کرنے آ رہے تھے، آپ نے اس "حالتِ رنجوری" میں بھی درویشوں کو اپنی ملاقات سے خوش کیا، اور بہت بشاشت ظاہر فرمائی۔ اِتنی علالت کے باوجود بھی آپ درویشوں کے ہمراہ گئے۔ اور بکریاں لے کر آئے۔ ایک بکری آپ نے اپنے "دوش مبارک" پر اٹھا رکھی تھی، پھر آپ اپنا کھانا پکانے میں مشغول ہوئے۔ والحق، ان مکارم اخلاق کا مشاہدہ ہی میری محبت کا سبب بنا، پھر آپ نے مجھے ایک کام کیلئے اپنے گھر بھیجا، اور فرمایا کہ جب تم گاؤں آئے تو ہمارا گھر پوچھ لینا اور کسی بچے کو اندر بھیجنا کہ وہ دیگچہ اور کاسہ وغیرہ جو چیزیں کھانا پکانے کے کام آتی ہیں لے آئے۔ اور اگر کوئی بچہ نہ ملے تو دروازے پر آہستہ سے زنجیر مارنا۔ اور جو ہم نے کہا ہے وہ طلب کرنا اور جلدی واپس آنا۔ جب میں گاؤں پہنچا تو وہاں بیٹھی ہوئی ایک بوڑھی خاتون سے پوچھا، شیخ بہاؤالدین کی منزل کہاں ہے۔ وہ بوڑھی خاتون جفا کرتے ہوئے بولی اس گاؤں میں کوئی شیخ نہیں، ایک طرار اور جلاد ہے۔ اس کی منزل فلاں ہے۔ اس کے لفظوں سے میرا دل

بہت خستہ ہوا۔ جیسے مجھے خواجہ صاحب نے تعلیم فرمائی تھی، میں نے دروازے پر زنجیر ماری اور کھانا پکانے کے اسباب لے کر آپ تک پہنچائے، آپ نے میری طرف نظر فرماتے ہوئے کہا، جیسا تو ہماری طرف سے گیا تھا، ویسا نہیں آیا اس تغیر کی کیا وجہ ہے۔ میں نے جو کچھ بوڑھی خاتون سے سنا تھا۔ آپ سے عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا، اب پھر جاؤ، اور دستر خوان لے کر آؤ، جب میں دوبارہ گاؤں پہنچا تو بوڑھی خاتون اور زیادہ جفا سے پیش آئی۔ اور بولی، یہ شخص کیسے شیخ ہو سکتا ہے۔ نہ ذکر کرتا ہے نہ سماعِ خلوت اپناتا ہے، اُس کے اِس سخن سے میں پہلے سخن سے بھی زیادہ خستہ حال ہوا۔ میں نے حضرتِ خواجہ کے گھر سے دستر خوان طلب کیا اور آپ کی خدمت میں پہنچایا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا اس بار تو پہلے سے زیادہ متغیر ہو کر آیا ہے، میں نے سبب عرض کیا، آپ نے فرمایا، اس باغ سے باہر ہمارا ایک درویش امیر حسین زراعت میں مشغول ہے، اسے طلب کرو، شیخ امیر حسین حاضر ہوا، حضرت خواجہ نے فرمایا ''فلاں بوڑھی خاتون سے کہو، جلادی تو کرتی ہے اور تہمت ہم پر لگاتی ہے۔ اگر وہ کہے میں نے کون سی جلادی کی ہے تو کہنا کہ تو نے فلاں آدمی کے ساتھ فلاں ''کاہ دان'' میں برا فعل کیا تھا، جب اس کا اثر تجھ میں ظاہر ہوا تو لوگوں نے تجھے بدنام کرنا چاہا۔ اور تو نے اسے از خود نکال کر فلاں جگہ میں دفن کر دیا'' بعدہٗ مجھ سے فرمایا کہ تو امیر حسین کے پیچھے جا، اور یہ دیکھ کہ جو کچھ ہم سے سنا ہے وہی درست ہے۔؟ میں شیخ امیر حسین کے ساتھ اس ضعیفہ کے نزدیک پہنچا اور جو باتیں میں نے حضرت خواجہ سے سنیں تھیں، اس ضعیفہ سے کہیں، اس نے گریہ اور نالہ سے کام لیا اور نہایت عاجزی سے بولی، حق تعالیٰ کے بندے ان کاموں سے واقف ہوتے ہیں۔ میں نے برا کیا۔ اور اب میں توبہ کرتی ہوں۔ شیخ امیر نے کہا ''اگر حق تعالیٰ انہیں اطلاع نہ فرمائے تو وہ کیسے ظاہر کر سکتے ہیں۔'' ناقل نے کہا کہ ''ان احوال کے مشاہدے کے سبب حضرت خواجہ کے ساتھ مجھے مزید محبت ہو گئی۔''

گم شدہ درانتی مل گئی منقول ہے کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ قصر عارفاں میں موجود تھے۔ اور ایک ''منزل'' میں دیگدان بنا رہے تھے۔ درانتی کی احتیاج ہوئی۔ ہر چند تلاش کی لیکن نہ ملی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا ''انشاء اللہ یہ درانتی ضرور ظاہر ہوگی'' آپ نے غدیوت میں ایک درویش کو مکتوب بھیجا کہ یہ درانتی قطب الدین غدیوتی کے گھر میں پڑی ہے۔ اس نے لوہے کی درانتی خرتے میں لپیٹ کر چھت میں اپنے گنجینے میں لپیٹ کر رکھی ہے۔ جب تو اس کے گنجینے کے دروازے میں داخل ہوگا تو تیرے سر کے اوپر چھت میں ہوگی۔ مکتوب پا کر اسے جلدی بھیج دے۔ جس جگہ کی طرف حضرت خواجہ نے اشارہ فرمایا تھا۔ اس درویش نے قطب الدین غدیوتی کے گنجینے میں اسی جگہ اس درانتی کو پالیا۔ اور حضرت خواجہ کی طرف بھیج دی۔ جو لوگ مکتوب ارسال کرتے اور درانتی کے آتے وقت وہاں حاضر تھے، سب کے سب حیران ہو گئے۔

خواجہ یوسف مرید ہو گئے: ایک درویش عزیز نے نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ شہر بخارا میں ایک راستے پر چل رہے تھے۔ ابھی تک بخارا کے اکابر اور علماء میں سے کوئی بھی آپ سے وابستہ اور آشنا نہ ہوا تھا۔ اسی دن مولانا حافظ الدین کبیر بخاری علیہ رضوان الباری کے نبیرۂ اقدس مولانا حسام الدین خواجہ یوسف رحمتہ اللہ علیہ جماعت طلبہ کے ساتھ حضرت خواجہ کی مقابل سمت سے آ رہے تھے، جونہی حضرت خواجہ نے وہ جماعت دیکھی، آپ ایک طرف متوجہ ہو کر جلدی سے چلنے لگے، حالانکہ آپ اور اس جماعت کے درمیان کافی مسافت تھی۔ وہ بزرگوار دین طلبہ کے درمیان سے اکیلے باہر آئے اور کچھ راہ حضرت خواجہ کی طرف چلے، اور تمام تواضع اور نیاز کے ساتھ خدمت خواجہ میں سلام عرض کی۔ آپ نے لطف تمام کے ساتھ ان کی سلام کا جواب دیا۔ بعدہ آپ نے مجھ سے فرمایا، علماء بخارا میں سے جو کوئی سب سے پہلے ہمارا آشنا ہوگا وہ یہی بزرگ تھا۔ آپ کا یہ جملہ ہمیشہ میرے دل

میں رہا۔اس کا اثر سات سال بعد ظاہر ہوا، کہ خواجہ یوسف حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ سے وابستہ ہو گئے۔

ایک گناہگار، عاشق بن گیا: ایک درویش سے منقول ہے کہ میں حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہ، کے شرفِ صحبت سے مشرف ہونے سے پہلے ''نسف'' میں رہا کرتا تھا۔اس جگہ ایک آدمی ''ترمذ'' سے آیا۔اس کی ایک بیٹی تھی، میرا اس کے ساتھ تعلق ہو گیا۔ایک روز میں نے اس لڑکی کو گھر میں تنہا پایا، اور اس کے ساتھ ہر قسم کی گفتگو کی، یہاں تک کہ اسے کنار میں لے کر بوسہ دیا۔بعد ازاں بخارا سے ایک درویش آیا تو مجھے اس کی خدمت کی بہت زیادہ رغبت ہوئی۔چند روز میں اس کا مصاحب رہا۔مجھے معلوم ہوا کہ وہ حضرت خواجہ کے درویشوں میں سے ہے۔جب وہ بخارا کی طرف روانہ ہوا تو اس کے جذبہ صحبت نے میری نگہداشت کی اور میں اس کے ساتھ ہو لیا۔جب ہم بخارا پہنچے تو حسن اتفاق سے حضرت خواجہ سے ملاقات نصیب ہو گئی۔آپ نے التفات کی اور فرمایا تو کیا کرتا ہے؟ میں نے کہا میں درویشوں کی صحبت کا داعیہ رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا ''یہ سخن کجا اور وہ احوال کجا۔'' تو نے اس مرد ترمذی کی بیٹی کو خالی گھر میں بوسہ دیا اور اسے کنار میں لے لیا۔اور اب کہہ رہے ہو کہ درویشوں کی محبت رکھتا ہوں۔میں نے کہا، میں نہیں جانتا تھا۔کہ وہ کام برا ہے۔آپ نے فرمایا ''وہ کام حرام ہے اور نا مشروع ہے'' میں نے کہا '' آپ تو وہاں نہ تھے آپ کو کیسے معلوم ہوا'' آپ نے فرمایا ''جس نے دیکھا اس نے مجھے بتایا''۔اب میں متحیر ہوا اور حضرتِ ایشان کا محب بن گیا۔

دینار کہاں گئے: حضرتِ خواجہ ما، قدس اللہ روحہ، کے ایک نزدیکی درویش سے منقول ہے کہ میرے مبلغ پچیس دینار عدلی غائب ہو گئے۔میں نے حضرت خواجہ سے عرض کی، آپ نے فرمایا یہ اس گھر کی کنیز نے لے لیے ہیں۔آپ نے کنیز سے فرمایا ''عدلی لے آؤ، اس نے کہا ''فلاں جگہ میں نے مٹی میں دبا دیا ہے''۔حضرت خواجہ نے فرمایا

''زیر خاک تو تین دینار ہیں''۔ حاضرین نے آپ کی اس بات پر تعجب کیا، جب وہاں جا کر دیکھا تو مٹی میں تین دینار سے زیادہ نہ تھے۔

کھانا مل گیا ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک دفع حضرتِ خواجہ رضی اللہ عنہ قدس اللہ روحہ۔ بخارا کے نواح میں تشریف فرما تھے، درویشوں کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر تھی۔ اتفاقاً سردی کا موسم تھا۔ اس جگہ کے نزدیک کوئی باشندہ نہیں تھا۔ درویش بھوکے ہو گئے۔ تو حضرتِ خواجہ نے ایک شخص سے فرمایا فلاں گاؤں میں جاؤ۔ اس گاؤں میں اس نشانی کا ایک باغ ہے۔ اس باغ میں ایک حوض ہے۔ اس میں تھوڑا سا پانی ہے۔ اور اس میں ایک بڑی مچھلی ہے۔ اسے لے آؤ۔ تا کہ سب اصحاب کا کھانا بن سکے۔ اس درویش نے مسافتِ راہ طے کی اور اس گاؤں میں جا پہنچا۔ اور حضرتِ خواجہ کی بتائی ہوئی علامت کے مطابق وہ باغ تلاش کیا، آپ کی بتائی ہوئی سب نشانیاں موجود تھیں۔ باغ میں حوض۔ تھوڑا سا پانی، اور پانی میں ایک بڑی مچھلی، وہ مچھلی آپ کے پاس لے آیا جسے دیکھ کر حاضرین میں خوشی کی حالت پیدا ہو گئی۔

ایک درویش عزیز نے نقل کیا ہے کہ ایک سفر میں حضرتِ خواجہ رضی اللہ عنہ قدس اللہ روحہ۔ کی خدمت میں درویشوں کی ایک جماعت تھی۔ اور کھانا ختم ہو چکا تھا، اصحاب صفا نے حضرت سے کھانا طلب کیا۔ حضرتِ خواجہ نے فرمایا ''تمہاری آرزو کیا ہے''؟ اصحاب نے کہا ''بریانی'' وہاں نزدیک ہی ایک بہت بڑا ٹیلا تھا۔ آپ نے فرمایا ''اس پر چڑھ جاؤ''۔ جب اصحاب چڑھ گئے۔ تو دیکھا کہ ایک سوار آیا اور اس نے بریانی، سبزی، سرکہ اور نان و نمک سے ایک دستر خوان آراستہ کیا۔ سب لوگوں نے سیر ہو کر کھانا تناول کیا۔

مشکل آسان ہو گئی: ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ جن دنوں دشت قپچاق کی طرف سے بخارا میں ایک لشکر عظیم آیا اور اس ولایت کی مخلوق حصار میں آ گئی۔ اہل اسلام کے احوال نہایت دشوار ہو گئے، اس لشکر نے حصار کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت

میرے پاس ایک ترکی غلام تھا جو بھاگ کر حصار سے باہر نکل گیا۔اور لشکر سے جا ملا۔مجھے غلام کے فرار کی طرف سے بہت پریشانی ہوئی اور حاکمانِ حصار کی طرف سے خوف لاحق ہوا کہ ناگاہ مجھ پر تہمت نہ لگا دیں کہ تو نے حصار کی حالت بتانے کے لیے ان ظالموں کے لشکر میں کوئی چیز بھیجی ہے۔میں حضرتِ خواجہ کے حضور پہنچا اور صورتِ حال عرض کی۔حضرتِ خواجہ نے فرمایا تم خاطر جمع رکھو،اگر حاکمانِ حصار کی طرف سے تم پر کوئی تہمت لگی تو ہم اس کے ذمہ دار ہوں گے۔اور غلام کی طرف سے بھی مطمئن رہو،تمہارا غلام آجائیگا۔درویش نے کہا کہ جو حضرتِ خواجہ نے فرمایا تھا بالکل وہی ظاہر ہوا۔قلعے کے حاکموں کی طرف سے کسی نے بھی مجھے غلام کے جانے کے متعلق کچھ نہ کہا،ایک روز (بعد) میں پھر غلام کے بارے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا،آپ نے فرمایا،غلام کے تقاضا کا یہ وقت نہیں،کہ بارِ عالم ہم پر ہے

؎ اگر حراب شود مملکت ز شاہِ مرنج
که نزد اہل حقیقت گناہِ درویش است

اگر تمہارا غلام نہ آیا تو ہم ملک سرائے کو برہم کر دیں گے۔ناقل کہتا ہے آپ کی خاطر مبارک کی توجہ کی برکت سے سے وہ غلام سرائے سے آگیا۔اس نے کہا کہ (وہ لوگ) مجھے سرائے میں لے گئے تھے،میں وہاں سے بھاگ کر اس طرف آگیا ہوں۔اس ضعیف نے بھی اس غلام سے یہ قصہ پوچھا،اس نے بھی یہی بات بیان کی۔

حیات و ممات کا اختیار: بہت سے درویشوں کی جماعت نے حضرت خواجہ، ما قدس اللہ روحہ الشریف سے نقل کیا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے،ایک دفع ہم درویش صادق محمد زاہد کے ساتھ صحرا میں گئے۔ہم کسی کام کے سلسلے میں نکلے تھے،تیشے ہمارے پاس تھے،ہم پر ایک حالت طاری ہوئی تو ہم نے تیشے وہاں رکھ دیئے اور بیابان میں نکل گئے۔ہم نے ایک دوسرے سے ہر طرح کی گفتگو کی۔یہاں تک کہ

بات ''عبودیت اور فدا'' کے بارے میں ہونے لگی۔ اس نے کہا کہ فدا (فنا) کس حد تک ہوتی ہے۔ میں نے کہا ''اس حد تک کہ اگر درویش سے کہا جائے کہ تو مرجا تو وہ فوراً مرجائے''۔ یہ بات کہتے وقت وہ صفت مجھ پر طاری ہوئی کہ میں نے اپنا منہ محمد زاہد کی طرف کیا اور کہا ''مرجا'' محمد زاہد اسی حالت میں گر پڑا، روح اس کے بدن سے بالکل جدا ہوگئی۔ کتنی ہی دیر اس صفت میں گزر گئی۔ اس کا جسم مفارقتِ روح کی وجہ سے یونہی پڑا تھا۔ اسکی پشت زمین پر تھی، منہ آسمان کی طرف اور پاؤں قبلہ کی طرف تھے، اس دن ہوا بہت گرم تھی۔ اور سورج برجِ میزان میں تھا۔ میں اس صفت سے بہت مضطر اور متحیر ہوا۔ نزدیک ہی وہاں سایہ تھا، حیرت زدہ سا اس سائے میں بیٹھا رہا۔ پھر وہاں سے اس کے قریب آیا اور اس کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ چہرے کا رنگ گرم ہوا کی تاثیر سے سیاہ ہوتا جارہا تھا۔ میری حیرت اور زیادہ ہوگئی۔ ناگاہ میرے دل میں الہام ہوا کہ کہو ''محمد زندہ شو'' میں نے یہ جملہ تین مرتبہ کہا، تو اس میں اثر حیات پیدا ہوگیا۔ اس کے اعضا میں حرکت آگئی، اور وہ اسی لمحے زندہ ہوکر اصلی حالت میں لوٹ آیا۔ میں حضرتِ سید کلال علیہ الرحمہ کی خدمت میں آیا تو یہ قصہ ان کی خدمت میں عرض کیا، جب میں نے یہ قصہ یہاں تک سنایا کہ روح اس کے بدن سے جدا ہوگئی اور میں حیران ہوگیا، تو حضرتِ امیر نے فرمایا ''اے فرزند! تو نے اس حالتِ حیرت میں کیوں نہ کہا زندہ شو، میں نے کہا مجھے الہام ہوا تو کہا، اور وہ اپنی حالت میں آگیا۔

روح واپس کردی: ایک درویش سے منقول ہے کہ حضرتِ خواجہ ما، قدس اللہ روحہ نے ایک درویش کو کسی طرف روانہ فرمایا تو اپنے طریقے کے مطابق اس درویش کو بغل میں لیا اور ایک صفت وحالت اس کے ہمراہ کردی۔ اتفاقاً حضرتِ خواجہ کے درویشوں میں سے ایک عظیم درویش اخی محمد درآمنین چند قدم بطور بدرقہ اس درویش کے ساتھ چلے، ایک ساعت بعد وہ درویش گر پڑا اور اس کا حال دگرگوں ہوگیا۔ روح اس کے قلب سے باہر نکل گئی، اخی محمد درآمنین نے اس کی وہ حالت مشاہدہ کی اور تیزی سے

حضرت خواجہ کی خدمت میں آیا اوراس کا واقع عرض کیا، حضرت خواجہ نے کرم فرمایا ،آپ اس درویش کے نزدیک آئے اوراپنا قدم مبارک اس کے سینے پر رکھا، وہ حرکت میں آ گیا اورروح اس کے قالب میں لوٹ آئی۔ حضرتِ خواجہ نے فرمایا ''اس کی روح مجھے چوتھے آسمان پر ملی تو میں نے واپس کردی''۔

ہم بھی قربانی دیں گے: ایک صحیح نصب سید جو کہ حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے ساتھ بہت محبت اور راسخ عقیدہ رکھتا تھا۔ نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرتِ خواجہ بیت اللہ کی زیارت کو گئے۔ جس روز حجاجِ کرام قربانی کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ہم بھی قربانی دیں گے۔ ہمارا ایک بیٹا ہے، ہمیں چاہیے کہ ہم اس کو قربان کردیں۔ جو درویش اس سفرِ مبارک کے دوران آپ کی خدمتِ اقدس میں موجود تھے، انھوں نے آپ کی بات لکھ لی۔ بعدازاں جب آپ بخارا آئے تو دیکھا کہ آپ کا وہ بیٹا فوت ہو چکا تھا۔ جس روز کعبہ میں آپ کی زبانِ مبارک پر وہ سخن جاری ہوا تھا بالکل اسی روز آپ کا وہ پسرِ نامدار بخارا میں فوت ہو گیا۔

جب خواجہ عطار وابستہ ہوئے: حضرت خواجہ علاؤ الحق والدین عطر اللہ تربتہٗ و نور روضہٗ سے منقول ہے کہ ابتدا میں، میں جس روز حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ سے وابستہ ہوا، آپ شہرِ بخارا کے درویشوں کی ایک جماعت کے ہمراہ دروازہ کلاباد میں تشریف فرما تھے۔ یہ ایک درویش کا مکان تھا، اتفاقاً حضرت خواجہ کا وہ درویش آپ کے لیے کلاہِ نوروزی'' سی رہا تھا۔ وہ کلاہ ایسی تھی کہ جسے امرا اور حکام پہنا کرتے تھے۔ حضرتِ خواجہ بسطِ عظیم کے مالک تھے، چنانکہ آپ کی اس صفت سے ایک ذوق پیدا ہوا۔ اس حال میں آپ نے اس مجلس میں موجود ہر ایک درویش کے لیے کلاہ پہنی، اور فرمایا، کیوں کہ ہم نے اہلِ ملک کی کلاہ زیب سر کی ہے، اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم مملکت میں تصرف کریں، اب ہم کس اہلِ ملک پر حملہ آور ہوں؟ آپ کی صحبتِ ذکر میں حضرتِ پہلوان محمود بکیار علیہ الرحمہ نامی ایک درویش تھا، آپ نے اسے فرمایا

، جاؤ ہم نے ماوراء النہر کے حاکم کی جگہ تمہیں حاکم بنا دیا۔ حاضرین نے وہ تاریخ ثبت کرلی، اس مجلس میں ایک شخص جو ماوراء النہر سے بھاگ کر بخارا کے ایک امیر کے پاس ٹھہرا ہوا تھا۔ اب کابل کو جا رہا تھا۔ حضرت خواجہ نے کابل جانے والے اس شخص کے ہاتھ میر بخارا کو مکتوب بھیجا، صورت حال یہ ہے کہ تجھے چاہیے کہ معاملے کے پانچ سو دینار حامل مکتوب کے ہاتھ درویشوں کو بھیج دے۔ چند روز بعد یہ خبر آئی کہ ماوراء النہر کا وہ حاکم قتل ہو گیا ہے۔ تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ اسی دن قتل ہو گیا تھا جس دن حضرت خواجہ نے فرمایا تھا۔ سب اس حال سے متعجب ہوئے اور بولے ”حق تعالیٰ نے اپنے بندگان خاص کو یہ تصرف عطا فرمایا ہوتا ہے۔“ اور یہ واقعہ حضرتِ خواجہ کے ساتھ اس جماعت کے اور زیادہ یقین کا سبب بن گیا، حضرتِ خواجہ فرمایا کرتے تھے، ”بعض اوقات جو ایسی شان ہم سے ظاہر ہوتی ہے تو دوستو! ہم درمیان نہیں ہوتے۔ ہمیں صرف الہام ہوتا ہے۔ فقیر مفلسِ عاجز سے تقصیر کے سوا کیا وجود میں آسکتا ہے۔

زہی سلطان بے ہمتا چو ما چاکر کند سودا
اگر خواہد دھد کالا اگر خواہد بر اندازد

حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے اس کمال و قربِ قبول کے باوجود انہیں یہ خطاب ہوا وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی (الانفال ۱۷) اس جگہ معلوم ہوا کہ بیچارگانِ امت کا کیا حال ہوگا۔ درویشوں سے جو کچھ بھی ظاہر ہوتا ہے اس میں ان کا کوئی حظ و اختیار نہیں، یہ تو طالبوں کو راہ دکھلانے کے لیے ہے“۔

<u>حضرت خواجہ کا تصرف:</u> ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ ایک پرانی مسجد کے جوار میں ایک حوض کے کنارے کھڑے تھے، جو شہرستانِ بخارا سے قبلہ کی طرف ہے۔ اس وقت ایک درویشِ عزیز نے حضرتِ خواجہ سے ملاقات کی جو لوگوں کے درمیان ارشاد و تربیت، متابعتِ طریقہ اور ملازمتِ صحبت کے

اعتبار سے مشہور تھا۔آپ نے اس سے سوال کیا ''ہم نے سنا ہے کہ تو خوارزم کی طرف جارہا ہے''۔؟اس نے کہا بیشک ،حضرتِ خواجہ نے فرمایا،ہم تجھے خوارزم نہیں جانے دیں گے،اس درویش نے کہا یہ بات جانے دیں،آپ میں یہ قوت نہیں ہے،اتفاقاً اسی وقت حضرتِ مولانا حمید الدین شاشی علیہ الرحمہ چند آدمیوں کے ساتھ اس جگہ آگئے ۔اور حضرتِ خواجہ سے ملاقات کی۔حضرتِ خواجہ نے وہ واقعہ مولانا کو سنادیا اور فرمایا ،میں آپ کو اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ میں اس درویش کو خوارزم نہیں جانے دوں گا۔مولانا نے کہا کہ ہم گواہ ہوئے۔بعدہٗ اس درویش نے اِستمداد کی اور خوارزم کو روانہ ہوگیا۔جب وہ بخارا کے نواح میں افشنہ پہنچا،جو کاروان کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ تو اسی دن سلطان کے قاصد آگئے اور خوارزم کا راستہ بند کردیا تاکہ کوئی آدمی خوارزم نہ جاسکے وہ درویش رک گیا بعد ازاں اہلِ کاروان نے کوئی تدبیر کی کہ اصلی راستہ چھوڑ کر پھر خوارزم کی راہ اپنائی جائے۔لیکن سلطان کے قاصدان کے نشان پر چل پڑے اور قافلے کے ساتھ اس درویش پر بھی بہت ''تشویش'' کی۔اور اسے واپس بخارا کی طرف لے آئے،اس درویش نے شیخ سیف الدین باخرزی قدس اللہ روحہٗ کے نواسے خواجہ داود سے التجا کی اور کافی مال بھی خرچ کیا،تو پھر کہیں جاکر قاصدوں سے خلاصی حاصل کی۔یہ خبر مولانا حمید الدین شاشی علیہ الرحمہ کو ملی تو انہوں نے بہت تعجب کیا اور فرمایا،''اللہ تعالیٰ کے خواص بندوں کا اسی طرح تصرف ہوتا ہے۔''اس حال کا مطالعہ حضرتِ خواجہ کی خدمت میں مولانا حمید الدین کی محبت کی دلیل ہوگیا۔

چکی چلتی رہے گی: ایک درویش سے منقول ہے کہ حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ نے مجھے فرمایا کہ ''گندم کی چھ بوریاں ہیں۔انہیں پیسنے کیلئے چکی پر لے جا۔اس روز سورج برجِ قوس کے اکیس درجے پر تھا،اور چکی پر ''خلقِ بسیار'' جمع تھی،چکی پر میری باری نہ آئی،اسی طرح چھ روز گزر گئے۔میں حضرت خواجہ کے پاس گیا اور تمام قصہ عرض کردیا۔عصر کا وقت تھا،بہت سرد ہوا چل رہی تھی۔''رود بخارا'' کے کنارے یخ

(برف) کی علامت پیدا ہوگئی، پس حضرت خواجہ نے فرمایا کہ چکی والے سے کہنا کہ چکی تیرے حوالے کردے، اگرچہ ہوا سرد ہے، لیکن کوئی خوف نہیں، اسے کہہ دے اس سرد موسم میں تیری چکی نہیں رکے گی، اور نہ ہی اس سردی میں یخ ہوگی، اور فرمایا شیخ عالم سیف الدین باخرزی قدس اللہ روحہٗ کے زمانے میں بھی اسی قسم کا قصہ واقع ہو چکا ہے۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ اس موسم سرما میں یخ نہ ہوگی اور ہم بھی کہتے ہیں کہ یخ نہ ہوگی، بعدازاں میں نے آپ کا فرمان اس "آسیابان" تک پہنچا دیا، اس نے چکی میرے حوالے کردی، جب شام ہوئی تو ہوا ویسی سرد نہ رہی جیسی نماز عصر کے وقت تھی۔ آسمان پر بادل نمودار ہوا، اور ہوا خوشگوار ہوگئی، اور اس نے موسم کو یخ نہ کیا، یہ حال اس آسیابان اور دیگر لوگوں کی محبت کا سبب بنا۔

<u>غلام واپس آگیا:</u> منقول ہے کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ عزیوت میں تھے، درویش آپ کی خدمتِ اقدس میں کچھ انار لائے۔ درویش محمد زاہد بھی اس جماعت میں موجود تھا، حضرتِ خواجہ نے انار تقسیم کیئے اور فرمایا، کھاؤ، محمد زاہد نے کہا "میرا دل اس میں مشغول ہے، کہ میرا غلام کہیں فرار ہوگیا ہے" آپ نے فرمایا "وہ کسی طرف نہیں جا سکتا، دو دن اور دو رات ہمارے نزدیک رہو، اور تیسرے روز ریورتون میں اپنے گھر چلے جاؤ، غلام کی خبر تمہیں مل جائے گی، محمد زاہد نے حضرت خواجہ کے ارشاد پر عمل کیا، تیسرے روز وہ اپنے گھر چلا گیا، اس سے پہلے کہ وہ اپنے اہل خانہ کو آپ کی بشارت سناتا، غلام اندر سے باہر گیا، محمد زاہد اور اس کے ساتھی متعجب ہوئے، اور غلام سے کیفیت احوال دریافت کی۔ اس نے کہا، جب میں بخارا سے باہر نکلا تو نسف جانے کا ارادہ کیا، تھوڑا سا فاصلہ طے کیا تھا کہ میرے پاؤں بند ہوگئے، اور گھنٹی کی آواز سنائی دینے لگی، چنانچہ یہ میرا وہم تھا کہ یہ آواز بخارا تک پہنچ رہی ہے، اور جب میں ریورتون کی طرف واپس چلتا تو میرے پاؤں کھل جاتے اور اس گھنٹی کی آواز بھی نہ آتی۔ تین روز میرا یہی حال رہا۔ جب میں نے جانا کہ یہ کیفیت کسی اور جگہ کی

بدولت ہے تو میں آپ کی خدمت میں آ گیا، پھر اس نے معافی طلب کی اور ''عذرِ بسیار'' سے کام لیا، جس آدمی نے بھی یہ قصہ سنا، اسے حضرتِ خواجہ سے بہت زیادہ محبت ہو گئی۔

پوشیدہ رقم کی خبر: منقول ہے کہ حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہ 'قصرِ عارفاں' میں تھے، شیخ شادی عذیوت سے آیا ہوا تھا، اور اپنے کسی گزرے ہوئے قصور کا عذر پیش کر رہا تھا۔ حضرتِ خواجہ نے فرمایا'' کچھ معاملہ ہونا چاہیے'' اس نے کہا میں ''فراخ شاخ'' (بیل) کا معاملہ پیش کرتا ہوں، آپ نے فرمایا، ایک وجہ سے یہ معاملہ قبول نہیں، تو نے اڑتالیس ''دینار عدلی'' جو عذیوت میں ایک دیوار کے سوراخ میں چھپا رکھے ہیں، اور دھوئیں نے اس جگہ کو سیاہ کر دیا ہے، اب بہت مدت گزر چکی ہے، معاملہ کیلئے وہ رقم پیش کرنی چاہیے۔ شیخ شادی کا حال بدل گیا، اس لئے کہ دیوار کے سوراخ میں انہیں چھپاتے وقت کسی کو بھی اطلاع نہ ہوئی، وہ تیزی سے عذیوت گیا اور مبلغ اڑتالیس دینار آپ کی خدمت میں لے آیا، آپ نے عدلی طلب کی اور عدلیوں میں سے ایک دینار الگ کیا اور فرمایا ''یہ ایک دینار حرام'' تو نے کہاں سے لیا ہے، پھر شیخ شادی کی طرف اشارہ فرمایا کہ ان مبلغ سنتالیس دیناروں کا ایک بیل خرید اور زراعت اختیار کر، اور حق تعالیٰ و تقدس کے بندوں کی خدمت میں صرف کر پھر شیخ شادی سے اس ایک دینار کا حال پوچھا گیا تو اس نے کہا۔ کہ میں حضرتِ خواجہ کی نسبت سے پہلے ایک مدت تک جوا کھیلا کرتا تھا، یہ ایک دینار اس جوئے (کی کمائی) سے ہے۔

بزرگوں کو آزمانا نہیں چاہیے: بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کرمینہ پہنچے اور ایک درویش شیخ خسرو کی منزل پر نزول اجلال فرمایا، شام ہو گئی، تو اس علاقے کے اشراف آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، جب طعام کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ نے شیخ خسرو کو اشارہ فرمایا کہ دیکھو، اس گھر کے

دروازے پر کون ہے؟ جب خسرو باہر نکلا تو دیکھا کہ یوسف نامی شخص دروازے پر کھڑا تھا، اور اس کے ہاتھ میں امرودوں کا طبق تھا۔ اس نے کہا، میں حضرت خواجہ کی ملاقات سے مشرف ہونے کیلئے آیا ہوں، آنگاہ یوسف اندر آیا اور آپ کو سلام کیا، اور وہ طبق آپ کی خدمت میں پیش کیا، حضرت خواجہ نے ان کے رزق حلال ہونے کے بارے میں مبالغے سے پوچھا، اس نے کہا کہ "میں نے فلاں شخص سے یہ طبق خریدا ہے"۔ حضرت خواجہ نے شیخ خسرو کو اشارہ فرمایا کہ "امرودوں کو خالی جگہ پر رکھ دو، پھر آپ نے تفحص کرتے ہوئے اپنے دست مبارک سے ایک امرود اٹھا کر یوسف کو عطا کیا اور فرمایا کہ "باقی امرود حاضرین میں تقسیم کر دیے جائیں، لیکن کوئی آدمی امرود نہ کھائے"۔ پھر آپ نے روئے مبارک یوسف کی طرف کیا اور فرمایا "اس میں کیا راز ہے کہ پہلے تو ہم نے اس امرود کے بارے میں بہت جستجو کی اور پھر کہا کہ کوئی یہ امرود نہ کھائے، صحیح جواب دے"۔ یوسف نے کہا "کہ اصل صورت حال یہ ہے کہ لوگوں نے کہا کہ کرینہ میں ایک صاحب کمال آیا ہے"۔ میں نے چاہا کہ میں آپ کا امتحان لوں، میں نے ایک امرود کو نشان لگا کر طبق میں رکھ دیا اور باقی امرود اس کے اوپر رکھ دیئے"۔ آپ نے فرمایا "اچھی طرح دیکھ لے، کہ یہ وہی امرود ہے جو ہم نے تجھے دیا ہے"۔ اس نے کہا "بیشک وہی ہے"۔ پھر حضرت خواجہ نے یوسف کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا "بندگان خدا کو ہرگز نہیں آزمانا چاہیے"۔ اگر ہم تجھے یہ امرود نہ دیتے تو تجھے نقصان اٹھانا پڑتا اور تو ہم سے دور ہو جاتا۔ جو دین محمد مصطفےٰ ﷺ کا درویش ہے اسے آزمانے کی کیا حاجت ہے"، یوسف نے توبہ اور انابت سے کام لیا، حاضرین کے دل میں آپ کی محبت اور ارادت. کچھ اور پیدا ہو گئی

حال درویش کی خبر دی: ایک درویش نے نقل کیا کہ حضرت خواجہ، قدس اللہ سرہ غدیوت میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ "قصر عارفاں میں ہمارے گھر لکڑیاں لے جانی چاہئیں۔" اور آپ غدیوت سے ایک طرف روانہ ہو گئے۔ میں

نے آپ کے اشارے کی وجہ سے سوس کی لکڑیاں جمع کیں، پھر جب مجھے معلوم ہوا کہ سوس کی لکڑیاں بہت دشواری سے جمع ہوتی ہیں تو از خود سوچتے ہوئے سوس کے ساتھ کچھ خاردار لکڑیاں اکٹھی کرلیں۔ اور قصر عارفاں میں آپ کے گھر لے گیا۔ تین روز بعد حضرت خواجہ تشریف لائے۔ اور مجھ سے سوال فرمایا کہ "لکڑیاں چھوڑ آیا ہے"؟ میں نے عرض کیا "بیشک میں چھوڑ آیا ہوں"۔ فرمایا "لکڑیوں کا قصہ تو بتائے گا یا میں بتاؤں۔" پھر آپ نے فرمایا "پہلے تو نے سوس کی لکڑیاں جمع کیں اور پھر خود اندیشہ کرتے ہوئے ان کے ساتھ خاردار لکڑیاں اکٹھی کرلیں"۔

جو فرمایا وہی ہوا: قرشی درویشوں میں سے ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ، ماقدس اللہ روحہ، "قرشی" میں قیام فرماتے، ایک روز فرمایا، بخارا میں (علاقہ) غدیوت کے اندر ہمارا ایک درویش ہے جس کا نام شادی ہے، تین روز بعد وہ بخارا سے قرشی آئے گا، اس واسطے کہ اس نے "قصر عارفاں" میں ہمارے گھر لکڑیاں پہنچائی ہیں اور اس دوران اس سے کوئی قصور سرزد ہو گیا ہے، وہ "درویش قرشوی" کہتا ہے، میں نے تین دن انتظار کیا، تیسرا دن گزرا تھا کہ شیخ شادی غدیوتی بخارا سے قرشی آگیا۔ حضرت خواجہ نے اسے اپنی صحبت مبارک میں آنے کی اجازت نہ دی۔ چند روز اسی طرح گزر گئے۔ چونکہ میں حضرت خواجہ کے طریقہ میں مبتدی تھا، اس لئے التماس کی کہ شیخ شادی کو معاف فرمادیں، آپ نے لطف فرمایا اور اسے معاف فرمادیا، میں نے خلوت میں اس سے پوچھا کہ تیرا بخارا سے اس جگہ آنے کا کیا سبب ہے، اس نے کہا "یہ قریب کی بات ہے کہ میں قصر عارفاں میں حضرت خواجہ کے گھر کی لکڑیاں لے کر آیا اور مجھ سے قصور سرزد ہو گیا۔ پھر مجھ سے توقف نہ ہو سکا، اسی روز آپ کی طرف متوجہ ہوا اور تیسرے روز قرشی پہنچ گیا۔

حضرت خواجہ کا کمال نظر: حضرت خواجہ علاء الحق والدین روح اللہ روحہ نے بیان فرمایا کہ ایک بار حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ قرشی تشریف لے گئے۔

اور "قصر عارفاں" میں اپنی منزل مبارک کی خدمت کیلئے ایک درویش کو چھوڑ گئے۔
ایک روز قرشی میں حاضر خدمت لوگوں سے ارشاد فرمایا "اس وقت وہ درویش خادم باغ سے ہمارے گھر لکڑیوں کو لے جا رہا ہے، اور اس کے دل میں یہ خیال گزرا ہے کہ اگر حضرتِ خواجہ یہاں ہوتے تو میری خدمت بر محل ہوتی، اور وہ لکڑیاں بکراہت کے ساتھ ہمارے گھر لے گیا، جب وہ ہمارے گھر پہنچا تو اہل منزل نے اس کی کراہت کو دیکھا اور لکڑیاں قبول نہ کیں، اس نے ہر چند تضرع اور درخواست ظاہر کی مگر فائدہ نہیں ہوا، اور اس وجہ سے اب وہ درویش "مقبوض" ہو گیا ہے، وہ تین روز بعد بخارا سے قرشی آئے گا، آپ نے جن حاضرین کے سامنے یہ قصہ بیان فرمایا تھا وہ سب منتظر تھے، جب تین روز گزرے تو درویش بخارا سے قرشی آ گیا، اس جماعت نے وہ قصہ اس سے پوچھا تو اس نے ویسے ہی بیان کیا جیسے حضرت خواجہ بیان کر چکے تھے، وہ سب حیرت زدہ ہو گئے اور آپ کے ساتھ ان سب کے عقیدہ کو "رسوخِ تمام" نصیب ہوا۔

جدھر دیکھا انہیں پایا: حضرتِ خواجہ علاء الحق والدین نور اللہ مرقدہٗ سے منقول ہے کہ ایک روز حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ "جماعتِ درویشاں" کے ساتھ اس خانوادے کے ایک تابع فرمان کے حجرہ درویشی میں جلوہ گر تھے۔ کچھ لوگوں کو حضرتِ خواجہ نے دسترخوان کی نسبت اشارہ فرمایا تو وہ اس حجرہ سے باہر نکل گئے۔ ان کے دو فریق بن گئے، ایک فریق بازار صرافاں کی طرف متوجہ ہوا، اس فریق نے حضرتِ خواجہ کو وہاں دیکھا اور تصور کیا کہ آپ حجرہ سے باہر تشریف لے آئے ہیں، دوسرا فریق چوک کی طرف گیا اور حضرتِ خواجہ کو وہاں دیکھا اور اس نے بھی یہی تصور کیا، پھر وہ لوگ بازار میں "اخی محمد در آھنین" سے ملے، اور اپنا قصہ اس سے بیان کیا۔ اس نے کہا، میں نے اسی لمحے حضرتِ خواجہ کو فلاں جگہ دیکھا کہ آپ ایک طرف کو جا رہے تھے، درویشوں کو تردد ہوا کہ حضرتِ خواجہ کو کہاں تلاش کریں، وہ اسی اندیشے میں تھے کہ ایک درویش آیا کہ حضرتِ خواجہ فرما رہے ہیں، اصحاب نے آنے میں تاخیر

کیوں کر دی، انہوں نے وہ قصہ اس درویش سے بیان کیا۔ اس نے کہا جس وقت تم سب لوگ حضرتِ خواجہ کے اس حجرے سے باہر نکلے ہو، صاحبِ حجرہ اور میں دونوں آپ کی خدمت میں موجود تھے، آپ کسی طرف بھی نہیں گئے۔ اور اب بہت جلدی سے مجھے تم لوگوں کی طرف روانہ کیا ہے۔ سب اصحاب حیرت زدہ ہو گئے۔ اور اسی صفت میں حضرتِ خواجہ کے حضور پہنچے، ان سے 'کیفیتِ حال' پوچھی گئی۔ تو اصحاب نے تمام قصہ کھول کر بتا دیا۔ حضرتِ خواجہ نے تبسم فرمایا اور صاحبِ حجرہ یہ واقعہ سن کر رونے لگا، یہ بات اس کی محبت کا اور سبب بنی، حضرتِ خواجہ نے فرمایا منقول ہے کہ حضرتِ عزیزان قدس سرہ، کو رمضان کی ایک شام کو تیرہ جگہ پر دعوت دی گئی، آپ نے سب کی دعوت قبول فرمالی۔ ناقل کہتا ہے کہ میں ایک دستر خوان پر آپ کے ساتھ حاضر تھا، دوسرے مقامات کے بارے میں پوچھا گیا تو یہی سنا گیا کہ آپ ہر جگہ موجود تھے۔

ہر بات کھول دی: ایک درویش سے منقول ہے کہ جن دنوں حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ سرہٗ "مرو" میں جلوہ گر تھے تو آپ کے درویش ہر طرف سے

"يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ" ......دور دراز سے آئیں گے...... (الحج ۲۷)

کے مصداق آپ کی صحبت شریف میں پہنچ رہے تھے، وہ "بیابانِ مرو" کی ریت کو ریشم سمجھ کر طے کر رہے تھے، اور ہر کوئی زبانِ حال سے پکار رہا تھا

؎ راہ وصلش گہ بہ پہلوگہ بسر باید دوید

غدیوت کے درویش بھی بخارا سے اس سفر مبارک پہ روانہ ہوئے تھے، حضرت خواجہ جس وقت غدیوت کے درویشوں کو بخارا کی طرف روانہ فرماتے تو ان کو حکم کرتے کہ خبردار! بخارا پہنچ کر سب سے پہلے خواجہ علاؤالدین کے باغ انگور کی عمارت میں مشغول ہونا۔ اور اس عمارت میں تمام تر اہتمام اور احتیاط کو ملحوظ رکھنا، آپ نے اس حکم میں بہت مبالغہ اور بہت تاکید فرمائی، وہ درویش آپ کے اشارے پر انگور لگانے

میں مشغول ہو گئے، مگر جس طرح احتیاط کرنی چاہیے تھی، انہوں نے نہ کی۔ اور بعض جگہوں پر تقصیر کرتے رہے، جب حضرت خواجہ مرو سے بخارا تشریف لائے، اور "عَادَ اِلَی الْکُوْفَۃِ نُعْمَانُھَا" (یعنی کوفہ کی طرف اُس کا نعمان لوٹ آیا) کی صدا ان کے دوستوں کو ماصول ہوئی، وہ تمام آپ کے "قدوم شریف" کی دریافت کے لیے دوڑے۔ جب آپ کی نظر غدیوت کے درویشوں پر پڑی تو آپ نے خواجہ علاؤالدین کے باغ میں انگور لگاتے وقت ان سے ہونے والی تقصیر کا واقعہ ان کو سنا دیا، اور تقصیر کے مقامات کو خوب بیان کیا۔ آپ نے فرمایا، عمارت میں فلاں فلاں انگور میں تم لوگوں نے کوتاہی کی ہے۔ درویش کو چاہیے کہ اس کا مقتدا جو کام اسے عنایت فرمائے، وہ تحقیق سے جان لے کہ وہ کام اس کی سعادت کا وسیلہ ہے۔ سب درویشوں نے اس تقصیر کی معافی طلب کی۔

اصل کمال شریعت میں ہے: منقول ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ کا درویش محمد ترک کو منی، بخارا کے بازار میں آپ کے کسی درویش کی دکان پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی صفت جذبہ زور پر تھی، وہ بڑی اونچی آواز میں باتیں کر رہا تھا، دریں اثناء اسنے کہا "وہ کیسا درویش ہے جو یہاں سے بغداد کے درخت کی شاخ پر بیٹھے ہوئے مچھر کو نہ دیکھ سکے"۔ بعد ازاں حضرت خواجہ تشریف لے آئے اور فرمایا "تیرا یہ سخن تیرے کس کام آئے گا، دین اور مسلمانی کا غم کھا، اور شریعتِ مصطفےٰ کے جادہ پر ثابت قدم ہو، ایسی باتوں سے وہ کام نہیں بن سکتا۔" تمام حاضرین آپ کے شرف اور شفقت سے بہت خوش ہوئے۔

محبت کیسے ہوئی: شیخ شادی غدیوتی سے منقول ہے کہ حضرت خواجہ ماقدس سرہٗ کے ساتھ میری محبت کا سبب یہ تھا کہ میں غدیوت میں کاشتکاری کیا کرتا تھا۔ ایک دن میں غلہ کوٹنے میں مشغول تھا کہ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک عزیزِ نورانی فراخ شاخ پر بیٹھا گزر رہا ہے۔ جب اس نے میری طرف نظر کی اور مجھے اپنی طرف اشارہ کیا، اتفاقاً

میرے پاس چار تربوز تھے، میں نے دو رکھ دیے اور دو لے کر اس کی طرف چل پڑا ،جب اس نے دو تربوز دیکھے تو فرمایا جو دو بڑے تھے وہ وہاں رکھ آئے ہو، جب میں نے اس عزیز سے یہ بات سنی تو تعجب کیا، میں جلدی سے وہ بڑے تربوز بھی اس بزرگوار دین کی خدمت میں لے آیا، انہوں نے فرمایا، جلدی سے ان تربوزوں کے ٹکڑے کر دے کہ کھانے والے پہنچنے ہی والے ہیں۔ میں ایک ساعت ان کی صحبت شریف میں رہا، آپ نے فرمایا "اس مقدار سے ہمارے درمیان حقوق ثابت ہو گئے کہ ہم تیرے گھر جائیں، تیری خاتون نے تندور میں ہریسہ پکایا ہے" حال یہ تھا کہ مجھے خود ان احوالِ خانہ کی خبر نہ تھی۔ جب حضرتِ خواجہ نے گھر میں قدم مبارک رکھے تو واقعہ اسی طرح تھا جس طرح آپ نے خبر دی تھی، اس واقعہ سعادت کے ظہور سے اُن کی محبت میرے اور میرے اہل و عیال کے اندر پیدا ہو گئی، اور ہم ہمیشہ آپ کی صحبتِ شریف کے شیفتہ ہو گئے۔

وہ چارہ گر آ ہی گئے: شیخ شادی سے منقول ہے اس واقعہ کو چند روز ہی گزرے تھے کہ حضرتِ خواجہ قدس اللہ روحہٗ کی محبت نے ہم پر غلبہ کر لیا۔ ایک رات آپ کی مبارک ملاقات کے شدید اشتیاق سے میں اور میرے اہل خانہ نے زمین پر سر رکھ دیا، اور تضرع و زاری کرنے لگے، ہم نے کہا، اے خدا تو ہی بزرگ ہے، شیخ بہاؤالدین کو ہم مسکینوں کی طرف بھیج دے، سردیوں کا موسم تھا، ہوا بہت سرد تھی، ایک لحہ ہی گزرا کہ حضرت خواجہ تشریف لے آئے اور فرمایا "اگر تمہاری خدمت کے حقوق سامنے نہ ہوتے تو (یہاں آنا) بہت مشکل کام تھا۔ کیا یہ کسی درویش کو تشویش دینے کا موقع ہے؟ کیا یہ حضرتِ خدا تعالیٰ سے یہ عرض کرنے کا وقت ہے کہ شیخ بہاؤالدین کو ہماری طرف بھیج دے، درویشوں کے کچھ اوقات اس طرح گزرتے ہیں کہ غیر کی گنجائش نہیں ہوتی۔ میں آرام میں تھا کہ مجھے کہنے لگے، وہ فقیرِ مشتاق منتظر ہیں، میں نے ہر چند کوشش کی مگر توقف کا امکان نہ ہوا، اب ایسی سرد ہوا میں

قصر عارفاں سے آگیا ہوں۔

فنا سے بقا تک: منقول ہے کہ ایک رات درویش محمد زاہد ریورتونی، شیخ شادی علیہ الرحمہ کے گھر جارہا تھا آدھی رات تک وہ دونوں ایک دوسرے کے پاس بیٹھے، شیخ محمد نے شیخ شادی کی طرف توجہ کی اور کہا کہ میں نے اپنی "فلاں ضعیفہ" کو تجھ پر قربان کر دیا، اور میں اس کو طلاق دیتا ہوں۔ شیخ شادی نے بھی شیخ محمد کے لیے اسی طرح کی بات کی۔ جب دونوں نے یہ بات کہی تو از خود رفتہ ہو کر گر پڑے اور فانی ہو گئے۔ اس حال میں بہت سا وقت گزر گیا، تمام اہل خانہ نے یہی تصور کیا کہ دونوں کے بدن سے روح مفارقت کر چکی ہے۔ سب لوگ حیران ہو گئے، اسی وقت حضرت خواجہ قدس اللہ روحہ "قصر عارفاں" سے تشریف لے آئے اور آپ نے شیخ شادی اور شیخ محمد کو اس صفت سے باہر نکالا اور فرمایا "میں قصر عارفاں میں تھا، اس وقت تم دونوں صفتِ فدا میں آئے اور تمہارا یہ حال واقع ہوا۔ مجھے کہا گیا کہ ہمارے بندوں کی خبر لو' میں اسی وجہ سے اس رات آیا ہوں۔"

یقین عطا کر دیا: حضرتِ خواجہ علاء الحق والدین سرہ اللہ تربتہٗ نے نقل فرمایا کہ ایک روز میں حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کی خدمتِ اقدس میں آپ کے قدمِ مبارک مل رہا تھا، اتفاقاً ایک شریف زادہ آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اور حضرتِ خواجہ مقام فنا کے بارے میں گفتگو فرمارہے تھے۔ اسی وقت آپ نے فرمایا کہ "اولیاءِ کرام فنا میں تصرف فرمایا کرتے ہیں" اس شریف زادے نے آپ سے سوال کیا کہ "اولیا کرام فنا میں کس طرح تصرف کرتے ہیں" حضرتِ خواجہ نے اپنا قدم مبارک میرے سینہ پر رکھا تو مجھ میں ایک کیفیت پیدا ہو گئی۔ اور میں از خود رفتہ ہو گیا، مجھ پر یہ عنایت نمازِ عصر سے لیکر نمازِ صبح تک رہی۔ جب میں اصلی حال میں لوٹ آیا تو حضرتِ خواجہ سے مشرف ہوا، آپ نے فرمایا "ہم نے تیرے ساتھ یہ معاملہ اس لیے کیا ہے کہ اس شریف زادے کو درویشوں کے حال پر یقین حاصل ہو جائے"۔

آخر بیقراری کو قرار آ ہی گیا: ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ جب پہلی بار وہ بیت اللہ شریف کے سفر پہ حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا، آپ خراسان پہنچے تو میہنہ میں حضرتِ شیخ ابوسعید ابوالخیر علیہ الرحمہ کے نوافل میں سے خواجہ موید کے گھر نزول فرما ہوئے۔ ایک روز حضرت خواجہ نے فرمایا ہم میہنہ کی کاروان سرائے کی طرف سیر کرنا چاہتے ہیں، اس جگہ ایک درویش بھی آیا تھا، آپ نے فرمایا ''وہ درویش دوستوں میں سے ہے، لیکن ہمیں نہیں پہچان سکا'' بعدہٗ جب آپ منزل پہ تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں دسترخوان پیش کیا گیا۔ حضرت خواجہ نے خواجہ موید کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا ''آج تمہارے شہر میں دوستانِ حق میں سے ایک دوست آیا ہے، اگر اجازت ہو تو وہ بھی اس جگہ حاضر ہو جائے'' خواجہ موید نے فرمایا ''بہت اچھا'' آپ نے مجھے اشارہ فرمایا کہ اس درویش کو بلا لاؤ، جب تمام لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو خواجہ موید اس درویش کے ساتھ بحث کرنے لگے۔ ان کے درمیان مسائلِ طریقت کا ذکر ہو رہا تھا۔ ہر چند اس درویش نے حضرتِ خواجہ سے فائدے کی التماس کی مگر آپ نے کچھ نہ فرمایا، جب ان کے درمیان شدید بحث ہونے لگی تو وہ درویش اس گھر سے باہر آیا اور پرندے کی طرح اڑتا ہوا بلند جگہ پر جا بیٹھا۔ حضرت خواجہ نے اس کے اس عمل پر تبسم فرمایا اور فرمایا، یہ آسان ہے، نماز عصر کا وقت ہو گیا تو وہ درویش، آپ کے پاس آ گیا، آپ نے اسے فرمایا ''یہ تو نے کیا کام کیا ہے؟ حق تبارک وتعالیٰ کے بندوں کے نزدیک اس طرح کے اعمال کا کوئی اعتبار نہیں، خدا کے بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ جو کچھ ان پر گزرتا ہے اگر اس میں سے تھوڑا سا بھی مخلوق پر ظاہر کر دیں تو اس کے احوال دگرگوں ہو جائیں'' اس درویش نے کہا، ''میں تو پینتالیس سال سے بحر و بر میں تلاش کر رہا ہوں، میں نے تو ہرگز کوئی آدمی نہیں دیکھا جس میں یہ کمال پایا جاتا ہو، میں دس مرتبہ حج اور روضہ رسول کیلئے گیا لیکن کسی شخص میں یہ کمال نہ دیکھا''، ہمارے خواجہ نے اسے فرمایا کہ ''اگر ایک لمحے میں تو

دیکھ لے تو کیا تجھے یقین ہوگا کہ ایسے لوگ دنیا میں موجود ہیں"؟ پھر آپ نے اسے فرمایا "نزدیک ہو کر بیٹھ" اور اپنی "انگشتِ مسبحہ" اس کے زانو سے لگائی، اسکی حالت بدل گئی، اور وہ گر پڑا۔ اس کا تمام رنگ متغیر ہو گیا۔ اس کا سانس بھی رک گیا اور اسی حال میں بہت دیر گزر گئی، حضرتِ خواجہ نے اپنی "انگشتِ مسبحہ" اس کی پیشانی سے لگائی تو اس نے آنکھ کھول دی۔ اور حرکت کرنے لگا، پھر اس نے بہت عاجزی کرتے ہوئے کہا" بد کردم و بد گفتم "میں نے برا کیا اور برا کہا۔ آپ کے کمال کو دیکھے بغیر ہی مجھ سے یہ باتیں صادر ہوئیں، حق تعالیٰ کے بندے اس سے بھی زیادہ باکمال ہوتے ہیں۔ پھر اس نے حضرتِ خواجہ کا دامنِ مبارک مضبوطی سے پکڑا اور التماس کی، "ازراہ کرم مجھے، میرا مقصود عطا کریں، کیونکہ میں نے اسی کی جستجو میں عمر گزار دی، اب میں نے راہبر پالیا ہے"۔ حضرتِ خواجہ نے فرمایا "تو تو کہتا تھا کہ میں دس مرتبہ گیا ہوں، اسنے کہا "اے خواجہ! وہ اب حساب میں نہیں"۔

عمر کہ بے دوست رفت ہیچ حسابش مگیر

حضرتِ خواجہ نے فرمایا "تجھے ہرات کی طرف جانا چاہیے، اس نے ایسے ہی کیا۔ بعدہٗ خبر موصول ہوئی کہ وہ ہر مقام پر حضرتِ خواجہ کا بہت زیادہ اثبات کر رہا ہے، حضرتِ خواجہ نے فرمایا اس جگہ رکنا مصلحت نہیں، پھر آپ نے جلدی سے راہِ حج کی عزیمت اختیار فرمائی۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان: ایک درویش سے منقول ہے کہ "عید قربان کا زور تھا، حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ "عید گاہ سے باہر تشریف لائے، "خلقِ بسیار" آپ کے قدمِ مبارک کے ہمراہ چل رہی تھی۔ حضرتِ سید امیر کلال علیہ الرحمہ کا فرزند امیر برھان جو حضرتِ خواجہ کی نظر شریف کی برکت سے عالمِ معنی میں بہرۂ تمام رکھتا تھا، آپ کے پیچھے تھا، جب اس نے حضرتِ خواجہ کے ساتھ اتنے زیادہ لوگ مشاہدہ کیے تو خود سے آہستہ آہستہ کہنے لگا

"حضرتِ خواجہ کے احوال، ظہورات اور کاروبار کا ظہور ایامِ اوائل میں کتنا اچھا تھا، اس وقت یہ مخلوق آپ کو تشویش میں ڈال رہی ہے" میں امیر برھان کے نزدیک ہی تھا اور حضرت خواجہ آگے آگے چل رہے تھے، جب اس نے یہ بات کی، تو آپ نے توقف فرمایا تا کہ امیر برھان پہنچ جائے۔ آپ نے اس کا گریبان پکڑ کر ذرا سی حرکت دی، اس میں ایک "صفتِ بزرگ" نے تصرف کیا اور اس میں کھڑے رہنے کی طاقت نہ رہی۔ حضرتِ خواجہ نے اس پر نگاہ ڈالی اور کچھ وقت اس پر یہی حالت گزرتی رہی۔ جب وہ اپنے حال میں آیا تو اسے فرمایا "تو کیا کہتا تھا، اس وقت وہ احوال اور کاروبار ہیں یا نہیں"؟ امیر برھان نے بہت زیادہ عذر پیش کیا، پھر جو کہا تھا اس پہ استغفار پڑھی۔ اور عرض کیا کہ "کاروبار اور احوال پہلے سے زیادہ ہیں"۔

<u>یہ شان ہے خدمتگاروں کی:</u> ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک روز خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ ایک "درویش عزیز" کو تلاش کرنے کیلئے متوجہ ہوئے جو قرشی سے بخارا آیا ہوا تھا، وہ درویش فتح آباد میں نزول فرما تھا، جس وقت حضرتِ خواجہ اس درویش کو تلاش کر رہے تھے، پہلوان محمود بکیار علیہ الرحمہ کے ایک تابع فرمان نے آپ کی خدمت میں موافقت کی، جب آپ فتح آباد پہنچے اور اس درویشِ عزیز سے ملاقات فرمائی، اسی لمحے مجھے معلوم ہوا کہ حضرتِ خواجہ نے عالم باطن میں میرے ساتھ التفات وعنایت فرمائی ہے۔ اسی دوران پہلوان محمود کے درویش نے ایک درم اپنے جوتے سے نکال کر از راہ نیاز اس درویش عزیز کو پیش کیا، اس عزیز نے رعایتِ ادب اور مقتضائے معرفت کی طریقے سے پہلوان محمود کے درویش کے اس عمل پر مواخذہ کیا اور کہا، دنیاوی نکتے کو تو محل اہانت دیکھا مگر دوسرے نکتے کو نہ دیکھا کہ درموں پر رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک نقش ہے۔ (اور ان کو تو نے جوتے میں چھپایا ہے) بعدہٗ اس درویش عزیز نے میری طرف نظر کی اور مجھے تشویش میں ڈالنے کا ارادہ کیا، حضرت خواجہ کی برکت نظر سے میں باطن میں اس سے مشغول ہوا تو وہ اسی وقت مقبوض ہو گیا،

اور بات اس پر بند ہوگئی، کچھ فرصت اسی صفت میں گزری تو وہ حضرت خواجہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا، "آپ کے اس درویش کا کیا نام ہے"؟ حضرت خواجہ نے فرمایا "امیر حسین، جو کہ میرا مصاحب ہے" وہ درویش عزیز اٹھا اور اس نے مجھے بغل میں لے کر بہت زیادہ لطف فرمایا اور بے اندازہ معذرت کی، اس کی "صفت قبض" بالکل زائل ہوگئی تو اس نے سخن کا آغاز کیا، پھر ایک آدمی آیا اور سلام عرض کی، اور ایک دینار اسے پیش کر کے بولا میں اپنا "دراز گوش" گم کر چکا ہوں، لوگوں نے آپ کا ذکر کیا ہے۔ اس عزیز نے کہا کہ یہ معاملہ حضرت خواجہ کے حضور پیش کرو، اس کے بعد حضرت خواجہ ایک لحظہ خاموش ہوئے اور پھر دراز گوش کے مالک سے کہا کہ "فتح آباد کی طرفِ قبلہ میں فلاں جگہ تمہارا دراز گوش موجود ہے"۔ وہ آدمی آپ کی بتائی ہوئی علامت کے مطابق چلا گیا اور اپنا دراز گوش حاصل کر لیا۔ اب وہ بہت مسرور ہو کر آیا تو تمام حاضرین بہت زیادہ متعجب ہوئے۔

<u>حضرت خواجہ کا جلال</u>: ایک درویش سے منقول ہے کہ اس (مذکورہ) واقعے کے بعد وہ درویش عزیز اپنے کسی درویش کے گھر چلا گیا، حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ بھی وہاں تشریف فرما رہے، اس عزیز کے باقی درویش بھی حضرت خواجہ کے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے، ان میں سے ایک درویش نے ارادہ کیا کہ آپ کے کسی درویش کے باطن سے مشغول ہو جائے۔ وہ درویش باطن میں آپ کی طرف متوجہ ہوا۔ آپ میں "صفت جلال" کے آثار نمودار ہوئے۔ اور اس درویش کی طرف دیکھا، جس نے آپ کے درویش کی توہین کی تھی۔ اس کا حال دگرگوں ہو گیا، اور وہ ایک لمحہ میں ہوا بھری ہوئی مشک کی طرح ہو گیا، اس کی صورت اور شباہت تبدیل ہو گئی۔ اس واقعہ سے اس "درویش عزیز" کو خبردار کیا گیا تو وہ بہت جلدی آ گیا۔ جب اس نے وہ حال مشاہدہ کیا تو اس نے، حضرت خواجہ کے درویشوں سے سوال کیا، وہ بولے، اس "صاحبِ حادثہ" سے پوچھ لو" جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں نے بے ادبی کی ہے،

اس عزیز نے حضرت خواجہ طرف توجہ کی اور کہا "اس نے برا کیا ہے اور "بے معرفت" عمل کیا ہے۔ اسے معاف فرمادیں، کبھی شاخ بھی درخت کے تنے پر چڑھ جاتی ہے" ،حضرتِ خواجہ نے اس عزیز کی التماس پر اسے معاف کردیا تو وہ اس حالت سے اپنی اصلی حالت میں آ گیا، اس منزل کے تمام حاضرین نے "قوی تعجب" کا اظہار کیا اور نہایت خوش ہوئے۔

ندی کا رخ بدل گیا: ایک درویش سے منقول ہے کہ حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ اس درویش عزیز کے ساتھ حضرتِ شیخ سید الدین باخرزی علیہ الرضوان کے مزار اقدس کے بالمقابل بہنے والی ندی کے کنارے تشریف فرما تھے، اور "طائفہ ولایت" کے احوال ایک دوسرے سے بیان کر رہے تھے۔ اسی اثنا میں حضرت شیخ سیف الدین اور حضرت شیخ حسن بلغاری علیہما رحمۃ الباری کے درمیان ہونے والا مچھلی کا واقعہ چھڑ گیا۔ اس عزیز نے کہا، "اولیاء کرام سے اس قسم کے تصرفات واقع ہوا کرتے تھے، کوئی اس دور میں بھی ایسا ہوگا جس سے ان احوال کا ظہور ہو سکے"

حضرت خواجہ نے فرمایا "کیوں نہیں، ایسے آدمی بھی ہوتے ہیں" جو اس ندی کے پانی کو اشارہ کریں کہ وہ اوپر کو بہنا شروع کردے تو وہ اسی وقت بہنا شروع کردے" یونہی حضرت خواجہ نے یہ سخن فرمایا "آب جو" اوپر کی طرف رواں دواں ہوگیا" آپ نے فرمایا، "میں تو یہ نہیں چاہتا" پھر وہ آب جو، اپنی پہلی صورت میں بہنے لگا۔ تو "خلقِ بسیار" نے یہ واقعہ مشاہدہ کر کے حضرتِ خواجہ کی ولایت کا اعتراف کیا۔

جب مزاج یار کچھ برہم ہوا: انہوں نے نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ "قصر عارفاں" میں مسجد کے دروازے پر تشریف فرما تھے اور ہر طرف سے آپ کے درویش آرہے تھے، "عظیم اژدحام" تھا۔ ایک درویش "تاکن" کی طرف سے آپ کے قدم مبارک میں حاضر ہوا۔ لیکن آپ نے اس پر بالکل توجہ نہ فرمائی۔ آپ نے فرمایا "تمہاری وجہ سے تاخان کے لوگوں نے بہت نقصان اٹھایا ہے

اور تم ہماری اجازت کے بغیر ہی بخارا آ گئے ہو" آپ نے اس کو "نظر ہیبت" سے دیکھا ،اس کا حال متغیر ہوا اور وہ بیخود ہو گیا، اس کا سانس رک گیا۔ کچھ دیر ایسے ہی گزر گئی، مگر آپ کے خوف کی وجہ سے حاضرین میں سے کسی انسان میں ہمت نہ ہوئی کہ اس کے بارے میں کوئی بات کرتا اور اس کی شفاعت کرتا، ایک درویش نے چاہا کہ درخواست کرے لیکن آپ نے اسے فرمایا،تو، ہم سے زیادہ مہربان نہیں، خاموش ہو جا ،اسی وقت تماج پکا اور درویشوں نے کھایا۔ وہ "تانکی درویش" اسی طرح پڑا رہا، آخرالامر درویش آپ کے والد گرامی کی بارگاہ میں پہنچے اور عرض کی کہ آپ کے سوا کوئی اس درویش کی شفاعت نہیں کر سکتا، انہوں نے کہا، میں بھی ڈرتا ہوں، پھر وہ "خوف بسیار" کے ساتھ گئے اور کہا، "درویشوں کے دل اس گنہگار کی طرف اٹکے ہوئے ہیں" حضرت خواجہ نے فرمایا "جب تک وہ ماخان میں جا کر لوگوں سے عاجزی نہ کرے گا اور خلقت اس کے نقصان سے باہر نہ آئے گی اسے ہماری طرف راہ نہیں مل سکتی" حضرت خواجہ نے اپنا قدم مبارک اس کے مارا اور فرمایا "اٹھو" وہ اپنے حال میں آ گیا، اور سب درویش جنھوں نے اس حال کو پیش ازیں مشاہدہ نہ کیا تھا، بہت زیادہ متحیر ہوئے۔

<u>**وہ کیسے سیف اللسان ہیں:**</u> ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ "قصر عارفاں" کے اطراف میں سیر فرما رہے تھے، میں آپ کے ہمراہ تھا، نزدیک ہی ایک قصاب اپنی گردن پر بھارتی لکڑی اٹھائے اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے حضرت خواجہ سے مدد طلب کی، اس جگہ سے لے کر اس کے گھر تک کافی مسافت تھی۔ جلدی سے حضرت خواجہ نے اس لکڑی کو ایک طرف سے اپنے "دوش مبارک" پر رکھنا چاہا کہ میں نے درخواست کی تو آپ نے وہ میرے (شانے پر) رکھ دی۔ لیکن لکڑی کی یہ طرف وزنی تھی لہٰذا آپ نے لطف فرماتے ہوئے میری مدد کی اور مجھے آہستہ سے کہا، "یہ جو لکڑی ہم نے اٹھائی ہے، قصاب مسکین

اس سے عمدہ عمارت بنانا چاہتا ہے، لیکن نہ اس کا گھر رہے گا اور نہ روزگار" دوسرے روز میں نے وہی قصاب دیکھا کہ وہ دیوانہ ہو چکا تھا اور اپنا لباس تار تار کر کے صحرا میں پھر رہا تھا، اسے آرام اور قرار نہیں تھا، کچھ دیر تو وہ ایسے ہی رہا، پھر وہ "میان خلق" سے باہر نکلا اور غائب ہو گیا۔

زندگی تبدیل کر دی: اسی درویش سے منقول ہے کہ حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ اس باغ میں تھے جہاں اب آپ کا مزار منور ہے۔ اور شیخ شادی آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا۔ وہی قصابِ دیوانہ آیا اور اس نے حضرتِ خواجہ کو سلام کی اور "سکونت ووقار" کے ساتھ مقام نیاز میں کھڑا ہو گیا۔ اس نے آپ کے لطف وکرم کا شکریہ ادا کیا اور کہا "میں آپ کی برکت سے جمیع تعلقات سے خلاصی پا چکا ہوں"۔ حضرت خواجہ اپنے گھر روانہ ہوئے اور فرمایا کہ نماز عصر ادا کرنے کے بعد حاضر ہونا۔ اس قصاب اور شیخ شادی کے درمیان کوئی بات ہوئی اور ہر دو جانب گرم ہو گئے۔ قصاب کچھ مسافت پرندے کی طرح اڑا اور ایک دیوار پر جا بیٹھا۔ میں نے حضرت خواجہ کا فرمایا ہوا حکم اسے بتایا کہ عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد ہمارے نزدیک حاضر ہونا۔ اس نے کہا آپ کا اشارہ فرض ہے۔ وہ دیوار سے نیچے اترا اور نماز عصر ادا کی۔ جب ہم منزل خواجہ کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ چند قدم ہماری طرف بڑھے اور فرمایا "امیر حسین کیسی گزری ہے؟ جلدی بتاؤ" میں نے ابتدائے بحث سے آخر تک سب کچھ بتا دیا، حضرت خواجہ نے شیخ شادی کو نظر ہیبت کے ساتھ دیکھا، اس کی حالت عجب ہو گئی، اور اس میں "تغیر تمام" پیدا ہو گیا وہ قصاب ان احوال سے قوی متحیر ہوا، اس نے حضرت خواجہ کو دیکھتے ہوئے نہایت عاجزی سے کہا، یہ کیا واقعہ ہے؟ آپ نے فرمایا "یہ تیری وجہ سے ہوا ہے۔ اب یہ تجھ پر (فرض) ہے کہ اسے درست کرے" قصاب نے کہا، میں نے کیا کیا ہے، آپ نے فرمایا "یہ اس لیے ہے کہ اس نے تیرے ساتھ بحث کی ہے اور اس سے تیرا دل خستہ ہوا، تو اس کا یہ حال ہو گیا۔ اب جب تک تو اس

سے راضی نہ ہوگا، یہ اپنے حال میں واپس نہ آئے گا" قصاب نے کہا، میں اس سے راضی ہوا، آپ نے فرمایا "اس کا سر زمین سے اٹھاؤ" اس قصاب نے ایسے کیا تو شیخ شادی نے آنکھ کھول دی اور حرکت کرنے لگا۔ قصاب نے بہت زیادہ تضرع وزاری کی تو حضرت خواجہ نے شیخ شادی کو معاف کر دیا، پھر اس قصاب میں آپ کی نظر عالی سے "بزرگ احوال" پیدا ہوئے اور وہ حقیقی دوستوں میں شامل ہو گیا۔

مرید عزیزان شو: حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے ایک دانش مند درویش سے منقول ہے کہ آپ سے واسطہ ہونے اور آپ کے دامن دولت میں ہاتھ مارنے سے پیشتر مجھے آپ سے بہت محبت وعقیدت تھی، حال یہ تھا کہ اس کے بعد میں نے شہر بخارا کے اکابر اور علماء فاخرہ سے اجازت کا فتویٰ لیا اور عزم کیا کہ اپنے اصلی وطن کو مراجعت کر جاؤں۔ ایک روز میں نے آپ سے ملاقات کی اور بہت زیادہ عاجزی اور نیاز مندی کی، آپ نے فرمایا "جس وقت تو نے جانے کا عزم کیا اُس وقت ہمارے نزدیک آیا ہے" میں نے کہا "میں خدمت کو دوست رکھتا ہوں" آپ نے فرمایا "کس جہت سے" میں نے عرض کیا کہ "آپ بزرگ ہیں اور مقبول خلق ہیں" آپ نے فرمایا کہ "اس سے بہتر دلیل ہونی چاہیے، شاید کہ یہ قبولِ عام شیطانی ہو۔" میں نے کہا حدیثِ صحیح ہے "جب حق سبحانہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا دوست بنا لیتا ہے تو اس کی دوستی بندوں کے دلوں میں پیدا کر دیتا ہے۔" حضرتِ خواجہ نے تبسم فرمایا اور فرمایا "ما مریدان عزیزانیم" "ہم عزیزان کے مرید ہیں۔ اس سخنِ مبارک سے میرا حال دگر ہو گیا۔ اس لیے کہ اس ملاقات سے ایک ماہ پیشتر میں نے خواب دیکھا تھا جس میں مجھے کہہ رہے تھے۔ "تو مرید عزیزاں شو" (تو عزیزان کا مرید ہو جا) میرا یہ خواب فراموش ہو چکا تھا، حضرت خواجہ کے اس سخن سے مجھے وہ خواب یاد آ گیا، بعدۂ میں نے آپ سے التجا کی "میرا خیال فرمانا"، حضرت خواجہ نے فرمایا کہ "حضرت عزیزان قدس سرہٗ سے کسی نیاز مند نے خاطری طلب کی تو انہوں نے فرمایا کہ خاطر میں غیر نہیں

سما سکتا۔کوئی چیز ہمارے پاس رکھ جا کہ ہم اسے دیکھیں تو تو یاد آئے۔پھر حضرت خواجہ نے فرمایا تیرے پاس تو کوئی چیز نہیں جسے تو ہمارے پاس چھوڑ دے"۔پھر آپ نے اپنی کلاہ مبارک مجھے دی اور فرمایا اس کو دیکھتے رہنا،جب تو اس کو دیکھے گا تو ہمیں یاد کریگا اور جب یاد کرے گا تو ہمیں بھی یاد آئے گا۔اور فرمایا"خبردار،مولانا تاج الدین دشت کولکی کو ضرور ملنا کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہیں"۔میرے دل میں خیال آیا کہ مجھے تو بلخ جانے کا اتفاق ہے کہ یہ راہ میرے وطن کو جاتی ہے۔بلخ کہاں اور دشت کولک کہاں،میں بخارا سے باہر نکلا اور بلخ کی طرف روانہ ہو گیا اتفاقاً مجھے ایک ضرورت پیش آگئی کہ مجھے بلخ سے دشت کولک جانا پڑ گیا۔دو ماہ کے بعد مجھے حضرت خواجہ کی وہ بات یاد آئی تو مجھے بڑا تعجب ہوا،میں نے مولانا تاج الدین کی صحبت دریافت کی،اور حضرت خواجہ سے میری محبت قوی ہو گئی۔اس کے بعد ایک سبب واقع ہوا تو میں بخارا میں حضرت خواجہ کے حضور پہنچا اور ارادت عرض کی اور میں نے مدت تک آپ کی صحبت شریف کو لازم رکھا،اسی دوران میرے اندر ارادت کا داعیہ پیدا ہوا تو میں نے کلام اللہ سے فال نکالنا چاہی،در حقیقت یہ آپ کی ارادت اور استقامت کا طریقہ ہے۔جب میں نے مصحف کو کھولا تو یہ آیت برآمد ہوئی اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰىھُمُ اقۡتَدِہۡ ۔ان لوگوں کو اللہ نے ہدایت سے نوازا ہے پس ان کی ہدایت پر گامزن ہو جاؤ۔(الانعام ۹۰) بعد ازاں ارادت کا داعیہ اور زیادہ ہو گیا۔جب میں نے عزیمت کی کہ آپ کی خدمت میں جاؤں،تو ایک مجذوب کو جس کے ساتھ میرا اعتقاد تھا،برسرِ راہ بیٹھے ہوئے دیکھا۔میں نے اس سے کہا جاؤں؟اس نے کہا جاؤ۔اس مجذوب نے اپنے سامنے بہت سے خطوط کھینچے ہوئے تھے۔میں نے کہا میں ان خطوط کو شمار کروں،اگر یہ فرد ہوئے تو یہ داعیہ حقیقت پر مبنی ہوگا۔کہ" اَللّٰہُ فَرۡدٌ یُحِبُّ الۡفَرۡد،" اللہ فرد ہے اور فرد سے محبت کرتا ہے۔جب میں نے شمار کیے تو وہ فرد تھے۔بعد ازاں میں حضرتِ خواجہ کی صحبتِ شریف سے مشرف ہو گیا۔اس صحبت

کی ابتدا میں آپ نے فرمایا ''اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ ،عِلْمٌ ظَاهِرٌ، عَلٰی لِسَانِ ابْنِ آدَمَ وَهُوَ حُجَّتُهٗ عَلَيْهِ وَعِلْمٌ بَاطِنٌ وَهُوَ النَّافِعُ وَذَالِكَ عِلْمُ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ یعنی علم دو ہیں ایک علم ظاہر ہے جو فرزند آدم کی زبان پر ہے۔ اور وہ علم اس پر حجت ہے اور ایک علم اس سے پوشیدہ ہے دین میں وہ علم نافع ہے۔ اور وہی پیغمبروں اور رسولوں کا علم ہے۔ اور فرمایا ''جب تو اس پاک گروہ کے ساتھ بیٹھے تو صدق اور علو ہمت چاہیے۔ جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے،

اِذَا جَالَسْتُمْ اِخْوَانَ الصِّدْقِ فَاجْلِسُوْهُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّهُمْ جَوَاسِيْسُ الْقُلُوْبِ يَدْخُلُوْنَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَيَخْرُجُوْنَ مِنْ هِمَمِكُمْ. یعنی جب تم صدق والوں کے پاس بیٹھو تو صدق کے ساتھ بیٹھو، بے شک وہ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں، وہ تمہارے دلوں میں داخل ہوتے ہیں اور تمہاری ہمتوں سے باہر آتے ہیں'' اس کے بعد فرمایا ''اس رات ہم عزیزوں کی ارواح کے اشارے کے منتظر ہیں، رد کریں یا قبول کریں۔ اس پر ہم عمل کریں گے۔ ہم معمور ہیں اور معمور معذور ہوتا ہے۔'' جب رات گزر گئی، صبح کے فرض ادا کرنے کے بعد خلوت میں فرمایا: ''تجھے مبارک ہو، انھوں نے تجھے قبول فرمالیا '' پھر فرمایا ''ہم کسی کو قبول نہیں کرتے اور اگر قبول کرتے ہیں تو اتنی جلدی قبول نہیں کرتے، پس جیسے کوئی آتا ہے ویسا وقت ہوتا ہے'' بعدہٗ آپ نے اپنے مشائخ کرام کا سلسلہ بیان کیا، اور حضرت شیخ یوسف ہمدانی تک پہنچے تو فرمایا، ایک روز حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس اللہ روحہٗ اپنے استاد مولانا صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر پڑھ رہے تھے، اس آیت پر پہنچے اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ، اپنے رب کو زاری اور پوشیدگی سے پکارو، بیشک وہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا، (اعراف ۵۵) آپ نے اپنے استاد سے پوچھا، ''حضرت حق سبحانہ نے جو خفیہ فرمایا ہے، تو یہ کونسا طریقہ ہے؟ اگر ذاکر بلند ذکر کرے یا مقام ذکر میں اعضا کے ساتھ حرکت مخصوص کرے، تو وہ

غیر واقف ہے۔ اور یہ خفیہ نہیں رہتا۔ اور اگر دل میں ذکر کرے تو اَلشَّیْطَانُ یَجْرِی فِیْ عُرُوْقِ ابْنِ آدَمَ مَجْرِی الدَّم ، یعنی شیطان آدم کے بیٹے کے عروق میں خون کی طرح گردش کرتا ہے، وہ واقف ہو جائیگا"۔ استاد نے فرمایا" یہ علم لدنی ہے، اگر خدا نے چاہا تو اہل اللہ میں سے کوئی تیرے پاس آئیگا کہ تجھے اس کی تعلیم دے۔"

حضرتِ خواجہ عبدالخالق قدس اللہ روحہٗ متوجہ رہا کرتے تھے جہاں تک کہ اہل اللہ میں سے ایک مرد کامل ان تک پہنچ گیا اور اس نے آپ کو "وقوفِ عددی" کی تلقین فرمائی۔

حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ نے فرمایا، جہاں تک ہو سکے عدد فرد کی رعایت کرنا، گویا آپ نے ان فرد خطوط کی طرف اشارہ کر دیا جن کو میں نے داعیے کی حقیقت پر دلیل ٹھرایا تھا، آپ کے اس اشارے سے جو میری محبت اور عقیدہ تھا وہ اور زیادہ ہو گیا۔

دل جس سے زندہ ہے: انہیں دانشمند سے منقول ہے کہ حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ نے مجھے وقوفِ عددی میں مشغول فرمایا تو میں نے یہ دیکھا کہ میں بہت زیادہ صاف پانی میں پڑا ہوں، بعد ازاں حضرتِ خواجہ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا، واقعی قبولِ اطاعت کی یہی دلیل ہے، اور یہ دلیل ہے کہ دل ذکر کے واسطے زندہ ہو گیا ہے۔ اس خاندان کا سخن ہے

؎ دل چو ماہی و ذکر چوں آب است
زندگیِ دل بہ ذکرِ وہاب است

حضرتِ شیخ نجم الدین رازی علیہ الرحمہ کی کتاب "مرصاد العباد" میں وارد ہے۔ ایک روز ایک درویش حضرتِ شیخ یوسف ہمدانی قدس اللہ روحہٗ کے پاس آیا اور اس نے کہا، میں ابھی شیخ احمد غزالی علیہ الرحمہ کے پاس تھا، وہ دستر خوان پر درویشوں کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا، ایک وقت کے لیے اسے غیبت واقع ہوئی۔ بعدہ اس نے یہ فرمایا ، میں نے اس ساعت حضرتِ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے اور میرے دہن میں لقمہ ڈالا، حضرتِ شیخ یوسف ہمدانی قدس اللہ روحہٗ نے یہ فرمایا کہ تِلْکَ

خَیَالَاتٌ تَرَبّٰی بِھَا اَطْفَالَ الطَّرِیْقَه، یہ وہ خیالات ہیں جن سے طریقت کے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے۔

حسن ادب کتنا ضروری ہے: انہیں دانشمند سے منقول ہے کہ ایک رات میں پریشان حال تھا، جب صبح ہوئی تو حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے پاس پہنچ گیا، آپ نے فرمایا ''ایک دن ہم ایک درویش کی صحبت میں بیٹھے تھے، ایک ساعت کے بعد حضرتِ پہلوان قدس اللہ روحہ کا ایک تابع فرمان آگیا، اس ''تابعِ پہلوان'' نے اپنے جوتے سے ایک درہم نکالا اور اس درویش کی نظر میں پیش کیا۔ اس درویش نے اس سے کہا کہ تو نے ایک دنیاوی سکے کو جسے خوار رکھنا چاہیے، تو دیکھا اور دوسرے سکے کو کہ نام حق اور نام رسول درموں پر نقش کیا گیا ہے، نہ دیکھا۔ اس دانشمند نے کہا کہ حضرت خواجہ نے جو فرمایا، اس قصے سے میرا دل بھی نگران ہو گیا اور جب میں منزل پر پہنچا تو تفتیش کرنے پہ معلوم ہوا کہ ''پایانِ قدم'' میں چند ورق پڑے ہوئے ہیں۔ میں نے جان لیا کہ رات میری پریشان حالی ان اوراق کی وجہ سے تھی۔

دل کی بات جان گئے: ایک درویش نے نقل کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ اپنے دوش مبارک پر رومال لٹکائے ہوئے تھے، میرے دل میں خیال گزرا کہ یہ ''ظرفا'' کا طریقہ ہے۔ حضرتِ خواجہ اسی وقت کسی دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ''فلاں شخص نے دوسرے سے دشمنی کی ہے۔ اور حق اس فلاں کی طرف ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کی ایک دوسرے سے صلح کرا دوں، اور یہ رومال اسے دے دوں، یہ کام میں نے اپنے لئے نہیں کیا ہے۔''

نظر حقیقت میں وہ نظر ہے: ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک روز میں نے اپنے اہل سے ایک بحث کی اور تھوڑی دیر بعد صلح کر لی۔ جب میں حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا ''عورتوں کی جماعت کے ساتھ حسن معیشت اختیار کرنا چاہیے'' میں نے اپنے باطن میں کہا کہ آپ فلاں شخص کو فرما رہے

ہیں، حضرت خواجہ نے اسی وقت فرمایا "حضرت محمد بابا علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے" ہر شخص کو چاہیے کہ وہ بات کو اپنی طرف خیال کرے" پھر میرے دل میں خیال گزرا، لڑائی تو تھوڑی ہوئی تھی، ہم نے جلدی ہی صلح کر لی تھی، حضرتِ خواجہ نے فرمایا "جہاں تک امکان ہے رعایت کرنی چاہیے، کیا تو نے حضرتِ رسالت مآب ﷺ کا قصہ نہیں سنا، حضور ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اپنی کنیز کے بال پکڑ رکھے تا کہ وہ اپنے سر پہ پانی ڈالے، اور کھڑے رہے کہ غسل ہو سکے، یہ سب کچھ خواتین کی رعایتِ خاطر کے لیے ہے۔

☆......ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک روز میں نے حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے بعض درویشوں سے سنا کہ حضرت خواجہ جب نسف تشریف لے گئے تو وہاں وعظ فرمارہے تھے، وعظ معہود کے بارے میں میرے دل میں خیال آیا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر میں بھی نسف میں ہوتا تا کہ حضرت خواجہ کا وعظ سن لیتا۔ اس خیال کے چند روز بعد میں حضرت خواجہ کے پاس گیا، جب میں "قصر عارفاں" پہنچا تو اس باغ کے دروازے پر ذرا رک گیا، جس میں حضرت خواجہ موجود تھے، حضرت خواجہ باہر آئے اور اس فقیر پہ التفات فرمائی اور یہ حدیث روایت کی، الفقراء الصبر اھم جلساء اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ ای المقربون غایۃ القرب، صابر فقراء قیامت کے دن اللہ تعالی کے جلیس ہوں گے، یعنی ان کو زیادہ قرب خدا نصیب ہوگا، پھر فرمایا شیخ احمد جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ فقر کی دو قسمیں ہیں، فقر اختیاری اور فقر اضطراری۔ فقر اضطراری، فقر اختیاری سے بہتر ہے کہ یہ بندے کی نسبت اختیار حق ہے۔ اور اس وعظ میں فقر و صبر کی نسبت اس فقیر سے وعدہ فرمایا۔

<u>**وہ کس قدر خیال رکھتے ہیں:**</u> ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک روز میں حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کی صحبت شریف میں پہنچا تو ایک ہی لمحے بعد مجھے محسوس ہوا جو صفت و نسبت میں نے حضرت خواجہ کی برکت سے حاصل کی تھی وہ باقی نہیں رہی

،میرے دل میں خیال آیا کہ وہ معنیٰ حضرت خواجہ نے مجھ سے واپس لے لیا ہے۔
دریں حال حضرت خواجہ ایک درویش کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ''ہم نے جو کچھ دیا ہے وہ تمھارا ہے، البتہ غیر معلم کتے کا شکار حرام ہے، نہیں کھانا چاہیے''۔

اور زمین تنگ ہوگئی: ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک بار حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ مجھ سے رنجیدہ ہو گئے تو میں برابر دو ہفتے حضرت خواجہ کے پاس نہ گیا، دریں مدت میں قبض واندوہ میں رہا۔ حکم خدا حَتّٰٓی اِذَا ضَاقَتۡ عَلَیۡهِمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ کے مطابق ''زمین فراخ'' مجھ پر تنگ ہو گئی تھی۔ آخر حق تعالیٰ کی عنایت ہوئی تو میں نے انابت اور بازگشت کی اور مشائخ کرام کی بہت سی ارواح کو اور تھوڑی دیر پہلے فوت ہونے والے ایک درویش کی روح کو اپنا شفیع بنایا۔ جب صبح ہوئی تو میرے اندر داعیہ پیدا ہوا کہ میں حضرت خواجہ کے پاس جاؤں۔ میں گیا اور سلام عرض کی۔ حضرت خواجہ بہت خوشی سے ملے، اور ایک درویش سے مخاطب ہو کر فرمایا ''ہم تیرے ساتھ ناراض تھے، اور تجھے دل سے باہر کر دیا تھا۔ مگر اس رات تو نے بزرگان دین کی ارواح طیبہ اور تھوڑی دیر پہلے فوت ہونے والے اس مبتدی کی روح کو شفیع بنایا ہے لہٰذا ہم تجھے بخشتے ہیں اور قبول کرتے ہیں''۔ بعدہ اس دانشمند نے کہا کہ چونکہ حضرت ایشاں کا طریقہ سنت کی متابعت میں کمال پر تھا، مجھے اس سے بھی آگاہ فرمایا کہ وہ فلاں آدمی مبتدع ہو چکا ہے۔ گویا آپ نے تربیت وشفقت سے ذرہ بھی فروگذاشت نہ فرمائی

اور بلا ٹل گئی: ایک درویش سے منقول ہے کہ جس وقت ''دشت قپچاق'' سے لشکر عظیم بخارا آیا اور قلعہ میں بہت سی خلقت ہلاک ہو گئی، چار پاؤں اور استاطوں کی خرابی کا تو اندازہ نہیں تھا، حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے دوستداروں میں ایک درویش تھا۔ اس کا ایک فراختاخ (بیل) تھا، وہ لاغری اور بے قوتی کی وجہ سے ایک جگہ بیٹھا رہتا تھا۔ ایک روز حضرت خواجہ وہاں سے گزرے تو اس درویش سے

فرمایا کہ اس بیل کی تربیت کرو، اس نے عرض کیا ''میں کب تک اس کی تربیت کروں، میں نہیں جانتا کہ یہ بلا (لشکر) کب دفع ہوگی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا ''دس روز تک (دفع ہو جائے گی) اور اس بیل کی تربیت کرو'' اس دانشمند نے کہا کہ میں نے حساب کیا، آپ کے نفس مبارک کی برکت سے دسویں روز اہل بخارا سے وہ بلا دور ہوگئی۔ اور اہل اسلام نے اس درماندگی سے خلاصی حاصل کی۔

اب وقت دستگیری ہے: منقول ہے کہ انہی ''فتنہ و اضطرار'' کے دنوں میں بخارا کے ایک محصور حاکم نے، جو قلعہ کے احوال کو ضبط کرنے، لڑائی کی تدبیر کرنے اور ان ظالموں کے کید و مکر کو دور کرنے میں کوشاں تھا، اپنے خاص لوگوں کی ایک جماعت حضرت خواجہ قدس اللہ روحہٗ کے پاس بھیجی، کہ ہم حرب کا زار اور تدبیر حصار سے کلی طور پر عاجز آچکے ہیں۔ ہم سے کچھ اور کام اور کفایت نہیں ہو سکتی، اب ہر کشادگی اور نجات آپ کی بارگاہ سے ہے ان ظالموں کے شر سے اہل اسلام کو اگر خلاصی اور نجات مل سکی ہے تو بس آپ کی برکت دعا اور درخواست سے مل سکے گی۔ اب دستگیری کا وقت ہے، حضرت خواجہ نے فرمایا، ہم بھی اس رات گردن میں پالہنگ ڈال کر حضرت عزت جلت قدرتہٗ سے عرض کریں گے۔ ہوسکتا ہے کہ کشائش ہو جائے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت خواجہ نے فرمایا بشارت ہوئی ہے کہ چھ روز کے بعد یہ مصیبت دفع ہو جائے گی۔ پھر آپ نے یہ بشارت قلعہ کے حاکم کے پاس بھیجی، اہل بخارا بہت شادمان ہوئے اور ایسا ہی ہوا، چھ روز کے بعد وہ ظالم لوگ حصار بخارا کے نواح سے عجلت کے ساتھ چلے گئے۔ اور بخارا کے مسلمانوں نے اس مصیبت سے نجات پائی۔

☆......ایک درویش کا بیان ہے کہ اسی درماندگی کے حال میں ایک روز حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ نے بخارا کی خلقت سے فرمایا، ہماری راہ گزر کو خراب نہ کرو کہ ہمارے قدم خراب ہوتے ہیں۔ تاکہ ہم تمہارے لیے دعا کریں کہ حضرت حق تبارک وتعالیٰ تمہیں

اس بلا سے نجات دے، یہ وہی دن تھا جس دن آپ نے فرمایا کہ یہ رات وہی رات ہے جب ہم اپنی گردن میں "وارغ" ڈال کر درخواست کریں گے، جب صبح طلوع ہوئی تو وہ ظالم لوگ حصار کے نواح سے جلد چلے گئے۔ اور اہلِ بخارا کو خلاصی مل گئی۔

امیر کلال کے درویش کا واقعہ: ایک درویش نے نقل کیا کہ میں حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے شرفِ صحبت سے پہلے حضرتِ امیر کلال نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں ملازم ہوا کرتا تھا، چونکہ ان کا وظیفہ ذکر جہر تھا، لہٰذا بعض اوقات میں، انکی متابعت کیا کرتا تھا، درآں فرصت میرا ایک خاتون کے ساتھ تعلق ہو گیا، اور میں نے خود کو پری خوانوں کی طرح بنالیا، میں آنکھ بند کر کے کہا کرتا تھا کہ روحیں اس طرح بولا کرتی ہیں اور دیگر بے فائدہ باتیں کیا کرتا تھا۔ ایک روز حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ حضرت سید امیر کلال علیہ الرحمۃ کی منزل خدمت میں آئے تو اتفاقاً اس شام حضرت امیر کلال کی خدمت میں ذکر جہر کا وظیفہ تھا، جب وہ ذکر جہر میں مشغول ہوئے تو حضرت خواجہ جلدی سے اس منزل سے باہر نکل کر حضرت امیر کے فرزند حضرت امیر سید برہان کے گھر کو چلے گئے، میں بھی اس ارادے کے ساتھ آپ کے پیچھے ہولیا کہ آپ سے پوچھوں، آپ نے ذکر میں موافقت کیوں نہیں کی۔ جب امیر برہان کے گھر پہنچے تو آپ نے میری طرف روئے مبارک کر کے فرمایا اگر تجھے اس درویش سے شرم نہیں تو حضرتِ حق تعالیٰ وتقدس سے ہی شرم کرنی چاہیے۔ (تو کہتا حضرتِ پیر ہے) روحیں اس طرح بولتی ہیں۔ تو یہ کیوں نہیں کہتا کہ میں فلاں خاتون کا عاشق ہوں۔ اور اس سے تعلق رکھتا ہوں؟ آپ کی ان باتوں سے میرا حال دیگر ہو گیا۔ میں نے جلدی سے دامنِ خواجہ کو پکڑ کر عرض کیا "یافتم آنچہ می جستم" جسے میں تلاش کرتا تھا وہ میں نے پالیا حضرتِ خواجہ نے اپنا دست مبارک مجھے لگایا تو میں بیخود ہو گیا اور جب میں اپنے حال میں باز آیا تو آپ کی خدمت سے متعلق ہو گیا اور آپکی ملازمت اختیار کر لی۔ بعدہٗ یہ قصہ حضرت سید امیر کی سمع مبارک میں پہنچا تو حضرت خواجہ کے بارے

میں شکایت کی "انہوں نے میرے فرزند امیر برہان اور اس درویش نیک روز کو بھی اپنے ساتھ متعلق کر لیا ہے"۔ جب یہ شکایتِ امیر، حضرتِ خواجہ کی سمعِ شریف تک پہنچی تو آپ نے مجھے اور امیر برحان کو اپنی صحبت سے نکال دیا۔ فرمایا نعوذ باللہ! مجھ سے رضائے حق کے خلاف یہ کیسی نامناسب بات سرزد ہوگئی"۔ ایک مدت اسی طرح گزر گئی تو ایک روز میں نے حضرتِ خواجہ سے ملاقات کی، آپ نے فرمایا "اے بے سعادت یہ کیسی حالت ہے؟ ہم نے تجھے حق تعالیٰ سے تھوڑا سا آشنا کر دیا تھا، تو پھر گمراہی میں گر پڑا" میں نے کہا آپ کو خرابی کا سبب معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا "اپنے سب پہلے اور درمیانے اور آخر والے احوال حضرتِ امیر سید کی خدمت میں عرض کر دے، اور ظاہر کر دے کہ ہمیں آشنا کیا گیا تھا مگر آپ نے انہیں روک دیا"۔ حضرتِ خواجہ کے اس اشارے پر میں حضرت امیر سید کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا تمام حال عرض کر دیا اس وقت خلق بسیار حاضر تھی۔ حضرت امیر نے فرمایا "جس جگہ بھی تجھے مقصود مل سکتا ہے وہاں چلا جا"۔ برفور میں حضرت خواجہ کے پاس آیا اور دوبارہ ہدایت کی سعادت حاصل کی۔

<u>یہ میں نہیں ہوں، وہ ہیں:</u> اسی درویش نے نقل کیا ہے کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ امیر برحان کی تربیت فرمایا کرتے تھے۔ تو وہ مجھ پر سبقت لے گیا، جس وقت بھی میری اس سے ملاقات ہوتی، وہ میرے باطنی احوال کو غارت کر دیتا اور مجھے عریاں بنا دیتا، جب میں نے تامل کیا تو اسے ہی مناسب سمجھا کہ میں حضرت خواجہ کی خدمت میں اپنے احوال عرض کر دوں، ایک روز میں اس عزیمت کے ساتھ خدمت خواجہ میں پہنچا تو آپ نے فرمایا "تو شکائت کے لیے آیا ہے"؟ میں نے کہا، کیوں نہیں۔ فرمایا "جس وقت امیر برہان تیری طرف توجہ کرنے لگے تو اسے کہنا "میں نہیں ہوں، وہ ہیں۔" اس کے بعد جب میں اس سے ملا تو اس نے چاہا کہ اسی طریقے سے مجھے مشغول کرے، میں نے کہا "میں نہیں ہوں وہ ہیں" اور حضرت خواجہ

کی طرف اشارہ کر دیا۔ اس کا حال دیگر ہوا اور اس کا ہوش زائل ہو گیا، پھر اس کے بعد اسے گذشتہ طریقے سے مجھ پہ تصرف کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

مرغ روحانی کی پرواز: حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ اور خدمت سید امیر کلال نور اللہ مرقدہ، کے درمیان جو حضور اور غیبت کا حال تھا اس کے بیان کی نسبت آپ کی زبان مبارک پہ یہ سخن بہت زیادہ بار آیا، "جب طالب کی روحانیت کا پرندہ کسی صاحب دولت کی تربیت کے واسطے سے "بیضہ بشریت" سے باہر آتا ہے تو اس کے بعد اس پرندے کی پرواز گاہ کو حضرت الٰہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا" قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ. (البقرہ ۶۰) یعنی ہر قوم نے اپنا گھاٹ پہچان لیا ہے۔

متابعت خواجہ کا حکم: منقول ہے کہ حضرت سید امیر کلال نور اللہ مشہدہ نے مرض اخیر میں حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ کے گزرے ہوئے حال کی صحت کی بنا پر اپنے اصحاب کو ان کی متابعت کا اشارہ فرمایا، اصحاب نے حضرت سید امیر کلال کی خدمت میں سوال کیا کہ وہ ذکر جہر میں آپ کی متابعت نہیں فرماتے، حضرت امیر نے فرمایا ،ان کا عمل دوسروں کے عمل سے اچھا ہے، جو کچھ بھی ان پر گزرتا ہے ہر آئینہ حکمت پر مبنی ہے۔ خاندان خواجگان کے خلفاء قدس اللہ ارواحہم کا فرمان ہے "اگر تجھے وہ باہر لائے ہیں تو نہ ڈر اور اگر تو خود باہر آیا ہے تو ڈر"

یکیست عشق لیکن ہر صورتی نماید
وین احولان حس را دوچار می نماید
صدیق با محمد برہفتم آسمان است
ہرچند او بظاہر در غار می نماید

صاحب مرصاد رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر مسمی بہ بحر الحقائق میں اس آیت قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِندِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (القصص ۴۹) یعنی اے محبوب فرما دے، لے آؤ ان دونوں کتابوں سے زیادہ ہدایت کرنے والی

اللہ کی کوئی اور کتاب تو میں اس کی پیروی کرلوں گا اگر تم سچے ہو کے معنی میں صادقانِ اہلِ طلب کی نسبت اس طرح کے صحتِ حال کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ ۔اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔ (الاحزاب ۴)

پیر کامل صورت ظل الٰہ: ایک درویش سے منقول ہے کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ نے مجھے ایک کام کے لئے ایک طرف روانہ فرمایا، اتفاقاً ہوا گرم تھی ،مراجعت کے وقت میں ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا۔اس درخت کے ساتھ ٹیک لگائی تو مجھے نیند آ گئی، میں نے (خواب میں) حضرت خواجہ کو دیکھا کہ آپ کے دست مبارک میں ایک بڑا عصا ہے۔آپ نے میرا قصد کرتے ہوئے فرمایا "یہ سونے کے لئے کونسی جگہ ہے، اٹھو، میں اس ہیبت سے بیدار ہوا کہ دیکھا دو بھیڑیے میرے سر کے اوپر کھڑے ہیں، میں جلدی سے اٹھا اور "قصر عارفاں" کی طرف چل پڑا ،جب نزدیک پہنچا تو حضرت خواجہ، بر سر راہ کھڑے تھے۔آپ نے فرمایا "کوئی ایسی جگہ بھی تکیہ لگاتا ہے"؟

بے ادباں مقصود نہ حاصل: حضرت سید امیر کلال علیہ الرحمۃ کے خلیفہ حضرت مولانا عارف علیہ الرحمۃ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا "ہم حضرت خواجہ بہا الحق و الدین قدس اللہ روحہٗ کی عیادت کر کے شہر بخارا کی طرف جا رہے تھے۔ درویشان بخارا کی ایک جماعت بھی اس راہ میں موجود تھی۔ان میں سے ایک (بے ادب) نے حضرت خواجہ کا انکار کیا۔ہم نے اسے منع کیا کہ تو ان کو نہیں پہچان سکتا ،اولیاء اللہ کے حق میں گمان بد نہیں رکھنا چاہیے۔اور ان کی بے ادبی نہیں کرنی چاہیے ۔لیکن وہ شخص اسی طرح انکار کرتا رہا۔دریں حالات ایک زنبور (بھڑ) ہوا سے اس کے دہن میں گھس گئی۔اور اس کا دہن زخمی کر دیا۔چنانچہ وہ درد عظیم میں مبتلا ہو کر بے آرام ہو گیا۔تمام درویش اسے کہنے لگے، یہ دکھ تجھے بے ادبی کی وجہ سے پہنچا ہے۔وہ

شخص بہت رویا اور اس نے توبہ وانابت کی۔حاضرین کی جماعت اس شخص کے حال سے بہت شگفتہ ہوئی۔

چوری کا کباب: ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ ایک روز درویشوں کی ایک جماعت حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہُ کے حضور کباب بنا رہی تھی۔میں نے بے ادبی کرتے ہوئے چوری چھپے کباب کا ایک ٹکڑا کھا لیا،جب کباب حضرت خواجہ کے سامنے پیش کیے گئے تو جیسے آپ کا طریقہ تھا،سنت پیغمبر علیہ السلام کی متابعت پر کھانا پکانے اور دستر خوان کی خدمت میں مشغول ہونے والوں کو لقمہ عطا فرماتے،آپ نے ہر شخص کو لقمہ دیا اور مجھے نہ دیا۔میرے دل میں خیال آیا کہ مجھے لقمہ کیوں نہیں دیا گیا۔حضرت خواجہ نے میری طرف توجہ فرمائی اور کہا" چوری کباب کھا کر ہمارے لقمے کی طمع رکھنا اس راہ سے باہر ہے۔"

فرزند نصیب ہو گیا: ایک غدیوتی درویش نے نقل کیا،میرا حال کچھ اس طرح تھا کہ میرے دس فرزند فوت ہو چکے تھے،میں نے حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہُ سے التماس کی کہ میرا کوئی فرزند نہیں ہے۔میں امیدوار ہوں کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کی برکت دعا سے مجھے فرزند عطا فرمائے۔اور اس کی عمر لمبی ہو،حضرت خواجہ نے فرمایا "ہم نے دعا کی،ہم لطف الٰہی سے نا امید نہیں،پھر آپ کی برکت دعا سے میرے ہاں بیٹی پیدا ہوئی۔چند روز کے بعد وہ بیمار ہو گئی۔میں حضرت خواجہ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا" جان کے بدلے جان ہونی چاہیے،میں نے آپ کے حضور بردہ پیش کیا تو اسے صحت ملی اور اس نے عمر دراز پائی۔جس وقت اس ضعیف (مصنف) نے اس درویش سے یہ قصہ سنا،اس فرزند (بیٹی) کی ولادت کو اتنے سال گزر چکے تھے،اور وہ ابھی تک زندہ تھی۔

☆......اسی درویش سے منقول ہے کہ میں دوبارہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ کے پاس گیا اور بیٹے کے بارے میں دعا کی التماس کی۔آپ نے قبول فرمائی اور آپ کی

برکت دعا سے میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ میں اس کے پیراہن کے لیے آپ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا "تو جا" اور آپ نے پیراہن نہ بھیجا، وہ بیٹا فوت ہو گیا۔ پھر جب آپ سے ملاقات کی تو فرمایا "تو نے ہم سے بیٹے کے لیے دعا کی درخواست کی تھی۔ بیٹا ہی ہوا۔ اب امید ہے حق تعالیٰ تم کو درویشوں کی دعا سے دو بیٹے عطا فرمائے گا، اور انہی دو بیٹوں پر کفائت کرنا۔ ہو سکتا ہے ان کی زندگی لمبی ہوگی۔ بعدہٗ آپ کی دعا کی برکت سے میرے گھر بیٹا پیدا ہوا، کچھ دیر گزری کہ وہ بیمار ہو گیا۔ میں حضرت خواجہ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا "وہ ہمارا فرزند ہے تجھے اس کی رنجوری سے کیا کام؟، وہ شدید بیمار ہو کر پھر صحت یاب ہوگا، پھر اس کے بعد میرا دوسرا بیٹا پیدا ہوا۔ جس وقت اس ضعیف (مصنف) نے غدیوت میں الطاف الٰہی کے یہ آثار قلمبند کیے، وہ درویش اپنے دونوں بیٹوں سمیت اس محفل میں حاضر تھا۔

کعبہ دکھادیا ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک روز حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہ نے قصر عارفاں میں مجھے شام اور عشاء کی نمازوں کی امامت کے لیے فرمایا، استقبالِ کعبہ کے وقت فرمایا کہ "محراب کے بائیں طرف متوجہ ہونا چاہیے، اور اس معنیٰ میں مبالغت فرمائی۔ نماز کے بعد میرے دل میں خیال آیا کہ میں تو سارا دن کارِ زراعت میں مشغول رہا تھا اور تھک چکا تھا، یہ باتیں میرے کس کام آئیں گی۔ جب رات کو سویا تو خواب میں حضرتِ خواجہ نے مجھے کعبہ کا معائنہ کروایا، اور فرمایا کعبہ کے ناودان کی طرف نظر کر، جب تو اس مسجد کے محراب کی بائیں طرف متوجہ ہوگا تیرا قبلہ، کعبہ کے ناودان کے راست ہوگا۔ صبح کو جب میں مسجد میں حاضر ہوا۔ اور حضرت خواجہ کے پیچھے نماز فجر ادا کی۔ آپ نے میری طرف روئے مبارک کرتے ہوئے فرمایا، یہ درویش مدت سے ہماری صحبت میں رہتا ہے۔ ہم نے اس سے کہا کہ استقبالِ قبلہ کے وقت محراب کی بائیں طرف متوجہ ہو تو اس نے کہا میں تو تھک چکا تھا، یہ باتیں میرے کس کام آئیں گی، اس رات ہم نے اسے کعبہ کا معائینہ کروایا، تاکہ اسے یقین ہو جائے

کہ تحریمہ کے وقت محراب مسجد کی بائیں طرف متوجہ ہونا چاہیے۔

مومن دارین میں زندہ ہے: اور ع زمان، خانوادہ خواجگان کی یادگار حضرت خواجہ محمد حافظی (پارسا) بخاری کی خدمت سے منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا ایک روز میرے چچا مولانا حسام الدین خواجہ یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ' کی صحبت شریف کے خاص باریافتہ تھے۔ ''سفید مون'' میں اپنے باغ میں موجود تھے۔ اتفاقاً موسم گرما تھا۔ اور ہوا بہت زیادہ گرم تھی، حضرت خواجہ دوپہر کے وقت ہی بخارا سے سفید مون تشریف لے آئے۔ میرے چچا خواجہ یوسف آپ کے مقدم شریف سے بہت خوش ہوئے۔ اس مجلس میں حضرت خواجہ، حضرت خواجہ یوسف کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اس وقت میں اس لیے آیا ہوں کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ آپ جلد ہی اس عالم فانی سے کوچ کر جائیں گے، اور فرمایا اس کے بعد وہ ہوگا، آپ نے یہ اشارہ اس ضعیف (خواجہ پارسا) کی طرف فرمایا، اور فرمایا ''آپ کا یہ باغ اور مکانات آپ کے بھائی خواجہ یحیٰ کے فرزندوں کو ملیں گے، اور حال یہ تھا کہ خواجہ یحیٰ ابھی زندہ تھے، خواجہ یوسف، حضرت خواجہ کے ان اعلام سے غم زدہ ہو گئے اور ان سے حزن کے آثار ظاہر ہونے لگے، حضرت خواجہ نے فرمایا، اندوہ کا کوئی فائدہ نہیں، خوشحال رہنا چاہیے آپ میں صفت بسط پیدا ہوئی۔ اور بہلانے کے لیے خواجہ یوسف سے بہت سی باتیں کیں، وریں لحظہ خواجہ یوسف کی صفت حزن، صفت بشاشت میں تبدیل ہوگئی، وہ بہت زیادہ مسکرائے اور حکم ''اَلْمُؤْمِنُ حَیٌّ فِی الدَّارَیْن'' مومن دو جہان میں زندہ ہے۔ کے مطابق اس جہان کی حیات کے منتظر ہوئے۔ بعدہٗ حضرت خواجہ نے فرمایا، میں اس ہوائے گرم میں اسی بات کے لئے آیا تھا۔ اور اسی وقت شہر بخارا کی طرف روانہ ہوگئے۔ اس کے بعد تھوڑی فرصت میں یہ قضیہ واقع ہوا کہ ایک جماعت نے غلبے کی صورت حاصل کر لی، بادشاہ وقت باہر نکلا تو شہر بخارا کے عوام خلق نے اس جماعت کا ساتھ دیا۔ اس سے عظیم فتنہ ظاہر ہوا اور بہت

زیادہ خرابی پیدا ہو گئی۔ انہوں نے شہر بخارا کا بیشتر حصہ جلا دیا۔ دریں اثنا خواجہ یوسف نے شہادت کی سعادت پائی، حضرتِ خواجہ کے وہ اعلام درست ثابت ہوئے۔ کچھ مدت کے بعد میرے چچا خواجہ یحیٰ بھی فوت ہو گئے۔ اور سفید مون کا وہ باغ اور خواجہ یوسف کے مکانات سب کے سب خواجہ یحیٰ کے فرزندوں کو منتقل ہو گئے، حضرتِ خواجہ کی ان باتوں کا ظہور میرے یقینِ مزید کا سبب ہوا۔

نافرمانی کی سزا: منقول ہے کہ باغ سفید مون کے قضیے کے بعد شہر بخارا کے بعض حکام، روسا اور عوام بادشاہِ وقت کو نکال باہر کرنے پر متفق ہوئے تو انہوں نے خواجہ یوسف کو ایک جماعت کے ساتھ حضرت خواجہ ءما قدس اللہ روحہٗ کی خدمتِ اقدس میں بھیجا کہ ہم اہلِ اسلام سے ظاموں کے شرِ ظلم کو دور کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، آپ سے ہمیں توقع ہے، کہ آپ اس کام میں ہماری موافقت فرمائیں گے، حضرتِ خواجہ نے فرمایا، ''ایک فقیر سے کیا ہو سکتا ہے'' وہ جماعت یہی درخواست پیش کرتی رہی اور حضرت خواجہ اسی طرح عذر فرماتے رہے۔ بعدہٗ فرمایا'' اس کام میں اس جماعت کا اخلاص نہیں ہے۔ اور یہ عظیم فتنہ ہے، وہ اس جماعت کے ذریعے اس شہر کو جلانا چاہتے ہیں، اور ہم سے موافقت طلب کر رہے ہیں، اگرچہ بظاہر تو ہم موافقت کرتے ہیں مگر ہمیں اس کا راز معلوم ہے''۔ جو درویش اس وقت خدمت خواجہ میں حاضر تھے، انہوں نے تحریر نقل کر لی، حضرت خواجہ کو اس جماعت کے ساتھ خواجہ یوسف کی آمد کی وجہ سے دشواری پیش آئی، (اس لئے آپ نے موافقت فرمائی) چنانکہ جو آپ نے لفظ مبارک ادا فرمائے تھے، واقعہ اسی طرح ظاہر ہوا، انہوں نے شہر بخارا کو جلا دیا اور خلق شہر بخارا کے احوال میں خرابی پیدا ہوئی۔

جہر ورقص ہمارا طریقہ نہیں: ایک درویش سے منقول ہے کہ میں قرشی میں تھا، میں نے ایک خلوت میں ایک جماعت کے ساتھ مل کر رقص کیا اور اپنے پاس سے ''فوطہ نیکی'' قوال کو دیا، اس کے بعد کسی مہم کیلئے اپنے گھر سے باہر نکلا، درآں حال

حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ "کش" کی طرف تشریف لائے تو اتفاقاً ابھی مجھ سے پہلے قرشی درویشوں میں سے کسی شخص نے آپ سے ملاقات نہیں کی تھی، میں نے حضرت ایشان کو سلام عرض کیا، آپ نے جواب نہ دیا، جب آپ ہماری منزل پہ پہنچے تو بھی کسی کی طرف التفات نہ فرمائی۔ اور خلوت میں مجھ سے یہ فرمایا کہ "جو بھی شفقت کی جائے وہ چاہیے کہ اپنے فقیر سے کی جائے" آپ نے "قصہ فوطہ" کی طرف اشارہ فرمایا، پھر فرمایا "در طریقہ ما ذکر جہر و رقص نیست، ہمارے طریقے میں ذکر جہر اور رقص نہیں ہے" آپ کی اس اطلاع سے میرا حال دیگر ہو گیا، اس کے بعد آپ نے ایک مدت تک مجھے اپنی صحبتِ شریف میں نہ آنے دیا، آخر الامر جب تک درویشوں کی ایک جماعت نے میرے متعلق آپ سے شفاعت نہ کی، آپ نے مجھے اپنے پاس نہ آنے دیا اور میں باطنی نسبت کا سر رشتہ حاصل نہ کر سکا۔

دس بکریاں مل گئیں: ایک درویش سے منقول ہے کہ "قصر عارفاں" کے نزدیک ہی ایک گاؤں میں رہتا تھا۔ اور کبھی کبھار قصاب کا کام کیا کرتا تھا، اس گاؤں میں ایک عزیز کے پاس بکریوں کا ریوڑ تھا۔ ایک دن حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ نے مجھے ایک بکری دی کہ اس عزیز کے ریوڑ میں چھوڑ دے، کچھ فرصت کے بعد آپ نے مجھے فرمایا "ہماری اس بکری کو ذبح کرو" میں نے اس کام میں تاخیر کر دی، دوسرے روز مجھے اور اس عزیز کو طلب فرمایا اور اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، "احوال شب بیان کرو" اس عزیز نے کہا "رات میری چار سو بکریوں کے ریوڑ میں کوئی چور آیا اور صرف حضرت خواجہ کی بکری کو اٹھا کر لے گیا ہے" درویش قصاب نے کہا کہ میں اس واقعہ سے بہت شرمندہ ہوا، اس لئے کہ میں نے آپ کے اشارے (کی تعمیل) میں تقصیر کر دی تھی، میں نے جلدی سے نہایت عاجزی کے ساتھ اس بکری کی قیمت آپ کے حضور پیش کی۔ اور عرض کیا "یہ غرامت مجھ پر ہے۔ یہ گناہ میں نے کیا ہے" حضرت خواجہ نے فرمایا، ہم اس وجہ کو قبول نہیں کرتے، اس لئے کہ ہم نے کل حضرت حق تعالی

میں عرض کردی تھی (مولا) وہ بکری میں نے تیری راہ میں فدا کردی، اور اس کے عوض دس بکریوں کا خواستگار ہوں، بعدہٗ میں اور وہ عزیز، حضرت خواجہ کی اس بات کے منتظر رہے اسی روز نماز ظہر کے وقت آپ کے درویش نسف سے دس بکریاں لے کر آ گئے، آپ کے ساتھ میری محبت اور زیادہ ہوگئی اور وہ عزیز بھی آپ کے جملہ محبوں میں شامل ہوگیا۔

جب صبح کی نماز چھوٹ گئی: اس درویش نے نقل کیا کہ موسم سرما تھا، اور ہوا بغایت سرد تھی، ایک رات مجھ پر غسل واجب ہوگیا تو میں کسی قوی مانع کے سبب پانی گرم نہ کرسکا کہ غسل کرسکوں، اور صبح کی نماز ادا کرسکوں، میں دربار کی حد سے باہر نکل گیا۔ دریں حال حضرت خواجہ میرے گھر تشریف لائے، میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا "فلاں شخص بہت زیادہ مکدر ہوگیا ہے" غایت دہشت اور بیخودی کی وجہ سے میری زبان پر کوئی بات آ گئی، حضرت خواجہ نے فرمایا، "تو مجھ سے انکار کرتا ہے، تجھ پر غسل واجب ہے، تو نے عظیم تقصیر کی ہے، اور تجھ سے نماز صبح بھی فوت ہوگئی ہے۔ اور اس وقت کہہ رہا ہے کہ میں مکدر نہیں"، اس حال سے میری خجالت بہت ہی زیادہ ہوگئی، اور مجھ میں بالکل حس و حرکت نہ رہی، والحق، اس واقعہ کا مشاہدہ آپ کے ساتھ میرے یقین و محبت کے اور زیادہ ہونے کا موجب بنا۔

دعا سے اونٹ مل گئے: ایک درویش سے منقول ہے کہ جس وقت حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ خراسان میں تھے، ایک روز طوس سے مشہد کی طرف آ رہے تھے کہ راستے میں ایک سوار آیا، وہ اپنے مرکب سے اترا اور خدمت کی، پھر نہایت نیاز مندی کرتے ہوئے چند دینار حضرت خواجہ کو پیش کیے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا، "اس عدلی سے یار کی بو آ رہی ہے۔ صورت حال بیان کرو"، اس سوار نے کہا، تین ماہ سے میرے سات اونٹ غائب ہیں، آپ نے فرمایا، "اب عدلی پکڑ لے، جس وقت تجھے اونٹ مل جائیں گے، ہم یہ عدلی رکھ لیں گے، پھر اسی وقت فرمایا، "جلد ہی مل جائیں

گے'' تھوڑی ہی فرصت کے بعد وہ سوار آیا، کہنے لگا'' میں نے آپ کے کلام کی برکت سے وہ اونٹ پالیے ہیں''۔ پھر وہ بھی آپ کے جملہ محبوں میں شامل ہوگیا۔

بسط وسرور کی وجہ: منقول ہے کہ ایک دن حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ غدیوت میں تشریف فرماتے، شیخ شادی آپ کی خدمت میں بہت بسط وسرور کے ساتھ حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا'' شادی! تو بہت خوش حال ہے''، اس نے خدمت کی اور کہا، یہ حضرت کے قدوم شریف کی دریافت کی برکتیں ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا '' تیرا یہ بسط کسی دوسرے عالم سے ہے، ہم سے نہیں'' آپ نے یہ فرمایا اور شیخ شادی کو کسی کام کیلئے بھیج دیا۔ جب وہ آپکی خدمت سے باہر چلا گیا تو آپ نے فرمایا'' شادی کا یہ بسط حق کی طرف سے ہے، راستے میں اسے زر کے چند تنکے ملے ہیں مگر اس نے التفات نہیں کی ہے''۔ بعد ازاں شیخ شادی آیا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ'' تجھ سے کونسا عمل وجود میں آیا ہے''۔ شیخ شادی نے کہا میں آپ کی خدمت میں آرہا تھا کہ راستے میں زر کے چند تنکے دیکھے، میرے دل میں خیال آیا کہ میں ان کو نظر خلق سے پوشیدہ کردوں، پھر میں نے استغفار کیا اور کہا'' میرا اس (دولت) سے کیا کام ہے، مصلحت اسی میں ہے کہ میں کسی وجہ سے بھی اس چیز کی طرف التفات نہ کروں، جب میں تین قدم بڑھا تو میرے اندر یہ صفتِ بسط پیدا ہوگئی، حضرت خواجہ نے فرمایا

'' جو کوئی حق کو غیر حق پر ترجیح دیتا ہے، یہ اس کی ادنیٰ سی سعادت ہے''

سر قربان کرنا چاہیے: ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ حضرت خواجہ قدس اللہ روحہٗ سے میری محبت کا سبب یہ تھا کہ میں سمرقند میں رہا کرتا تھا، اور ہر آنے جانے والے سے حضرت خواجہ کے احوال، کرامات اور مقامات کی'' صفت بزرگی'' کے بارے میں سنا کرتا تھا، مجھ میں داعیہ پیدا ہوا کہ میں بخارا جاکر آپ کی سعادت کا فیض حاصل کروں۔ جب میں نے عزیمت کی تو میری والدہ نے مجھے چار دینار عدلی دیتے ہوئے کہا'' شاید تیرے کام آئیں'' جب میں بخارا پہنچا تو حضرت خواجہ کی محبت

شریف میں حاضر ہوا۔ بعدہٗ میں نے آپ کے درویشوں سے درخواست کی کہ حضرت خواجہ سے عرض کریں کہ آپ مجھے بندگی میں قبول فرمالیں، میں نے صدق طلب کی راہ سے بہت زیادہ نیازمندی کا اظہار کیا۔ ان درویشوں نے میرا حال حضرت خواجہ سے عرض کیا تو حضرت خواجہ نے مجھ سے گزشتہ احوال پوچھے، پھر آپ نے فرمایا "علامت (نذر) ہونی چاہیے تا کہ ہم تجھے قبول کریں"۔ میں اپنے افلاس کا اظہار ہی کرتا رہا۔ اس وقت درویشوں کی ایک جماعت حاضر خدمت تھی، حضرت خواجہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ "اس نے چار دینار عدلی اپنے لباس کی فلاں جگہ چھپا رکھے ہیں اور اب کہہ رہا ہے کہ میں کوئی چیز نہیں رکھتا" میں نے جب حضرت خواجہ کے ان اشراف کا مشاہدہ کیا تو میرا حال دیگر ہو گیا۔ میں نے جلدی سے چار دینار آپ کے حضور پیش کر دیئے۔ آپ نے انہیں قبول نہ فرمایا، اس جماعت میں ایک لڑکا بھی کھڑا تھا۔ آپ نے اشارہ فرمایا کہ "یہ عدلی اسے دے دو" آپ کے اشارے کے مطابق جب میں نے وہ عدلی اس کو دیئے تو اس نے اسی وقت ایک ڈھیلے کی طرح چلا دیئے۔ میں بہت خجل اور شرمسار ہوا،

بعدہٗ حضرتِ خواجہ اس گاؤں سے غدیوت کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں صحبتِ عظیم میسر آئی۔ وہاں کچھ اور اصحاب نے میری طرف سے آپ کی خدمت میں درخواست پیش کی، اتفاقاً وہاں بھی ایک لڑکا حاضر تھا، حضرت خواجہ نے فرمایا، "یہ عدلی اس لڑکے کو دے دو" اس لڑکے نے بھی اس طرح سے وہ عدلی ایک طرف چلا دیئے، میری خجالت اور زیادہ ہوئی اور میں بہت زیادہ ناامید ہو گیا۔ اصحاب نے میری طرف سے بہت زیادہ معذرت کی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا "بالخصوص راہِ حق میں، صفت بخل بہت زیادہ مذموم ہے۔ اس راہ میں کمترین چیز سر (قربان کر) دینا ہے۔ درم و دینار کی کیا قدر ہے"؟ پھر آپ نے لطف فرمایا اور مجھے بندگی میں قبول فرمالیا۔

کمالِ عجز کا مظاہرہ: ایک درویش نے نقل کیا کہ ایک بار میری ایک شخص

سے دشمنی ہوگئی، اس کا دل میری طرف سے بہت خستہ تھا، اتفاقاً میں ولایتِ نسف میں رہا کرتا تھا۔ چند روز بعد میں نے ارادہ کیا کہ بخارا کی طرف جاؤں، جب میں نے حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ سے ملاقات کی تو آپ نے بالکل التفات نہ فرمائی، میں نے ہر چند تدبیر کی اور بڑے اصحاب کو اپنا شفیع بنایا، مگر مجھے قبول نہ فرمایا، صرف اسی قدر ارشاد فرمایا ''جب تک میں بخارا سے نسف نہ جاؤں اور جس شخص کے ساتھ تیری دشمنی ہے، اور اس کا دل تیری طرف سے بہت خستہ ہے، سے عذر نہ کرلوں، تیرے سلام کا جواب نہ دوں گا اور تیرے ساتھ گفتگو نہ کروں گا''۔ میں چند دن بخارا میں رہا اور بضرورت بہت زیادہ، اندوہ، بار اور قبض کی حالت میں نسف کی طرف متوجہ ہوا، اب میں ہمیشہ حضرت خواجہ کے قدوم کا منتظر رہا کرتا تھا، بعد ازاں حضرت خواجہ نے لطف فرمایا اور بخارا سے نسف تشریف لائے، جس گاؤں میں رہا کرتا تھا، جب آپ وہاں پہنچے تو آپ کسی چیز اور کسی آدمی کی طرف مشغول نہ ہوئے، اسی وقت اس شخص کے گھر پہنچے، جس کے ساتھ میں نے دشمنی کی تھی، اور اپنا روئے مبارک اس کے آستانہ منزل'' پر ملا اور بہت زیادہ معذرت کی، میرا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ''یہ گناہ اس نے نہیں کیا، میں نے کیا ہے، وہ شخص اپنے حال سے گزر گیا، وہ زیادہ مضطرب اور گریہ زن ہوا۔ اور اس کے بعد اس نے مجھے معاف کردیا، پھر وہ شخص حضرت خواجہ کا محب بن گیا، ایک مومن کے آزارِ خاطر کو دور کرنے کیلئے آپ کا خلق اور کوشش اور بخارا سے نسف میں آمد اس ولایت میں مشہور ہوگئی۔ اور آپ کے ساتھ ایک جماعت کی محبت کا سبب بنی۔

اس بار یہاں سے پانی بھیجیں گے: اس درویش نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ولایت نسف میں پانی کی بہت کمی تھی، جس سے زراعات خراب ہوگئیں، نسف میں حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے بہت زیادہ اصحاب رہتے تھے، انہوں نے مجھے اس ''بے آبی'' کیلئے حضرت خواجہ کے پاس بخارا بھیجا، جب میں نے حضرت خواجہ سے ملاقات کی تو آپ نے فرمایا، اصحاب نسف بھی خوب ہیں، تجھے پانی کیلئے

بھیجا ہے۔ اور یہ "لفظ مبارک" فرمایا۔ "اس بار تم لوگوں کو ہم یہاں سے پانی بھیجیں گے"، پھر مجھے فرمایا، "توقف کر" تھوڑی دیر ہوئی کہ بارش برسنا شروع ہوگئی، اور ہر ساعت بارش زیادہ شدید ہوتی گئی، سارا دن بارش ہوتی رہی۔ دوسرے دن مجھے اجازت عطا فرمائی اور میں اسی برستی بارش میں نسف پہنچا، پھر تین دن رات متصل بارش برستی رہی اور حضرت خواجہ کی برکت سے تمام ولایت نسف سیراب ہوگئی۔

نیاز کا دروازہ: ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ حمام میں موجود تھے، اور بعض درویش آپ کے قدم مبارک کو مل رہے تھے۔ میں آپ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا، دریں اثناء حمام کے ایک مرد (ملازم) میں داعیہ پیدا ہوا کہ حضرت خواجہ کے قدم مبارک پہ پانی ڈالے۔ اس سے پہلے کہ وہ آپ کے قدم مبارک پر پانی ڈالنے کی سعادت سے مشرف ہوتا۔ اس نے میرے قدم کو بوسہ دیا۔ پھر اس نے آپ کے قدم مبارک پر پانی ڈالا، میں اس شخص کے اس عمل سے شرمندہ ہوگیا، حضرت خواجہ نے اپنے نور فراست سے میری وہ حالت معلوم کرلی۔ اور لطف فرما کر مجھے اس "بار خجالت" سے باہر نکالا۔ اور یہ فرمایا "وہ شخص نیاز مند نیاز کے دروازے سے اندر آیا ہے۔ چونکہ تو ہم سے چھوٹا تھا، تو وہ پہلے تیرے دروازے سے آیا۔

بے احتیاطی اچھی نہیں: اسی درویش سے منقول ہے کہ میں غدیوت میں رہتا تھا، میں شیخ شادی کی برکت سے حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کی صحبت پاک سے مشرف ہوا، شیخ شادی یہ نصیحت بہت زیادہ کیا کرتے تھے، کہ جس طرف بھی حضرت خواجہ ہوں، چاہیے کہ ہم اس طرف اپنے قدم دراز نہ کریں، گرمی کے موسم میں ایک دن مجھے غدیوت سے "قصر عارفاں" حضرت خواجہ کے پاس جانے کا اتفاق ہوا، میں نے گرمی کی وجہ سے راستے میں ایک درخت کے سایے میں، تکیہ کیا تو دو بار کسی جانور نے میرے پاؤں پر ڈس دیا، میں متالم ہوا، پھر آرام کرنے لگا تو تیسری مرتبہ

بھی وہی حال واقع ہوا۔ جب ذرا غور کیا کہ یہ کیا حالت ہے تو شیخ شادی کی وہی نصیحت مجھے یاد آ گئی، میں نے نظر کی کہ میرے پاؤں قصر عارفاں کی طرف (دراز) تھے، اور جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ حضرتِ خواجہ وہیں تشریف فرما تھے۔ میں نے جان لیا کہ اس طرح سے میری تادیب کی گئی ہے۔

ولایت کے اٹھارہ دروازے: حضرت خواجہ علاء الحق والدین علیہ اللہ تربتہٗ نے نقل فرمایا ہے کہ موسم سرما میں ایک روز حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ نے اپنے درویش امیر حسین سے فرمایا، بہت زیادہ لکڑیاں جمع کرنی چاہیے، جب آپ کے اشارے کے مطابق لکڑیوں کی مقدار جمع ہو گئی تو دوسرے روز بہت زیادہ برف باری ہوئی اور مسلسل چالیس روز ہوتی رہی۔ اسی حال میں حضرت خواجہ خوارزم کی طرف متوجہ ہوئے۔ شیخ شادی آپ کا ہم قدم تھا۔ جب "آبِ حرام کار" کے کنارے پہنچے تو آپ نے شیخ شادی سے فرمایا، پانی میں قدم رکھ کر گزر جانا چاہیے۔ شیخ شادی خوف زدہ ہوا۔ آپ نے مکرر فرمایا، "گزرو" وہ نہ گزرا تو آپ نے اسے ہیبت کے ساتھ دیکھا، تو وہ بے خود ہو گیا، جب اپنے حال میں واپس آیا تو پانی میں قدم رکھ کر چلنے لگا۔ حضرت خواجہ اس کے پیچھے چلنے لگے، جب پانی عبور کر لیا تو آپ نے شیخ شادی سے خطاب فرمایا کہ تیرے موزے کا کوئی حصہ بھی تر ہوا ہے یا نہیں؟ شیخ شادی نے نظر کی تو دیکھا کہ قدرت الٰہی سے کوئی جگہ بھی تر نہیں ہوئی تھی۔ بعدہٗ حضرت خواجہ نے شیخ شادی سے فرمایا کہ تجھے شہر بخارا کی طرف لوٹ جانا چاہیے، اس نے ہر چند "تضرع و زاری" کی کہ میں آپ کی خدمت میں رہوں، مگر آپ نے اجابت نہ فرمائی اور کہا "اشارہ یہی ہے کہ شادی کو لوٹا دے، وہ تیرے لیے حجاب ہے" جب وہ واپس چلا گیا تو آپ نے فرمایا "اللہ کی عنایت ہوئی اور مجھ پر ولایت کے اٹھارہ دروازے کھل گئے" آپ نے فرمایا "اس کے بعد میں یگانہ خوارزم کی طرف روانہ ہوا۔ آخری روز میں بخارا (ریاست) کے دیہاتوں میں سے ایک گاؤں 'سیجان' پہنچا اور رات اس

گاؤں کی مسجد میں بسر کی وہاں مجھے الہام ہوا کہ تیری والدہ تجھے ہم سے مانگ رہی ہے، لہٰذا خوارزم کی طرف جانے کی اجازت نہیں، اب تو قرشی میں والدہ کی طرف چلا جا۔ اتفاقاً اس گاؤں کے لوگ مسجد میں حاضر نہیں تھے، میں نے صبر کیا تاکہ وہ مسجد میں حاضر ہو جائیں، پھر میں نے ان کو نصیحت کی تو انہوں نے توبہ و انابت کر لی۔

قافلہ پہنچادیا: ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ نے فرمایا ، اس اشارت کی بنا پر میں خوارزم نہ گیا اور میں نے بقدم توکل چار کیلے لے کر والدہ کی طرف قرشی کی توجہ کی۔ بہت ہی زیادہ برف پڑ رہی تھی۔ جب میں سرحد بخارا ’نوندق‘ سے نسف کی طرف پہنچا تو نماز عشاء ہو چکی تھی، دراں حال ایک کارواں بخارا سے بشتاب آ رہا تھا (اہل کارواں) کہہ رہے تھے، کیا حالت ہے۔ کاروان کے آنے کا وقت تو نماز عصر تھا۔ جب کہ ہم نماز عشاء کے وقت بھاگتے ہوئے پہنچے، جب انہوں نے مجھے دیکھا تو سب یکبار بولے، بہت خوب، یہی بزرگِ خدارسیدہ ہمیں یہاں بھگا کر لائے ہیں۔ حکمت یہی ہے۔ میں نے اہل کارواں سے جب یہ کلام سنا تو کہا ”میں اس جماعت سے نہیں کہ ان اہل کارواں کے ساتھ طعام کھاؤں،“ میں تیزی سے راستے کی طرف آیا اور نسف کی طرف روانہ ہو گیا۔ ناقل درویش کہتا ہے کہ میں ابھی چھوٹا تھا، میں نے حضرت خواجہ کے حضور گستاخی کرتے ہوئے سوال کیا کہ کیا آپ نے اس راستے میں طعام کھایا؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں، ہم نے کھایا، میں نے پھر سوال کیا، غیر کے واسطے سے یا بغیر واسطے کے، حضرت خواجہ نے تبسم زا ہو کر فرمایا، تو مردان حق کے راز فاش کرتا ہے۔ میں دہشت کھا کر خاموش ہو گیا۔

اگر میں آستیں کو ہلا دوں: ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ سے میں نے جو پہلی چیز مشاہدہ کی اور جو میری محبت کا سبب بنی وہ یہ تھی کہ ایک روز میں بازار بخارا میں ایک دکان پر بیٹھا تھا، حضرت خواجہ اس دکان پر تشریف لائے اور حضرت سلطان العارفین ابو یزید بسطامی قدس اللہ روحہ العزیز کے شمائل

ذکر فرمانے لگے، یہاں تک کہ آپ کا سخن مبارک یہاں پہنچا، آپ نے فرمایا، حضرت سلطان العارفین کے مقامات میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا "اگر میں چادر کا گوشہ کسی شخص کے لگا دوں تو وہ مجھ پر فریفتہ ہو جائے، اور وہ میرے پیچھے چلا آئے" حضرت خواجہ نے فرمایا، میں کہتا ہوں اگر میں اپنی آستین کو ہلا دوں تو جمیع اہل بخارا خورد و بزرگ میرے والہ و حیران ہو جائیں، اور گھر اور دوکان چھوڑ کر میرے پیچھے چلے آئیں، آپ نے دست مبارک کو آستین میں کر لیا، اس حال میں میری نگاہ آپ کی آستین کے کنارہ پر پڑی تو عجیب حالت واقع ہو گئی۔ میں بیخود ہو کر دوکان میں گر پڑا۔ بہت زیادہ وقت اسی حال میں گزر گیا۔ جب میں اپنے حال میں آیا تو حضرت خواجہ کی سلطنتِ محبت میرے تمام وجود پر قائم ہو چکی تھی، پھر میں نے گھر اور دوکان کو بھی چھوڑ دیا۔

نظر اٹھے تو بجلی پناہ مانگے: ایک درویش سے منقول ہے کہ دراں فرصت حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ بادشاہ کی استدعا پہ طوس سے ہرات تشریف لے گئے۔ اور بادشاہ کے "بوستان سرائے" میں قیام فرما ہوئے۔ جو بھی سامنے آتا آپ اس پر نظر فرماتے تو (آپ کے جلال نظر سے) سب کے سب دربان، خدم و حشم، اعیان وارکان، ندما اور وزراء حال سے بیخود ہو جاتے۔

برکت ہی برکت: ایک درویش کا بیان ہے کہ جس دن حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ میرے گھر میں جلوہ افروز ہوئے تو میں از حد خوش ہوا، میرے گھر میں آٹا موجود نہ تھا، میں اسی روز آٹے کا ایک تھیلا گھر لایا، حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اس تھیلے کو صرف کر دے۔ اور اس کی کمی و بیشی کسی شخص پر ظاہر نہ کرنا، آپ نے دو مہینے تک اس کمترین کے گھر قیام فرمایا اور اس دوران بہت سے درویش اور دوست آپ کے قدم مبارک کی بدولت آتے رہے۔ اور ہم اسی آٹے سے کھانا پکا کر انہیں کھلاتے رہے۔ لیکن آٹا اتنا ہی رہا، آپ کے چلے جانے کے بعد بھی بہت عرصہ وہ آٹا خرچ ہوتا رہا،

لیکن وہ اتنا ہی رہا، بعد ازاں جب میں نے آپ کے نفس مبارک کے خلاف سارا قصہ اپنی اولاد کو بتا دیا تو برکت ختم ہو گئی۔ اس معنیٰ کے مشاہدے سے آپ کے کمال ولایت کے متعلق میرا یقین اور بڑھ گیا۔

بے ادبی کی سزا: ایک درویش سے منقول ہے کہ جب حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ پہلی بار بیت اللہ کی طرف سے آتے ہوئے "مازندران" کی ولایت میں پہنچے، اکابر علماء روزگار میں سے مولانا سیف الدین ابہری اس سفر میں آپ کے ہمراہ موجود تھے۔ ان کو حضرت خواجہ کے ساتھ بہت زیادہ محبت اور صحبت حاصل تھی۔ اس لئے ضعیف کو مولانا کی خدمت میں خوارزم بھیجا، خوارزم میں، میں نے حضرت مولانا سے اجازت لی اور بخارا کی طرف متوجہ ہوا، بخارا پہنچنے پر مجھے معلوم ہوا کہ ابھی حضرت خواجہ مرو میں ہیں، میں نے آپ کے حضور حاضر ہونے کا عزم کیا، آپ کا ایک درویش عزیز تاتکن سے آیا ہوا تھا، اس کا بھی یہی ارادہ تھا، اس نے میرے ساتھ موافقت کی۔ اتفاقاً راستے میں ہم دونوں کے درمیان ایک بات ہو گئی، اور اس سے ایک ایسا کلمہ ظاہر ہوا، جس میں حضرت خواجہ کی گستاخی پائی جاتی تھی۔ ہم اس گاؤں میں پہنچے جہاں حضرت خواجہ موجود تھے، رات کا وقت تھا لیکن ہمیں معلوم نہ تھا کہ آپ کی منزل کہاں ہے؟ نہ ہی کوئی آدمی موجود تھا جو ہمیں منزل کا پتہ بتا دیتا، ہم اسی حال میں ایک گھر کے سامنے پہنچے، اور چاہا کہ زنجیر کھٹکھٹائیں، اس سے پہلے کہ میرا ہاتھ دروازے تک پہنچتا، اندر سے حضرت خواجہ نے میرا نام لیا۔ جب ہم اندر داخل ہوئے تو مصافحہ کے وقت آپ نے اس تاتکنی درویش سے مصافحہ نہ فرمایا۔ وہ دس دن تک اس کلمہ کی وجہ سے "قبضِ عظیم" کے زیر بار رہا جو راستے میں اس سے سرزد ہو گیا تھا، تا آنکہ حضرت خواجہ کے والد ماجد اس درویش کی شفاعت نہ کرتے تو آپ اسے معاف نہ فرماتے اور وہ اس "بارِ عظیم" سے خلاص نہ حاصل کر سکتا۔

خربوزہ مل گیا: درویش محمد زاہد سے منقول ہے کہ "اوائلِ طلب" میں ایک روز

میں حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کی صحبتِ شریف میں ایک صحرا میں تھا، اتفاقاً فصل بہار تھی۔ایک ساعت گزری کہ مجھے خربوزے کی آرزو ہوئی، میں نے حضرت خواجہ سے (خربوزہ) طلب کیا، نزدیک ہی ایک ''جوئے آب'' تھی، آپ نے اشارہ فرمایا کہ ندی کے کنارے پر چلو، جب میں ندی کے کنارے پر چلا تو میں نے نہایت تازہ ''بابا شیخی'' خربوزہ دیکھا کہ پانی میں آرہا ہے۔ایسے لگتا تھا کہ ابھی باڑے سے باہر لایا گیا ہے۔میں نے اسے پکڑا اور اس کے واسطے سے میرا حال دیگر ہو گیا۔نیز حضرت خواجہ کے کمال ولایت کے بارے میں میرا یقین اور زیادہ ہو گیا۔

حضرت خواجہ کے بیل: ایک درویش نے نقل کیا کہ ایک روز حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ غدیوت میں ایک ''منزل'' پہ تشریف فرما تھے۔جب میں اس منزل پہ پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ مجلس ''خوف و ہیبت'' سے پر ہے۔اور شیخ شادی زیرِ عتاب ہے۔ کچھ وقت گزرا کہ شیخ شادی بلبلا اٹھا اور اس کا حال متغیر ہو گیا۔بعدہٗ حاضرینِ مجلس نے اس کے بارے میں حضرتِ خواجہ سے درخواست کی اور معافی طلب کی۔حضرتِ خواجہ نے فرمایا کہ اس سے ہی سوال کرو کہ یہ واقعہ اسے کیونکر پیش آیا، درویشوں نے ہر چند اسے سوال کیا کہ تمہارا یہ حال کس واقعہ کی وجہ سے رونما ہوا ہے، لیکن اس نے کوئی بات نہ کی۔حضرتِ خواجہ نے فرمایا ''وہ کوئی بات نہیں کر سکتا۔اس کی وجہ یہ ہے وہ فراخشاخ (بیل) جس کو اس نے کراہت کے ساتھ گھاس ڈالی تھی، اس کے اندر آکر اسے سینگ مار رہا ہے۔اب ہم کیا کریں۔یہ کام شادی نے خود کیا ہے''۔پھر حضرتِ خواجہ نے فرمایا، صورتِ حال یہ تھی کہ ہم نے مولانا عبدالعزیز کو اسکے پاس بھیجا تا کہ اس سے کچھ طلب کرے۔اس نے گھاس جب بوری میں ڈالی ہے تو کراہت سے ڈالی ہے، جب عبدالعزیز وہ گھاس لایا تو ہمارے بیلوں نے نہ کھائی، غدیوت کے درویشوں نے ایک بار پھر اس کے بارے میں حضرت خواجہ سے درخواست کی تو آپ نے اسے حرکت دلائی اور وہ خود سے باہر آ گیا۔بعدہٗ حضرت خواجہ نے شیخ شادی سے

پوچھا کہ گھاس دیتے وقت تم نے کیا کہا تھا، شیخ شادی نے کہا میں نے کہا تھا، ''اے خواجہ مخدوم! میں فقیر ہوں، میری گھاس تھوڑی سی ہے اور آپ بادشاہ ہیں، آپ جس کسی سے بھی گھاس طلب کریں گے وہ احسان مند ہوگا، آپ مجھ سے ہی کیوں گھاس طلب کرتے ہیں'' پس شیخ شادی نے بہت زیادہ عاجزی کی تو حضرت خواجہ نے اسے معاف فرما دیا، حاضرین نے بیل کے سینگ مارنے کا قصہ اُسی سے پوچھا تو اس نے کہا، جیسے حضرتِ خواجہ نے فرمایا، اسی طرح ہوا تھا۔

آزمائش محبت: ایک درویش نے نقل کیا کہ جب میں حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کی ''سعادتِ قبول'' سے مشرف ہوا اور آپ کے الطاف سے محظوظ ہوا، تو میں آپ کے اشارے سے اسی کام میں مشغول ہو گیا جس میں آپ کی صحبت مبارک حاصل کرنے سے پیشتر مشغول تھا، ایک روز میں بازار میں تھا، اتفاقاً میں نے کچھ رقم کا سودا کیا، حضرتِ خواجہ میری دوکان پر تشریف لائے اور پوچھا کہ تو نے کس مقدار کا سودا کیا ہے، میں نے عرض کی کہ اس کی مقدار مجھ پر روشن نہیں ہے، آپ نے چادر بچھائی اور وہ ہونے والا سودا (سلف) اس میں ڈال کر لے گئے، شام کے وقت میں گھر پہنچا، تو میرے گھر والوں نے مجھ سے ہر چیز طلب کی، میں نے عذر کے ساتھ سارا قصہ کھول کر بیان کر دیا، ناگاہ مجھ سے ''کید نفس'' اور تسویل شیطان'' کی وجہ سے ایک مکروہ اور دشوار بات صادر ہو گئی، رات کافی گزر چکی تھی، کہ آں ساعت حضرت خواجہ نے اپنے ایک مخصوص درویش کے ہاتھ وہ چادر (بمعہ سودا سلف) بھیج دی، مجھ پر ''بارِ عظیم'' آن پڑا، میں نے ہر چند تحقیق کی اور جو کچھ مجھ سے سرزد ہو گیا تھا، اس سے میں توبہ، انابت اور استغفار کرتا رہا، پھر حضرتِ خواجہ نے بہ حقیقت میرے بوجھ کو دیکھا اور لطف فرمایا، اور مجھے، اس ''بے ادبی کے بوجھ'' سے باہر نکال لیا۔

مشاہدے کی قوت: شیخ شادی سے منقول ہے کہ صبح کا وقت تھا حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ قدیوت سے شہر بخارا کی طرف جا رہے تھے، میں اور درویش محمد زاہد

آپ کی ''رکاب ہمایوں'' کے ساتھ تھے، جب ایک روز گزرا تو شہر بخارا پہنچ گئے۔ آپ اخی محمد آہین کے گھر ٹھہرے اور اسے فرمایا کہ بازار سے ہمارے لئے طعام لے آؤ، لیکن فلاں اور فلاں کی دوکان پر نہ جانا، جب اخی محمد طعام لے کر آیا تو ابھی ایک قدم بھی گھر میں رکھنے نہ پایا تھا کہ حضرت خواجہ نے اسے فرما دیا ''میں نے تمہیں کہا تھا اس دوکان سے طعام نہ لانا، تم نے کاہلی کا مظاہرہ کیا ہے اور (دونوں میں سے) ایک دوکان پر جا پہنچے جب حاضرین نے غور کیا تو (دیکھا) کہ اس دوکان کی عدلی ''تمغا'' سے آئی ہوئی ہے۔ آپ کے اس اشراف سے سب کا حال بدل گیا، اور (یہ واقعہ) اس جماعت کے مزید یقین کا سبب ثابت ہوا۔

شانِ تقویٰ کا عالم: خواجہ علاالحق والدین عطر اللہ تربتہٗ نے نقل فرمایا کہ ایک روز ایک بڑھیا ایک ''تمغاچی'' کے گھر سے چند درم لائی کہ یہ حضرتِ خواجہ کی معاملت ہے۔ میں نے وہ قبول نہ کئے کہ آپ اس (تمغاچیوں) کے گروہ سے کوئی چیز قبول نہیں فرماتے تھے۔ ایک لحظہ گزرا تھا کہ میں حضرتِ خواجہ کے پاس گیا۔ آپ ''دروازہ کلاباذ'' پہ ایک درویش کے گھر تشریف فرما تھے، اس درویش کی ماں بہت نیک تھی۔ اور خلقت اس کا تقرب چاہتی تھی۔ جب میں اس درویش کے گھر پہنچا تو دیکھا کہ اتفاقاً وہی بڑھیا اس کے گھر سے باہر نکلی، حال یہ تھا کہ حضرتِ خواجہ اس درویش کے حجرہ میں تکیہ فرما تھے۔ ایک ہی ساعت بعد آپ نے اس ضعیف سے فرمایا، میں نے ابھی خواب میں یہ دیکھا ہے کہ (لوگ) چغرات (پنیر) کے دو گوشے لائے اور چمچہ بھی، جب میں نے چغرات پر چمچہ مارا تو ایک سانپ باہر آیا، حضرت خواجہ مجھ سے یہ خواب بیان فرما رہے تھے کہ اس درویش کی ماں کی نوکرانی چغرات کے دو گوشے اور چمچہ لے کر آئی۔ اور بارگاہِ خواجہ میں پیش کیا۔ خواجہ نے تبسم فرمایا اور کہا ''عجیب خواب ہے، ابھی جو کچھ دیکھا تھا وہی ظہور میں آ گیا، تحقیق کرنی چاہئے تا کہ اس چغرات کی حقیقت معلوم ہو سکے۔ میں نے اس بڑھیا کا قصہ کھول کر بتا دیا، حضرتِ خواجہ نے اس

چغرات کی حقیقت پوچھی تو ظاہر ہوا کہ وہ چغرات اس بڑھیا کے درموں سے خریدا گیا تھا۔ وہ درویش، اس کی والدہ اور تمام خانوادہ اس حال کے مشاہدے سے بہت حیران ہوا، بعدہٗ حضرتِ خواجہ نے اُس درویش سے فرمایا ''والدہ کو نصیحت کردو کہ اگر کوئی نیاز پیش کرے اور حسنِ عقیدت کی راہ سے کوئی چیز تمہیں مہیا کرے تو تحقیق کے بغیر اس سے قبول نہ کرنا، کسی سے کوئی چیز حاصل کرنا بہت ہی مشکل کام ہے، ہر کسی کی چیز نہیں لینی چاہیے''۔ اس درویش کی والدہ نے توبہ کی کہ میں اس کے بعد کسی کی چیز نہیں لوں گی۔

سرکار نظر رکھدے: ایک درویش نے نقل کیا کہ ایک روز حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ نے مجھ سے خطاب فرمایا کہ ہم فلاں طرف کو جا رہے ہیں۔ انشاء اللہ پندرہ روزہ مدت کے بعد آئیں گے۔ جب مدت گزر گئی تو حضرت خواجہ تشریف لے آئے اور جونہی میں نے آپ کو سلام عرض کیا، آپ نے فرمایا ''اس صبح تم پر کیا گزری''۔ میں متحیر ہوا اور بہت زیادہ رونے لگا، حضرتِ خواجہ نے مجھ پر گزرنے والی سب (واردات) بیان فرماتے ہوئے فرمایا، اس طرح کے قصورات واقع ہو ہی جاتے ہیں لیکن ایسے قصور کے واقع ہونے کی حکمت یہ ہے کہ نفس کو شکست (ہوتی) ہے جیسا کہ اس وقت تیرا حال ہے۔ اس کے بعد آپ نے لطف فرمایا اور مجھ سے درگزر کیا۔

مرید کو طلب فرمایا: حضرتِ مولانا نجم الدین دادرک کو فینی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ ''قرشی'' میں تشریف فرما تھے، اور میں بخارا شریف میں تھا۔ ناگاہ حضرت خواجہ کی آواز میرے کان میں آئی کہ آپ مجھے طلب فرما رہے ہیں۔ میں بیقرار ہو گیا اور ذرا بھی توقف نہ کر سکا، بخارا سے اسی وقت نسف کو چل پڑا اور دوسرے روز نماز ظہر کے وقت ''قرشی'' میں حضرت خواجہ کی صحبت شریف میں حاضر ہو گیا۔ قرشی درویشوں کی ایک جماعت حاضر تھی۔ بعدہٗ ان درویشوں سے میں نے سنا کہ کل حضرت خواجہ نے فرمایا تھا، ''بخارا میں ہمارا مولانا نجم الدین دادرک نامی ایک درویش ہے، ہم اسے طلب کرتے ہیں تا کہ وہ کل نماز ظہر تک

حاضر ہو جائے"

فاصلے سمٹ گئے:۔ حضرتِ خواجہ علاء الحق والدین علیہ الرحمہ نے حضرتِ سید امیر کلال قدس اللہ روحہ کے "فرزند بزرگ" امیر برھان الدین سے نقل فرمایا، انہوں نے کہا کہ حضرتِ خواجہ بہاء الحق والدین روح اللہ روحہ سوخار میں ہمارے گھر تشریف فرما تھے، میں نے حضرتِ خواجہ کی خدمت میں التماس کی "مجھے مولانا عارف علیہ الرحمہ کا اشتیاق ہے اور وہ اس وقت نسف میں ہیں۔آپ "خاطر شریف" فرمائیں تا کہ مولانا جلد آجائیں" حضرتِ خواجہ نے فرمایا" ہم مولانا کو طلب کرتے ہیں تا کہ جلدی آجائیں" اس کے بعد آپ "خانقاہ امیر" کے دروازے پر آئے اور تین مرتبہ فرمایا، "مولانا عارف"! پھر اسی وقت فرمایا "مولانا نے ہماری آواز سن لی ہے اور وہ ہماری طرف چل پڑا ہے۔" امیر برھان الدین نے کہا کہ "جب مولانا عارف نسف سے بخارا آگئے اور "سوخار" پہنچے تو ان کی خدمت میں حضرت خواجہ بہاء الحق والدین قدس سرہ کے طلب فرمانے کے بارے میں سوال کیا گیا، انہوں نے فرمایا" ہم فلاں روز کی فلاں ساعت، نسف میں اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آواز خواجہ میرے کان تک پہنچی، آپ نے مجھے طلب فرمایا تھا، لہٰذا میں بہت جلد نسف سے بخارا کی طرف متوجہ ہو گیا"۔

مرحلے کیا چیز ہیں: حضرتِ خواجہ علاء الحق والدین روح سرہ نے نقل کیا ہے کہ حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہ بخارا شریف کے ایک گاؤں میں جلوہ فرماتے اور درویش آپ کی صحبتِ شریف میں حاضر تھے، حضرتِ خواجہ اس جماعت کے درمیان سے اٹھ پڑے اور فرمایا "مولانا عارف" نسف کے علاقے قشلاق میں "خواجہ مبارک" ہیں، وہ اس وقت مولانا بہاء الدین کی خدمت میں ہیں اور ہمیں طلب کر رہے ہیں"۔آپ اسی حال میں بخارا سے نسف کی طرف روانہ ہو گئے۔ایک درویش نے کہا کہ جس وقت حضرتِ خواجہ، مولانا بہاء الدین کے پاس قشلاق پہنچے تو مولانا نے آپ سے فرمایا

مولانا عارف اس وقت، مولانا بہاؤالدین کی خدمت میں حاضر تھے،

سماع سے پرہیز: حضرت خواجہ علاالحق والدین نور اللہ مرقدہٗ نے نقل فرمایا کہ ایک شام حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ درویش عطا کے "بام خانہ" پر تشریف فرما تھے، وہاں قریب ہی ایک عالی شان محل تھا، شہر بخارا کا امیر اس شام اس محل کی چھت پر موجود تھا اور قوالوں کی ایک جماعت صحبت امیر میں حاضر تھی اور دوسری جماعت رقص کر رہی تھی، اس گروہ پر زور و شور کا بہت شدید غلبہ تھا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا: "یہ جو کچھ گزر رہا ہے سب کھیل تماشا ہے۔ اور اس کا استماع (سننا) جائز نہیں ہے، اسے ہرگز نہیں سننا چاہیے۔ اس کی تدبیر یہی ہے کہ ہم کان میں روئی ٹھونس لیں تاکہ آوازیں نہ سن سکیں"۔ یونہی حضرت خواجہ نے فرمایا تو ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو ان آوازوں کو سن سکتا، سب کے احوال متغیر ہو گئے، جب صبح ہوئی تو جو لوگ درویش عطا کے گھر کے قریب تھے اور حضرت خواجہ کے درویشوں کا طریقہ جانتے تھے کہ وہ ان کی صحبت شریف کی برکت سے مخلوق کو اس قسم کے کھیل تماشے میں حاضر ہونے اور اسے سننے سے ہر ممکن حد تک منع کرتے ہیں، انہوں نے درویشوں سے پوچھا، تم لوگوں نے قوالوں کی آوازوں کی تشویق اور رقص کرتی ہوئی جماعت کے غلبہ کی وجہ سے رات کس طرح بسر کی، درویشانِ خواجہ نے اس گروہ کو جواب دیا کہ "ہم نے حضرت خواجہ کے "واسطہ عنایت" سے ان آوازوں کو ہرگز نہیں سنا اور پھر تمام قصہ کھول دیا۔ اس گروہ نے بہت زیادہ تعجب کیا اور پھر اس اثر ولایت کا ظہور حضرت خواجہ کے ساتھ اس گروہ کے رشد و محبت کا سبب بن گیا۔

مرقد معشوق پر: حضرت خواجہ علاء الحق والدین طیب اللہ تربتہٗ نے نقل کیا ہے کہ جس وقت حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ طوس میں تشریف رکھتے تھے۔ ایک روز فرمایا "ہمیں چاہیے کہ ہم معشوق طوسی کی زیارت کو جائیں، درویشوں کا ایک گروہ بھی

آپ کے ہمقدم تھا۔ جب آپ مزار معشوق پر پہنچے تو فرمایا "سلام علیک! اے معشوق طوسی کیا تو خوش ہے؟" مرقد معشوق سے آواز آئی وعلیک السلام! میں خوش ہوں" اس گروہ میں ایک آدمی ایسا تھا جو حضرتِ خواجہ (کی عظمتِ شان) کا انکاری تھا، اس کا حال بہت زیادہ متغیر ہوا اور وہ بہت زیادہ اضطراب (کا مظاہرہ) کرتے ہوئے صفت انکار سے (نکل کر) اقرار میں آ گیا۔

سیب کا تسبیح کرنا: حضرت خواجہ علاء الحق والدین طابت تربتہٗ نے نقل فرمایا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے ایک درویش نے ایک سیب پیش کیا، آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ ایک ساعت صبر کرو اور یہ سیب نہ کھاؤ، کیونکہ یہ سیب تسبیح پڑھ رہا ہے

ہمہ ذرات در نطق اندو لیکن

تو بے سمعی نمی دانی شنودن

جیسا کہ حضرت خواجہ نے فرمایا واقعی ویسا ہی تھا۔ بعض حاضرینِ مجلس اس سیب کی تسبیح ساعت کر رہے تھے۔

موسم گل ہے تمہارے بام پر آنے کا نام: خلافت پناہی حضرت خواجہ علاء الحق والدین لازالت تربتہٗ معطرۃ کے "مقبولانِ خدمت" میں سے ایک فقیہ صالح اور دانشمند درویش نے نقل فرمایا ہے کہ جن دنوں میں "مخلق نسف" کے مقتداء حضرت مولانا سعد الدین قرشوی علیہ الرحمہ کی خدمت میں رہا کرتا تھا، ایک روز جب حضرت مولانا، حضرت خواجہ بہاؤ الحق الدین قدس سرہٗ کی "بزرگی ولایت" کی شرح فرما رہے تھے تو انہوں نے آپکے شمائل کا بہت زیادہ ذکر فرمایا، انہیں میں سے ایک یہ بھی بیان کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ نے اس ضعیف سے یہ فرمایا "تمہارے باغ میں جانا چاہئے۔ اتفاقاً وہ سردی کا موسم تھا، جب ہم باغ میں پہنچے تو میری نظر میں باغ بہت زیادہ "بے طراوت" تھا، گویا (ہر طرف) خارستانی اور شورستانی (کا عالم) ہے،

حضرتِ خواجہ نے فرمایا ''یہ تمہارا باغ ہے؟''، مجھ میں ایک عجیب حال نے تصرف کیا، تو میں نے کہا، ''ہاں یہ میرا باغ ہے'' آنگاہ حضرتِ خواجہ نے فرمایا ''لو ہم تمہارے باغ کو سبز اور باطراوت بنا دیتے ہیں، تاکہ تمہارا یقین اور زیادہ ہو جائے'' پھر آپ نے اسی وقت فرمایا، ''دیکھ لو'' جب میں نے نظر ماری تو باغ کو ریاحین سے بھرا ہوا مشاہدہ کیا، میں نے اپنے آپ سے کہا، ''یہ میرا باغ نہیں، حضرت خواجہ نے فرمایا، ''یہ باغ تمہارا ہی ہے۔'' جب کچھ وقت گزرا تو میں نے اس باغ کو ''حالِ اول'' پر دیکھا، گویا آپ کی برکت عنایت سے ایک ساعت میں اس باغ کے دو حال مشاہدہ کر لئے، یہی سبب ہے کہ آپ کے کمالِ ولایت کے بارے میں میرا یقین اور زیادہ ہوگا۔

منزلِ عشق قریب ہوگئی: شیخ خسرو کرمینی علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ مجھے حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کی صحبتِ شریف (میں حاضری کی) طلب پیدا ہوئی، یہ وہ وقت تھا جب ''زامیجی خربوزے'' پک گئے تھے، اور اتفاقاً رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ میں نے نمازِ فجر ادا کی اور کرمینہ سے آپ کے حضور بخارا شریف کی طرف چل پڑا۔ ایک درویش نے میرے ساتھ موافقت کی اور ہم حضرت خواجہ کی برکتِ توجہ سے ''نمازِ دیگر'' کے وقت قصرِ عارفاں پہنچ گئے۔ حضرت خواجہ اس باغ میں تشریف فرما تھے جہاں اب آپ کا مزار منور ہے۔ اس وقت آپ کی خدمت میں مولانا حسام الدین خواجہ یوسف، آپ کے محب علماء کرام کی ایک جماعت کے ساتھ حاضر تھے، جب ہم نے ''نمازِ دیگر'' جماعت کے ساتھ ادا کی تو تمام حاضرین نے اس ''آمدن'' پر بہت زیادہ تعجب (کا اظہار) کیا۔

☆......شیخ خسرو کرمینی علیہ الرحمہ ہی سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ نے مجھے بخارا شریف سے کرمینہ کی طرف روانہ فرمایا، آپ کی نظرِ مبارک کی برکات کا ایک حال میرے ہمراہ تھا کہ میں بخارا سے کرمینہ کو چل پڑا۔ اتفاقاً تیر ماہ (بھادوں) کی فصل تھی، میں اسی رات ہی کرمینہ پہنچ گیا، گھر پہنچ کر کچھ دیر ٹھہرا مگر مجھے آرام اور

قرار نصیب نہ ہوا۔ پھر میں حمام کی طرف چلا اور "حمامی" کو بیدار کیا، حمام میں آیا اور ایک لحظہ توقف کرنے کے بعد مسجد کو چل پڑا۔ وہاں بوریا بھی نہیں تھا، میں گھر پہنچا اور خادم سے کہا کہ "دراز گوش" لاؤ، پھر اس کے ساتھ "آبِ حرام کام" کے کنارے گیا اور ہم "خاشاکِ مسجد" کا ایک بوریا لے آئے، اور اسے مسجد میں بچھا دیا۔ میں بہت دیر تک مسجد میں بیٹھا رہا تو پھر کہیں (صبح کا) سپیدہ نمودار ہوا، یہ سب کچھ حضرت خواجہ کی توجہ کی برکات میں سے (ایک برکت) ہے، ناقل نے کہا کہ شہر بخارا اور کرینہ کے درمیان ۱۲ فرسنگ کی مسافت ہے۔

نگاہ ناز کی جولانی: ایک درویش نے بیان کیا کہ میں غدیوت میں تھا تو حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ نے میرے نام اور ایک دوسرے درویش کے نام مکتوب بھیجا کہ ہمارا افراختاخ (بیل) فلاں درویش کے پاس ہے، تم دونوں بے توقف اس کے پاس جاؤ اور اس بیل کو ذبح کر دو۔ اس کام میں ہرگز کوئی تقصیر اور تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔ پس میں اور وہ دوسرا درویش دونوں بہت جلدی گئے اور لوگوں کو جمع کیا کہ حضرت خواجہ کے بیل کو پکڑا جائے اور پھر اسی وقت ان لوگوں کے سامنے ہی اسے ذبح کر دیا، جب اس کا پیٹ چاک کیا گیا تو یہ دیکھ کر تمام لوگ بہت حیران ہو گئے کہ اس بیل کے پیٹ میں چند جگہوں پہ زخم کی علامت پیدا ہو گئی تھی۔ اگر ایک ساعت بھی گزر جاتی تو وہ بیل ہلاک ہو جاتا، حال یہ تھا کہ حضرت خواجہ نے دو سال تک اس بیل کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ اور کسی سے اس کے بارے میں کچھ سنا بھی نہیں تھا، یہ حال مشاہدہ کرنیکی وجہ سے بہت سے لوگ صاحب عقیدت بن گئے۔

خواجہ کا کمال بصیرت: ایک درویش نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ (کے فیض) سے مشرف ہونے سے پیشتر میں بخارا کے ایک آدمی کے ساتھ شریک ہوا اور ہم تجارت کی غرض سے "کش" روانہ ہوئے، اس کے بعد اس نے توقف کیا اور میں اس جگہ سے قرشی آ گیا اور کاروان سرائے میں رہنے لگا۔

چند روز تو میں بیمار ہو گیا اور اسی دوران میرا دراز گوش بھی غائب ہو گیا۔ میں بہت پریشان ہوا۔ اسی حالت میں بارہ روز گزر گئے، ناگاہ حضرتِ خواجہ میرے نزدیک آئے اور فرمایا" ہم آج ہی اس ولایت میں آئے ہیں، ترے احوال کیا ہیں؟ میں بیماری اور شریک کار کی وجہ سے رو پڑا، آپ نے فرمایا" تیرے باطن میں کچھ اور تشویش ہے"۔ میں نے کہا" بارہ روز سے میرا دراز گوش غائب ہو گیا ہے"۔ حضرتِ خواجہ نے فرمایا" بہت جلدی مل جائے گا، خاطر خوش رکھو" دن کے پچھلے پہر میرا ہمسایہ آیا اور (اس نے بتایا) کہ" تیرا دراز گوش دروازے پر کھڑا ہے" میں آپ کے کمال بصیرت سے بہت زیادہ حیران ہو گیا۔

ہم پہاڑ کو سونا بنادیں: شیخ شادی نے نقل کیا کہ جب میں حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کی نظر قبول سے مشرف ہوا تو مجھ پر" فداو نثار" کا عالم آسان ہو گیا، اتفاقاً میرے پاس ایک سو عدلی دینار تھے، ایک روز" گھروالی" نے مجھے کہا کہ" ہم یہ چھپا لیتے ہیں" کمزور یقین کی وجہ سے میں نے اس کی بات مان لی، ہم شہر بخارا پہنچے اور وہاں سے" کیمختی موزہ" اور دوسری ہر قسم کی چیزیں خریدیں، اور اتفاق یہ ہوا کہ ہم قصر عارفاں کے راستے غدیوت کو چل پڑے، جب ہم حضرت خواجہ کے پاس گئے، تو آپ نے فرمایا۔ اے شادی، تو بخارا کیوں گیا ہوا تھا" میں نے کہا،" ایک چھوٹا سا کام تھا، حضرت خواجہ نے فرمایا" کیمختی موزہ اور ہر چیز جو تو نے خریدی ہے، حاضر کردے" میں نے تیزی سے حضرت خواجہ کو سب کچھ پیش کر دیا، فرمایا، باقی وہ سو " دینار عدلی" بھی ادھر لے آؤ، میں نے وہ بھی آپ کو پیش کر دیئے، آپ نے میری طرف منہ کرتے ہوئے فرمایا" اگر تو دنیا چاہتا ہے تو ہم عنایت الٰہی سے پہاڑ کو سونا بنادیں، لیکن ہم تو عالم فقر میں ہیں۔ اس قسم کی چیزوں کی طرف کوئی التفات ہی نہیں اس طائفہ کا کارخانہ اس عالم سے ماورا ہے۔ تجھے کسی چیز کی بھی کمی نہیں آئے گی، پھر تو کیوں (دنیا کا مال) ذخیرہ کرتا ہے، بعد از ایں ایسا نہ کرنا

ہیچ مانی و ہیچ مان کم نے
وزنے ہیچ ہیچ مان غم نے

چوروں سے مال مل گیا: حضرت خواجہ علاء الحق والدین طیب اللہ روحہٗ نے نقل فرمایا کہ جب میں حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کی "سعادت محبت" سے مشرف ہوا تو میرا ایک بڑا بھائی تھا جو حضرتِ خواجہ کا بہت زیادہ منکر تھا۔ اور مجھے ملامت کرتا تھا کہ تو ہر وقت کیوں اس درویش کی بارگاہ میں جاتا رہتا ہے، ایک دفعہ یہ ہوا کہ اس نے اتفاق سے چھوٹے بھائی کو اپنا "مبلغ مال" دے کر تجارت کیلئے بھیجا۔ شہر بخارا کے نزدیک چوروں نے سب اموال چھین لیا۔ جب یہ خبر میرے بڑے بھائی کو ملی تو وہ "اندوہ اضطراب" میں پڑ گیا، اب اس سے آرام اور قرار زائل ہو چکا تھا، اور ہر لحظہ یہی کہتا تھا کہ "اس کام کی تدبیر کیا ہے، میں نے جب اس کی اس حالتِ بیقراری کو مشاہدہ کیا تو کہا، اس کی تدبیر یہی ہے کہ اگر یہ قضیہ حضرتِ خواجہ کی سمعِ مبارک تک پہنچ جائے تو امید ہے کہ آپ کی خاطر شریف کی توجہ سے یہ اموال حاصل ہو جائے، بعدہٗ میں نے جب وہ قضیہ حضرت خواجہ سے عرض کیا اور بھائی کی عاجزی اور نیازمندی ظاہر کی تو آپ نے فرمایا "ان شاء اللہ بہت جلد کفایت ہو گی، خاطر جمع کر رکھنی چاہیے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ اس مہم کی کفایت کیلئے باہر تشریف لائے تو اسی وقت ایک سوار سامنے آیا اور تیزی کے ساتھ سواری سے اتر کر شرائط تعظیم بجا لایا، حضرت خواجہ نے فرمایا "ہم منزل سے کفایت کاری کیلئے باہر آئے تھے کہ تو تمہارے سامنے آگیا ہے، دل میں خیال گزرا ہے کہ ہم یہ راز تیرے ساتھ ہی بیان کر دیں، جب آپ نے اس سے بیان کیا تو اس نے کہا کہ یہ قضیہ آپ کی خاطر مبارک کی برکت سے حل ہوگا اور وہ اموال دوبارہ حاصل ہو جائے گا، وہ اسی گھڑی روانہ ہوا اور "کیفیتِ حصول" کی خبر حضرتِ خواجہ کو بتا دی۔ حضرتِ خواجہ نے مجھے فرمایا "مصلحت یہ ہے کہ تم اپنے

چھوٹے بھائی کے ساتھ باغ کی طرف جاؤ کہ چوروں کی وہ جماعت باغ میں ہے۔ پھر حضرت خواجہ نے ہم دونوں بھائیوں کو اس سوار کے بتائے ہوئے باغ کی طرف بھیج دیا، جب ہم اس باغ میں پہنچے اور ہم نے چوروں کی جماعت کو دیکھا کہ اس اموال کو اپنے درمیان میں رکھے ہوئے ہیں اور اس کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں، وہ ہماری آمد سے واقف ہوئے تو سواریوں پر سوار ہو گئے اور ہاتھ میں ہتھیار اٹھا لئے، میرے چھوٹے بھائی نے جب وہ حال دیکھا تو بہت زیادہ خوف زدہ ہو گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ "حضرت خواجہ کی برکتِ نظر سے ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہو سکتی" پھر آپ کی خاطر شریف کی مدد سے اسی وقت وہ جماعت ہر طرف کو بکھرنے لگی اور وہ اموال تمام کا تمام ہمیں حاصل ہو گیا، بہت جلد ہی جب اس کیفیت کی خبر بڑے بھائی کو موصول ہوئی تو اس نے جان لیا کہ یہ فتح اور کفایت حضرت خواجہ کی خاطر شریف کے واسطہ توجہ سے نصیب ہوئی ہے۔ یہ معنیٰ حضرت خواجہ کے ساتھ میرے بھائی کے کمال محبت کا سبب ٹھہرا۔ اور اس کا "انکار و عناد" بھی اقرار و اعتقاد (کی صورت) میں تبدیل ہو گیا، اور وہ ان ظہورات کی نسبت سے صاحب یقین بن گیا۔

خواجہ کا کمال تصرف: ایک درویش نے نقل کیا کہ میرا ایک دوست تھا جس کے پاس ایک ترکی کنیز تھی۔ وہ کنیز غائب ہو گئی تو اس نے مجھے اور ایک آدمی سے درخواست کی کہ اپنے کام چھوڑ کر میرا کام کر دو، درازگوش کرائے پر لے کر ہر طرف اس کنیز کو تلاش کرو، دریں اثناء حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ سے بازار میں میری ملاقات ہوئی تو میں نے وہ قصہ آپ کی خدمت میں عرض کیا، آپ نے اس آدمی سے فرمایا کہ تم اپنے کام پہ جاؤ اور مجھے فرمایا کہ تو بھی اپنے کام میں مشغول ہو جا" پھر فرمایا خاطر جمع رکھو کہ وہ کنیز کسی طرف بھی نہیں گئی۔ معاملہ ہونا چاہیے" میں نے اس کنیز کے مالک سے حضرت خواجہ کا یہ فرمان پہنچایا تو وہ خوش ہوا۔ اور معاملت کو قبول کیا۔ جب نماز ظہر ہوئی تو حضرت خواجہ نے پوچھا کہ کیا کنیز کی کوئی خبر آئی ہے؟ کنیز کے مالک نے کہا،

''میں ابھی تک گھر نہیں گیا کہ کنیز کا حال پوچھتا'' بعدہٗ وہ اپنے گھر کو روانہ ہوا تو اس سے پہلے کہ وہ اپنے اہل خانہ سے کوئی بات کرتا، اس کی بیوی کسی مصلحت سے اندر کمرے میں گئی، وہاں ایک بڑا سا ٹوکرا تھا، جس میں کوئی چیز پوشیدہ دیکھی۔ جب اس نے غلاف اٹھایا تو دیکھا کہ وہی کنیز اس ٹوکرے کے نیچے بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ تیزی کیساتھ کمرے سے باہر آئی ور اپنے شوہر سے کنیز کا حال بیان کیا اس نے نظر کی کہ شوہر کا رنگ متغیر ہو گیا ہے، اس نے اس تغیر کا سبب پوچھا تو شوہر نے از اول تا آخر سارا قصہ اپنی بیوی کو سنا دیا۔ وہ بھی اس واقعہ سے بہت حیران ہوئی اور وہ دونوں حضرت خواجہ کے محب و معتقد ہو گئے۔ اور جس کسی نے بھی یہ قصہ سنا وہ بھی معتقد ہو گیا۔

☆...... وہی درویش بیان کرتا ہے کہ اس قصہ کے بعد ایک روز ایک عزیز نے مجھے کہا کہ میری بھی ایک ترکی کنیز دو سال سے غائب ہے۔ اور میں نے معاملت (منت) بھی قبول کی ہوئی ہے۔ میں نے یہ قصہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ سے عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا ''اس عزیز کی کنیز نمودار ہو جائے گی'' تھوڑی ہی مدت کے بعد اس عزیز نے پھر تقاضا کیا تو حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ''دو تین روز صبر کرنا چاہیے، کہ صبر کا بیج کل ہے''۔ اتفاقاً اس عزیز کی دوکان میری دوکان کے نزدیک تھی۔ ایک روز ایک آدمی اس عزیز کی دوکان پر آیا اور اس سے سوال کیا کہ ''تیری ترکی کنیز غائب ہے؟ اس عزیز نے کہا کہ ''ہاں'' دو سال سے غائب ہے''۔ اور ساتھ ہی اس کی صفت بیان کر دی، اس نے کہا کہ اس طرح کی ایک کنیز فلاں گاؤں میں ہے، وہ عزیز یہ سن کر بہت شادمان ہوا اور وہ کنیز اس عزیز تک پہنچ گئی۔ اس واقعے سے خلقِ خدا نے بہت زیادہ تعجب (کا اظہار) کیا

بے نگہ کی تیغ بازی: حضرت خواجہ علاء الحق والدین طابت تربتہٗ نے بیان فرمایا کہ دراں فرصت جب عبداللہ قزغن ماوراء النہر کی مملکت میں حاکم تھا تو بخارا کی طرف آیا ہوا تھا۔ اس نے عزیمت کی کہ بخارا کے نواح میں شکار کھیلا جائے، اس نے ''علق

ولایت" کو حکم کر دیا تا کہ سب لوگ شکار کیلئے باہر نکلیں، اتفاقاً حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ بخارا کے ایک گاؤں میں موجود تھے، جب سب لوگ اس گاؤں سے شکار کیلئے باہر نکلے تو آپ نے بھی لوگوں کی موافقت فرمائی، لوگ تو شکار پر چلے گئے مگر قریب ہی ایک ٹیلہ تھا، حضرت خواجہ اس ٹیلے پر آ گئے اور ایک گوشے میں بیٹھ کر اپنا پرانا سا خرقہ سینے لگے۔ دراں اثنا آپ کی خاطر مبارک میں یہ خیال گزرا" ولیوں کی عزت برحق ہے کہ زمانے کے سلطان ان کے آستانِ کرم پر اپنا سر جھکاتے ہیں"

اسی دوران شاہانہ لباس میں ایک سوار آیا اور اس نے گھوڑے سے پیادہ ہو کر تمام تر تعظیم واحترام کے ساتھ حضرت خواجہ کو سلام کیا اور بہت ادب سے سورج کی طرف کھڑا ہو گیا۔ جب ایک ساعت گزر گئی تو حضرت خواجہ نے سر اوپر اٹھایا اور فرمایا "تو کس کام میں مصروف تھا، اس نے کہا" میں شکار پہ تھا کہ ناگاہ میرے باطن میں ایک جذبہ پیدا ہوا اور میں بے اختیار اس طرف نکل آیا، جب میں اس مقام پر پہنچا تو آپ حضرت والا کو دیکھ لیا۔ اور مجھے آپ کی محبت تمام حاصل ہو گئی۔ اس نے یہ بات نہایت ادب وحرمت سے کہی، اور طلب کا اظہار کیا نیز بہت عاجزی اور نیازمندی ظاہر کرتے ہوئے التفات کی التماس کی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا، "مجھے چھوڑو، میں تو ایک فقیر ہوں، اس گاؤں میں تھا کہ عبداللہ قزغن خلائق کو شکار کیلئے باہر لے آیا۔ میں نے بھی ان کے ساتھ موافقت کی۔ چونکہ مجھے اس کام کی صلاحیت حاصل نہیں تھی اس لئے اس جانب آ گیا' جب حضرت خواجہ نے یہ سخن فرمایا تو اس سوار نے کہا' آپ نے تو مجھے شکار کر لیا" بعد ازاں حضرت خواجہ اٹھے اور وہ خرقہ "دوش مبارک" پر رکھ کر صحرا کی طرف روانہ ہو گئے، حضرت خواجہ نے کچھ "مسافت راہ" قطع فرمائی تو کیا دیکھا کہ وہی سوار پیادہ ہو کر آپ کے پیچھے بہت نیازمندی سے چل رہا ہے، حضرت خواجہ نے اس کی طرف ہیبت کی نظر ڈالی تو وہ آپ کے پیچھے ہرگز نہ چل سکا اور اسی جگہ متحیر ہو کر رہ گیا۔

جو بھی ان کے فقیر ہوتے ہیں: منقول ہے کہ کرمینہ میں حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے درویشوں، محبوں اور تابعداروں کی ایک بڑی تعداد تھی۔ ان

میں سے ایک درویش کرمینہ کے ایک "امیر زادہ" کے ساتھ اختلاط رکھتا تھا، ایک روز اس امیر زادے نے اس درویش سے بہت زیادہ پر جفا اور ناسزا گفتگو کی اور حضرت خواجہ کی نسبت بھی بے ادبی کی۔ وہ درویش خستہ خاطر ہو کر شیخ خسرو کرمنی کے پاس آیا ۔درویش حاضر تھے۔ انہوں نے فرمایا، اس راہ میں اس طرح کی مثالیں بارہا ہو جاتی ہیں۔ لوگوں نے انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے بھی اس طرح پر جفا اور ناسزا گفتگو کی ہے، تحمل سے کام لینا چاہیے، ہوسکتا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ حضرت خواجہ کی برکت سے اسے روشنی کرامت فرما دے۔ دوسرے ہی روز وہ امیر زادہ حضرت خواجہ کے درویشوں کی صحبت میں آ گیا اور اس نے کہا،" میں نے توبہ کر لی ہے، بعد ازیں میں کسی بھی درویش کے ساتھ ایسی بات نہ کروں گا، کل میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک دریا میں گر پڑا ہوں اور حضرت خواجہ نے مجھے اس گرداب سے چھڑا لیا۔ میں نے ان کے سامنے توبہ کی اور بہت زیادہ عذر کیا۔ درویشوں نے اسے کہا" تمہیں یہ سعادت و دولت مبارک ہو" جب وہ اپنے گھر چلا گیا تو نماز ظہر کے بعد ایک آدمی خبر لایا کہ وہ امیر زادہ دیوانہ ہو چکا ہے، وہ اپنے کپڑے پارہ پارہ کر کے صحرا میں دوڑ رہا ہے۔ اس کا سر اور پاؤں ننگے ہیں۔ اور اس کے متعلقین کی ایک جماعت اس کے پیچھے گئی ہے۔ جب درویش اس کے گھر پہنچے تو اس کے متعلقین اسے سواری پر بٹھا کر گھر لے آئے، اس کے پاؤں بہت زیادہ زخمی تھے اور وہ بہت مضطرب ہو رہا تھا۔ جب درویش اس کے پاس کچھ دیر بیٹھے تو اس کا اضطراب کچھ کم ہوا اور وہ ہوش میں آ گیا، اس سے پوچھا کہ" ان احوال کا کیا سبب تھا؟" اس نے کہا،" جب میرے متعلقین کو معلوم ہوا کہ میں نے توبہ کر لی ہے تو انہوں نے مجھے ملامت کی۔ اور بہت سی غلط باتیں کہیں، اور مجھے شراب خمیر نوش کرنے کیلئے کہا، نیز بہت منت کی کہ ایک پیالہ ہی پی لو، یونہی میں نے شیطانی بہلاوے میں آ کر پیالہ ہاتھ میں لیا، تو حضرت خواجہ کو دیکھا کہ اس صفت اور ہیبت کے ساتھ گھر کے دروازے سے اندر داخل ہوئے کہ میں بیان نہیں کر سکتا، آپ

نے میرا ارادہ کیا اور چاہا کہ کوئی چیز میرے سر پر ماردیں۔ جب میں نے وہ حالت مشاہدہ کی تو مجھے اپنی کوئی خبر نہ رہی"۔ اس امیر زادے کی یہ حالت تھی کہ وہ پاؤں کے درد سے بہت زیادہ رورہا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے پاؤں میں ایک سیخ پیوست ہوگئی تھی اور کھینچی نہیں جاسکتی تھی۔ اس نے درویشوں سے درخواست کی مجھے جلدی سے حضرتِ خواجہ کے پاس بخارا لے چلو، کہ میرے ظاہر و باطن کی شفا آپ کی نظر قبول کی برکت سے ممکن ہے۔ درویشوں نے اسی وقت اسے ڈولی میں بٹھایا اور بخارا کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب وہ بخارا میں حضرت خواجہ کی بارگاہ میں پہنچے تو آپ نے قبول فرمایا اور اسے ظاہری و باطنی صحت حاصل ہوگئی اور وہ حکومت و امارت کی صفت ترک کرکے آخر حیات تک درویشوں کی صحبت میں راسخ ہوگیا۔

ڈوبتے دیکھی ہے نبض کائنات: ایک درویش سے نقل ہے کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ نے مجھے ایک کام کیلئے خوارزم کو روانہ فرمایا، بخارا کا ایک گروہ بھی میرے ہمراہ تھا۔ جب ہم خوارزم کے کاروان سرائے میں اترے تو ہم میں سے ہر کوئی اپنے کام میں مشغول ہوگیا، ایک روز اس گروہ نے مجھے بہت برا بھلا کہا اور حضرت خواجہ کی بھی بہت بے ادبی کی، اور بعض نے تو بہت ہی زیادہ تنگ کیا۔ میں نے اس حال میں بہت پریشان ہوکر حضرت خواجہ کی طرف توجہ کی، پھر میں نے کاروان سرائے کے دس آدمیوں کو حاضر کرکے کہا "میرا بھی ایک شیخ ہے، اور اس جماعت کا بھی ایک شیخ ہے، اگر ان کا شیخ صواب پر تھا تو وہ میری جان یا مال پر حملہ کرے اور اگر میرا شیخ صواب پر ہے تو وہ ان کی جان یا مال پر حملہ کرے اور میں نے کہا کہ اس بات کا اثر آج یا کل میں ظاہر ہوجائے گا۔ وہ دن تو گزر گیا، دوسرے روز صبح سویرے ہی ایک آدمی آیا اور خبر دی کہ فلاں منکر کے گھر کا سارا مال چور اٹھا کرلے گئے ہیں۔ یہ خبر کاروان سرائے والوں کو پہنچی تو وہ سب بہت حیران ہوئے۔ اس صاحب واقعہ نے میرے ساتھ ملاقات کی اور کہا، "واقعی جو کچھ کاروان سرائے میں کل تو نے کہا تھا ویسا

ہی ہوا، میں نے کہا کہ اولیاء اللہ کی نسبت بے ادبی کرنے میں دین و دنیا کا خطرہ ہے
اس قصہ کے ایک ساعت بعد ہم کاروان سرائے کے ایک حجرہ میں بیٹھے تھے اور آش
کدو پکا رہے تھے، تو انہوں نے کہا کہ ہرات سے ایک آدمی آیا ہے اور کہتا ہے کہ میں
فلاں بخاری پر دعویٰ کرتا ہوں، وہ شخص کہ جس کی بہو بخاری خدمت کرتا تھا، وہ کہتا تھا
کہ وہ میرا غلام ہے۔ (دراصل) وہ میرا فرزند ہے، جو قزغن سے ہرات آتے وقت
اسیر ہو گیا تھا، حال یہ تھا کہ وہ بخاری بھی ان منکران (خواجہ) میں شامل تھا۔ اور
جواب دعویٰ میں اس مرد ہروی نے کہا کہ میں نے اس غلام کو بخارا میں چار سو دینار
کے عوض خریدا تھا۔ ایک لحظہ ہی گزرا تھا کہ اس غلام کو بیماری کا حادثہ لاحق ہوا اور وہ
تھوڑی سی دیر کے بعد فوت ہو گیا، جب کاروان سرائے میں شور و فغاں برپا ہوا تو ان
احوال کے مطالعے سے وہ دس آدمی اور کاروان سرائے کے دیگر افراد بہت زیادہ
حیران ہو کر کہنے لگے، یہ وہی بات تھی جو تو نے کل کہی کہ اگر میرا شیخ صواب پر ہوا تو
تمہاری جان یا مال پر حملہ کرے، اہل انکار بہت خجل اور شرمسار ہوئے اور اس داوری
اور انکاری سے "مقام استغفار اور احتذار" میں آگئے۔

غلام آزاد ہو گئے: ایک درویش سے منقول ہے کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ
روحہ قدیوت میں شیخ شادی کے گھر جلوہ گر تھے، اتفاقاً سردی کا موسم تھا۔ اور ہوا بہت
زیادہ سرد تھی۔ رات کافی بیت چکی تھی کہ حضرت خواجہ نے فرمایا، اے شادی! آگ جلاؤ
تا کہ ذرا گرم ہو جائیں، شیخ شادی آگ لینے کیلئے باہر نکلا اور میرے والد کے گھر پہنچا،
وہاں چراغ بھی نہیں تھا اور وہ آرام کر رہے تھے۔ اس نے پوچھا کہ "آگ ہے؟"
میری والدہ نے جواب دیا کہ "ہے"۔ حال یہ تھا کہ شیخ شادی کے پاس آگ رکھنے
کیلئے کوئی چیز نہیں تھی، اس نے کوئی چیز طلب کی۔ میری والدہ نے کہا فلاں جگہ بہت
سے پیالے ہیں، ان میں سے جو بہتر ہے اٹھا لے، شیخ شادی نے آگ کا پیالہ پکڑا اور
(حاضر ہو کر) جب آگ جلائی تو حضرت خواجہ نے خود کو گرم کیا اور فرمایا، اے شادی!

کیا تو اس فقیر کے گھر سے آگ لے کر آیا ہے" شیخ شادی نے قصہ کھول کر بیان کر دیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا، اسی وقت اس گھر میں جاؤ اور کچھ سن کر آؤ، شیخ شادی جب میرے والد کے گھر گیا تو اسے ذکر میں مشغول پایا، اس نے آکر حضرت خواجہ سے عرض کر دیا، صبح سویرے میری والدہ حضرت خواجہ کے پاس آئی اور اس وقت غدیوت اور کوفین کے بہت سے درویش آپ کی صحبت بابرکت میں حاضر تھے۔ حضرت خواجہ نے میری والدہ سے پوچھا، "تیری کیا آرزو ہے؟ اس روز طلب کر لے" حال یہ تھا کہ میرا والد، والدہ اور بہن حاکمانِ غدیوت کی غلامی کی ذلت میں (زندگی گزار رہے) تھے۔ میری والدہ نے اپنے لئے اور میری بہن کیلئے بہت زیادہ فریاد کی اور کہا کہ ہم دونوں بہت کمزور عورتیں اس جماعت کی "ذلتِ بندگی" کی طاقت نہیں رکھتیں، حضرتِ خواجہ نے فرمایا، "تو اور تیری بیٹی جلد ہی آزاد ہو جائے گی، لیکن تو نے سخت بخیلی سے کام لیا ہے۔ اگر تو تمام اہل بخارا کو مانگتی تو ہم تجھے بخش دیتے" تھوڑی ہی دیر بعد انہوں نے حضرتِ خواجہ کے فرمان کی برکت سے میری والدہ اور بہن کو آزاد کر دیا۔ اور اس کے بعد میرا والد اور میں بھی رہا ہو گئے اور ہمارے دین و دنیا (خوشیوں سے) معمور ہو گئے۔

<u>جب دیوانے کو حلوہ دیا:</u> منقول ہے کہ جس فرصت میں حضرت خواجہ قدس اللہ سرہٗ قرشی سے "سرپل" تشریف لے گئے تو شیخ خسرو کرمینہ کے درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کی صحبت شریف کی دریافت کیلئے چل پڑے، جب وہ "تاتکن" پہنچے تو انہوں نے سنا کہ حضرت خواجہ سرپل میں ہیں، شیخ خسرو نے کہا "میرے دل میں خیال آیا ہے کہ آپ "کشانی" میں ہیں"، جب وہ اس طرف کو متوجہ ہوئے تو تاتکن سے ایک درویش نے بھی ان کے ساتھ موافقت کی، اور وہ حلوے کا "کچکول" بھی لے آیا۔ انہوں نے کہا کہ "یہ حلوہ حضرت خواجہ کے حضور پیش کرنا چاہیے" صبح کے وقت وہ کشانی پہنچے اور حضرت خواجہ کی ملاقات سے مشرف ہوئے

،اطراف سے لوگ اکٹھے تھے۔ جب انہوں نے حلوے کا وہ کچکول حضرت خواجہ کی نظر کیا تو آپ نے فرمایا" اس دیوانے لڑکے کو لے آؤ، جس نے کل پچھلے پہر ہم سے حلوہ طلب کیا تھا، ایک ساعت کے بعد ہی وہ برہنہ لڑکے کو لے آئے، آپ نے وہ حلوہ اس کے سامنے رکھ کر فرمایا، " تو مجھ سے حلوہ مانگتا تھا۔ اب کھالے" جو لوگ پچھلے پہر حضرت خواجہ کے ہاں حاضر تھے، متغیر ہو گئے۔ ان سے اس تحیر کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے اس طرح کہا کہ " کل پچھلے پہر جب یہ دیوانہ لڑکا حضرت خواجہ سے حلوہ مانگتا تھا تو آپ نے فرمایا، " صبر کر۔ صبح کو حق تعالیٰ کے دوست آئیں گے اور وہ حلوہ لائیں گے"

جذبہ دل کا جواب: انہوں نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کرمینہ کے نواح میں " آب حرام کام" کے کنارے نزول فرماتے اور کھانا تناول فرما رہے تھے۔ شیخ خسرو کرمینی " بسط تمام" کے ساتھ حضرت خواجہ کی خدمت میں کھڑے تھے۔ حضرت خواجہ نے شیخ خسرو کی طرف نظر فرمائی اور ارشاد فرمایا" تتوانی تو نہیں کرسکتا" حاضرین متعجب ہوئے کہ کسی نے بھی کوئی بات نہیں کی۔ حضرت خواجہ یہ سخن کس معنی میں فرما رہے ہیں، بعدہٗ شیخ خسرو سے پوچھا گیا کہ جو کچھ حضرت خواجہ نے آپ سے کہا، اس کا کیا مطلب تھا؟ شیخ خسرو بولے کہ حضرت خواجہ کا قدم مبارک کرمینہ میں پہنچا اور اس گاؤں کے فقیر آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو میں آپ کے ذوق محبت کی وجہ سے عالم میں نہیں سما رہا تھا۔ دراں حال مجھے خیال آیا کہ" جس وقت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان جلوہ گر ہوتے تھے تو وہ (لوگ) کس طرح سے (جان و مال) فدا و قربان کرتے تھے" میرے پاس تو کوئی چیز نہیں، بس ایک فرزند ہے۔ میں اسے ہی آپ پر فدا کرتا ہوں" یہ سخن میرے دل میں تھا اور درویش کھانا پکا رہے تھے، حضرت خواجہ نے میری طرف روئے مبارک کیا اور فرمایا" تتوانی" " تو نہیں کرسکتا، بس صورت حال یہ تھی' مگر جس کسی نے بھی یہ قصہ سنا،

حضرت خواجہ سے متعلق ہو گیا۔

ہر مشکل ٹال دی: ان سے منقول ہے کہ جب حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کرینہ تشریف لے گئے تو اتفاقاً اس وقت ایک بھیڑیے نے غلبہ کر رکھا تھا، اور لوگ اس سے بہت زیادہ تنگ رہتے تھے، خصوصاً ایک رات میں نے موقع محل دیکھ کر بھیڑیے کے غلبہ کا واقعہ عرض کیا اور کرینہ کی خرابی کے دیگر اسباب بھی بیان کر دیئے۔ وہ یہ کہ ہر دفعہ (دریائے حرام کام) کا پانی کرینہ کی سرزمین کو ویران کر چکا ہے۔ اور اب وقت قریب ہے کہ دوبارہ ویران کر دے، دوسرا یہ کہ کرینہ برسرراہ واقع ہے۔ سلاطین روزگار کے کارگزار اور قاصد کرینہ سے گزرتے ہیں، اور اس گاؤں کی خلقت کو پریشان کرتے ہیں، میں نے یہ تقریر کی تو حضرت خواجہ نے فرمایا، اس کے بعد بھیڑیا بھی تنگ نہ کرے گا، آبِ حرام کام بھی کرینہ کی سرزمین کو ویران نہ کرے گا اور بادشاہوں کے قاصد بھی نہ گزریں گے، بعدہٗ حضرتِ خواجہ کے نفسِ مبارک کی برکت سے بھیڑیے نے کبھی تنگ نہ کیا اور انہی دنوں بادشاہ وقت نے حکم دے دیا کہ قاصد کرینہ سے نہیں گزریں گے، نیز تیس سال ہو گئے ہیں، آب حرام کام نے کرینہ کی سرزمین کو کبھی ویران نہیں کیا، پھر یہ قصہ خلق کے درمیان مشہور ہو گیا۔

مقصود حیات کون؟: شیخ امیر حسین نے نقل کیا کہ میں قصر عارفاں میں حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے "کار زراعت" میں مشغول رہتا تھا۔ اس لئے حضرت خواجہ فرمایا کرتے تھے، "امیر حسین! جو کام بھی ہم تجھے (عطا) فرماتے ہیں، حقیقت میں وہ کام کرنے والا تو نہیں ہم خود ہیں"۔ آپ کی اس عنایت کی برکت سے میں بہت بڑے آثار مشاہدہ کرتا رہتا تھا۔ اور اس پر یہ بھی کہ ان باتوں کی خود سے نفی کیا کرتا تھا، ایک مرتبہ مجھے یہ برا خیال آیا، "مقصود تو ہی ہے، حضرت خواجہ نہیں" (پھر کیا تھا) کہ میں بیقرار ہو گیا اور جلد ہی قصر عارفاں سے شہر بخارا پہنچ گیا۔ حضرت خواجہ "دروازہ کلاباذ" پہ ایک درویش کے گھر تشریف فرما تھے، جب میں نے سلام کیا تو آپ نے تبسم

فرمایا اور خاموش رہے۔ میرے اندر حالتِ عجیب، قبض عظیم اور بارِ قوی پیدا ہو گیا، طاقت مجھ سے جاتی رہی، میں اس منزل سے باہر نکلا تو خود سے بیگانہ ہو گیا اور مجھ پر کام کرنا دشوار بن گیا۔ درویشوں نے میری کیفیتِ حال حضرتِ خواجہ سے عرض کی، آپ نے فرمایا "جو خیال اس کے سر میں ہے جب تک اسے بیان نہیں کرے گا، خلاصی نہیں پائے گا" ناقل کہتا ہے، اس بوجھ اور شکنجے کے باوجود میرا "نفسِ بدفرما" اس راز کو کھولنا نہیں چاہتا تھا، جب میں بہت زیادہ تنگ ہو گیا تو جو کچھ گزرا تھا میں نے بیان کر دیا۔ اور عذر و استغفار بجالایا اور درویشوں کو شفیع بنایا تا کہ حضرتِ خواجہ مجھ پر کرم فرمائیں، مجھ سے درگزر کریں اور مجھ پر دوبارا لطف و تربیت کا دروازہ کھول دیں۔

نائبِ مصطفےٰ، تیری کیا بات ہے
خواجۂ اولیا، تیری کیا بات ہے
دین و دنیا کی سب مشکلیں ٹال دے
میرے مشکل کشا، تیری کیا بات ہے
نقشبند جہاں، سن لے آہ و فغاں
میں ہوں بے دست و پا، تیری کیا بات ہے
تیری نظرِ کرم، رکھ لے دل کا بھرم
کر عطا پر عطا، تیری کیا بات ہے

(یہ اشعار ترجمہ کرتے ہوئے موزوں ہو گئے............مترجم)

اللہ اکبر! یہ اندازِ محبت: شیخ امیر حسین نے نقل کیا کہ ایک روز حضرتِ خواجہ قدس اللہ روحہٗ نے قصرِ عارفاں میں فرمایا کہ "ہم ایک دوست کی زیارت کیلئے جا رہے ہیں، انشاء اللہ پندرہ روز کے بعد آئیں گے" پھر آپ غدیوت کو روانہ ہو گئے، ایک درویش میرے ساتھ تھا۔ جب شام ہوئی تو مجھ پر خواجہ کا شوق غالب ہوا اور میں بے

طاقت ہو گیا، میں نے اس درویش سے کہا کہ ”میں اس اندوہ میں ہوں کہ حضرت خواجہ غدیوت سے کب آئیں گے۔ وہ شام گزاری اور دوسرا روز آیا تو ایک ہی ساعت بعد حضرت خواجہ غدیوت سے آ گئے۔ آپ نے مجھے نظر ہیبت سے دیکھا اور فرمایا ”میں نے تجھے کہا تھا کہ پندرہ روز بعد آئیں گے، تو نے میرے سامنے ایک پہاڑ کھڑا کر دیا، میں اس طرف کیسے چلا جاتا، بعدہٗ اس درویش کی طرف چہرہ انور کرتے ہوئے فرمایا ”امیر حسین نے شام کو تجھے کیا کہا تھا“ اس درویش نے کہا ”اس نے شام کو مجھے یہ کہا تھا کہ ”میں تو اس اندوہ میں ہوں کہ حضرت خواجہ غدیوت سے کب آئیں گے“ میں نے بہت زیادہ عاجزی اور زاری اختیار کی، حضرت خواجہ نے عفو فرمایا اور فرمایا ”چونکہ تیرا مقصود یہ تھا کہ میں تیرے ساتھ رہوں، میں تو تجھ سے ایک لحظہ بھی غائب نہیں ہوا۔

با توام ہر جا کہ ہستم با توام
تا نہ پنداری کہ تنہا می روم

ایسا طریقہ ترک کر دینا چاہیے۔ آنگاہ فرمایا، محبت ہی بہت بڑی صفت ہے۔ اور یہی راہِ حق کی کارگزار ہے، فقرائے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں یہی صفت کارفرما تھی کہ وہ حضرتِ پیغامبر ﷺ کی صحبت و خدمت سے جدا نہیں رہنا چاہتے تھے۔ لاجرم ان کا یہی درد دل حضور ﷺ کو ”روسائے قریش“ کے ساتھ صحبت خاص نہیں رکھنے دیتا تھا۔ اگرچہ دین کی بابت اللہ تعالیٰ کو حضور کی صحتِ نیت معلوم تھی، فرمان الٰہی یہ ہوا کہ ”آپ صبح شام ان کیساتھ قائم رہیں جو اپنے پروردگار جل ذکرہ کی یاد میں مشغول ہیں، اور اپنی نظریں ان سے نہ پھیریں“ پس حضرت خواجہ نے یہ لطف فرمائے اور اس دوست کی طرف روانہ ہو گئے، بعدہٗ آپ نے پندرہ روز کے بعد ”تشریفِ قدوم“ فرمایا۔

تخلیق ولی کا مقصد: انہوں نے نقل کیا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے بہت سے محبانِ کرام ”غدیوت میں (رہتے) تھے۔ اور ہر کوئی آپ کو اپنے گھر لے جاتا

چاہتا تھا، اور آپ سنتِ رسول ﷺ کی متابعت کرتے ہوئے اُس نیاز مند کی حاجت روائی کیلئے تشریف لے جاتے، شیخ شادی کے "اہل بیت" کی یہی آرزو تھی کہ حضرتِ خواجہ کے "وجودِ شریف" کی برکت ہمیشہ ان کے گھر رہے۔ اتفاقاً ایک شام کو حضرت خواجہ ایک درویش کے گھر (جلوہ گر) تھے، شیخ شادی کے گھر والوں نے اس شام حضرت حق تعالیٰ و تقدس کے حضور بہت زیادہ عاجزی کی کہ حضرت خواجہ کو اس گاؤں میں صرف اسی گھر میں رہنا چاہیے اور وہ بہت زیادہ روئے، صبح کو حضرت خواجہ، شیخ شادی کے گھر تشریف لائے اور فرمایا "حق تعالیٰ نے ہمیں "ارشادِ خلائق" کیلئے پیدا کیا ہے۔ رات کو تم نے حق تعالیٰ سے یہ چاہا کہ شیخ بہاؤ الدین اس گاؤں میں صرف ہمارے گھر میں رہے، اور دوسری جگہ نہ جائے، یہ بات کیسے درست ہے (سب پر) شفقت کرنی چاہیے، سب کچھ اپنے ہی لئے نہیں (سوچنا) چاہیے،

شانِ علم و فضل: حضرت خواجہ علاء الحق والدین روح اللہ روحہٗ نے نقل فرمایا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ "قرشی" میں موجود تھے کہ آپ علیل ہو گئے۔ وہ علالت ایک مدت تک رہی، ایک رات کافی گزر چکی تھی کہ عزلت نشینوں کی ایک جماعت حضرت خواجہ کی عیادت کیلئے حاضر ہوئی، اس میں "ہر صنف" کے لوگ تھے۔ ایک ساعت کے بعد ان میں سے ہر کوئی اپنے "احوال و مقامات" آپ کی خدمت میں عرض کرنے لگا، اور اپنی نسبت حضرت خواجہ سے سوال کرنے لگا، بعض نے عربی زبان میں بعض نے ترکی زبان میں اور بعض نے فارسی زبان میں سوال کیے اور حضرت خواجہ نے ان کے جواب ان کی زبان میں ہی عطا فرمائے۔ اس رات آخر تک آپ ان لوگوں کے ساتھ مشغول رہے۔ حضرت خواجہ درویش ایمن شاہ کے گھر میں تھے،

آپ اور آپ کے درویشوں کے بارے میں "صدقِ خدمت" کی برکت رکھنے والی اس درویش کی بیوی سے بہت زیادہ "آثارِ قبول" ملاحظہ کیے گئے، حضرت خواجہ نے فرمایا "جب صبح ہوئی تو اس ولیہ نے ان عزلت نشینوں کی آمد کے متعلق

ہمارے سامنے سب کچھ بیان کر دیا۔

حضرت خضر سے ملاقات: شیخ خسرو کرمنی سے منقول ہے ہوا کہ ایک روز حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ "قصر عارفاں" میں تھے اور اس باغ میں جہاں آج آپ کا "مرقد اطہر" پایا جاتا ہے، حوض کے کنارے تشریف فرماتھے اور ایک بزرگ کے ساتھ گفتگو فرمارہے تھے، میں یہاں پہنچا اور سلام عرض کیا۔ تو وہ بزرگ باغ کی طرف چلا گیا، حضرتِ خواجہ نے فرمایا کہ "یہ خواجہ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں" آپ نے دو مرتبہ بھی فرمایا، میں نے کچھ نہ کہا، بس خاموش رہا اور حق جل وعلا کی عنایت سے میرا ظاہر و باطن اس بزرگ کی طرف مائل نہ ہوا، جب دو تین روز گزر گئے تو میں نے "باغِ خانقاہ" میں، دوبارہ اسی بزرگ کو دیکھا کہ حضرتِ خواجہ اس کے ساتھ گفتگو فرمارہے تھے۔ جب اس حال کو دو ماہ کا عرصہ ہو گیا تو ایک روز شہر بخارا کے بازار میں، میری اسی بزرگ سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے تبسم فرمایا تو میں نے بھی سلام عرض کر دیا، اس نے مجھے بغل میں لے لیا اور "صفتِ بسط" کے ساتھ پیش آ کر میرے احوال پوچھے، جب میں "قصر عارفاں" میں حضرت خواجہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا، "تو نے شہر بخارا کے بازار میں حضرتِ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کی ہے۔"

خضر بھی تیرے کوچے میں آتے رہے
اُونچا در ہے ترا، تیری کیا بات ہے
رشکِ فردوس ہے ترا صحنِ چمن
گل بھی تجھ پہ فدا، تیری کیا بات ہے
تو ہے محبوب، محبوبِ کونین کا
اے شہِ دلربا تیری کیا بات ہے
تیرے محتاج دیکھیں کسی اور کو

یہ ہے کیسے روا، تیری کیا بات ہے
تیرا دامانِ رحمت پکڑ کے غلام
حشر میں بچ گیا، تیری کیا بات ہے

(یہ اشعار بھی ترجمہ کرتے ہوئے موزوں ہو گئے..........مترجم)

تو حق کو طلب کر: شیخ امیر حسین نے نقل کیا کہ ایک بار حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ نے کوئی کام کرنے کیلئے مجھے فتح آباد کے راستے شہر بخارا کو روانہ کیا۔ اور فرمایا "رات شہر میں گزارنا اور صبح کو آ جانا" (راہ میں) میں روتا رہا اور اپنے نفس سے جنگ کرتا رہا اور برا بھلا کہتا رہا کہ "اے نفسِ کافر! تو کبھی مسلمان بھی ہو گا تا کہ میں تیرے شر سے خلاصی حاصل کروں" ایک بہت زیادہ باصفا مردِ نورانی میرے سامنے آیا اور کہنے لگا: "جس قدر تو مضطرب ہو رہا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تو نے کافی مشقت و ریاضت سے کام لیا ہے؟ پھر اس نے بہت سے مشائخ کرام اور ان کی ریاضتوں کا ذکر کیا، نیز اس راہ طریقت پہ چلنے کیلئے ان کے طریقے بیان کیے۔ میں نے بہت عاجزی کی، اسنے مجھے گریبان سے پکڑا اور مجھے ایک "پارہ خمیر" عطا کیا اور فرمایا "روٹی بنا کر کھا لینا" جب وہ مجھ سے آگے بڑھا تو غائب ہو گیا، بعدہٗ میں شہر بخارا پہنچا اور حضرت خواجہ کا فرمایا ہوا کام کیا، پھر وہ خمیر ایک نانبائی کو دیا جس کا نام "عطا" تھا۔ جب اس نے وہ خمیر دیکھا تو بہت زیادہ متعجب ہو کر کہنے لگا "میں نے اس طرح کا خمیر ہرگز نہیں دیکھا" اور اس نے میرا حال پوچھا، میں نے کہا "میں حضرت خواجہ کا غلام ہوں" اس نانبائی نے بہت نیاز مندی سے اس خمیر کی روٹی پکائی جس کا ایک ٹکڑا میں نے اسے بھی دے دیا، جب میں قصر عارفاں کو متوجہ ہوا تو "دروازہ کلاباذ" پہ پہنچا تھا، کہ نماز شام ہو گئی، میں اس گاؤں کی مسجد میں آیا، نماز شام اور نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد سیب کی خوشبو میرے مشام تک آئی۔ تو میرے دل میں یہ خیال آیا (کہ یہ کہاں سے آئی ہے) ایک ساعت بھی نہ گذری تھی چودہ سیب۔!!

طاق مسجد سے قبلہ کی طرف گر پڑے، میں نے روٹی کا ٹکڑا اور سیب کھائے اور رات کا ایک حصہ وہاں توقف کیا، پھر اسی رات قصرِ عارفاں کو چل پڑا اور مسجد میں آ کر نماز فجر حضرت خواجہ کے ساتھ ادا کی، اور آپ کو سلام عرض کیا، آپ نے فرمایا ''جس نے تجھے ''پارۂ خمیر'' عطا کیا تھا، تو جانتا ہے وہ کون تھا''؟ میں نے کہا کہ ''میں نہیں جانتا'' آپ نے فرمایا ''اس نے کیا کہا تھا'' میں نے کہا ''اُسنے یہ کہا تھا'' آپ نے فرمایا ''وہ خضر صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ تھے، تو ان کو کیا کرے گا، وہ بھی غیر ہے، تو حق کو طلب کر، اس کے بعد آپ نے سیب کا قصہ بیان فرمایا، آنگاہ فرمایا'' اس نابینائی کی خوش قسمتی ہے'' آخرکار وہ نابینائی حضرتِ خواجہ کے فرمان کے مطابق آپ کی قبولیت سے مشرف ہوا اور تا آخر عمر، ان کی محبت پر قائم رہا۔

درویش کی مقدار: ایک درویش نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ غدیوت میں تشریف فرما تھے، میں، میرا اماموں اور باغ ارسلان کا رہنے والا درویش نیک شاہ ''قبض وبار'' میں (مبتلا) تھے۔ لیکن ان کا ''حال قبض'' بہت عظیم تھا چنانکہ وہ خاک پہ لوٹ رہے تھے اور ان کا سر اور چہرہ خاک میں پوشیدہ ہو چکا تھا۔ دریں اثنا حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ''معاملت'' ہونی چاہیئے، تا کہ ان کی خلاصی ہو سکے، ہزار دینار درویش باغ ارسلانی کو دینے چاہیے، سو دینار میرے ماموں کو اور دس دینار مجھے، میرے دل میں خیال آیا کہ درویش باغ ارسلانی کے پاس تو دنیاوی ایک دینار بھی نہیں، میرے ماموں کے پاس بھی سو دینار نہیں۔ اگرچہ میں نے شاید ایک ہزار دینار نقد جمع کر رکھے تھے۔ جبکہ آپ مجھ سے دس دینار کا معاملہ طلب فرما رہے ہیں'' حضرت خواجہ نے فرمایا'' میں دنیاوی نسبت سے معاملت طلب نہیں کر رہا۔ بلکہ آشنائی کی مقدار اور اس راہ میں آمد (کے اعتبار) سے طلب کر رہا ہوں۔ وہ باغ ارسلانی درویش کی (مقدار) ہزار دینار ہے، تیرے ماموں کی مقدار سو دینار ہے اور تیری مقدار دس دینار ہے۔ اس (امر) سے آپ کے ''کمالِ اشراف'' کی نسبت میرا یقین اور زیادہ ہو گیا۔

ہوا میں اُڑنا آسان ہے: ایک درویش نے بیان کیا کہ میرا حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے ساتھ محبت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ایک عزیز نے مجھے ''قصر عارفاں'' میں آپ کے پاس ایک اہم کام کیلئے بھیجا، شیخ امیر حسین اور شیخ محمد جبر کوش، دیگر درویشوں کے ساتھ اس باغ کے نزدیک کھڑے تھے جہاں آج کل حضرت خواجہ کا مرقد منور ہے کچھ تیشے اور ٹوکری ان کے سامنے پڑی تھی۔ جب میں ان کے نزدیک گیا تو میرے اندر ایک خوف پیدا ہو گیا، اور میرے اعضا پر لرزہ طاری ہو گیا، ایک فرصت کے بعد حضرت خواجہ منزل سے باہر آئے اور مجھ سے سوال فرمایا ''یہ تو کیوں متغیر حال ہے'' میں نے کہا ''میں اس جگہ پہنچا تو میرے اندر خوف پیدا ہو گیا اس کا سبب میں نہیں جانتا'' حضرت خواجہ نے فرمایا ''امیر حسین سے پوچھ لو کہ کیا احوال تھا''۔ میں نے شیخ امیر حسین سے پوچھا تو اس نے بتایا ''سب درویش صبح سے آپ کے دربار میں ٹوکری کے ساتھ مٹی ڈھو رہے تھے۔ ایک فرصت کے بعد حضرت خواجہ درویشوں کے کھانے کیلئے گھر کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک ہی لحظہ گزرا تھا کہ ہم نے ایک جوان دیکھا جو ''منزل خواجہ'' کی طرف سے جابجا پرندے کی طرح اڑتا آ رہا تھا، جب وہ ہمارے نزدیک پہنچا تو بھی اسی صفت کے ساتھ ہمارے سامنے سے گزر گیا، ہم اسے دیکھنے لگے، ہم نے ارادہ کیا کہ ہم بھی یہی کام کرتے ہوئے اس کے پیچھے چلیں کہ دریں حال حضرت خواجہ گھر سے باہر تشریف لے آئے، اور ہمیں اشارہ فرمایا ''ایک ساعت صبر کرو، تاکہ ہم آجائیں'' حضرت خواجہ کے اس سخن سے ہمارے اندر ایک خوف اور تغیر پیدا ہو گیا، اسی وقت تو بھی آ گیا، جب شیخ امیر حسین نے یہ واقعہ سنایا ،تو حضرت خواجہ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا جب تو اس حال میں ان کے نزدیک نہ پہنچا تو تیرے اندر بھی ان کی صفت (خوف و تغیر) نے عکس ڈال دیا'' بعدہٗ حضرت خواجہ نے فرمایا ''اس جوان کا قصہ کچھ یہ تھا کہ ''میں نسف سے بخارا کو آ رہا تھا، کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ پرندے کی طرح اڑ رہا تھا، میں نے اس کے پاس پہنچ کر

پوچھا، تو نے ''عزلت نشینوں'' کی صحبت کیوں ترک کی اور کس وجہ سے اس جگہ آ گیا'' اس نے ''درحسرت'' کے ساتھ کہا میں فلاں شہر میں تھا کہ اس قوم (عزلت نشین) نے مجھے اپنا آشنا بنالیا، اپنی صحبت شریف میں راہ عطا کردی، میں ایک مدت ان کے ساتھ رہا، ایک روز ہم ایک پہاڑ پہ بیٹھے ہوئے تھے کہ میرے دل میں ''زن وفرزند'' کی آرزو گزری، اس طائفے نے میرے دل کی بات جان لی اور ارادہ کیا کہ مجھے چھوڑ کر چلے جائیں، میں نے ایک درویش کا دامن پکڑ کر درخواست کی ''مجھے اس جگہ چھوڑا جائے جہاں کوئی خلق رہتی ہو، پھر میں نے نظر کی تو خود کو اس جگہ دیکھا، پس میں اس جوان کو نسف سے بخارا لے آیا، اور وہ چھ روز میرے گھر میں رہا۔ اس وقت جبکہ میں ان درویشوں کا کھانا لینے کیلئے گھر کو گیا تو اس جوان نے اجازت طلب کی اور میں نے اسے اجازت دے دی، پھر دستر خوان اٹھانے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ درویشوں کے دل میں گزرنے والے ''تفرقہ احوال'' کو دیکھ کر گھر سے نکل آیا اور ان سے کہا کہ ''ایک ساعت صبر کرو، تاکہ ہم آ جائیں' درویش کو چاہیے کہ ہر چیز کو دیکھ کر بھی اپنے مقام سے نہ جائے اور اپنے پیر کے حق میں اس کا اعتقاد کسی بھی وجہ سے متبدل نہ ہو سکے، تاکہ وہ اگر خضر علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی دیکھے تو بھی چاہیے کہ ان کی طرف التفات نہ کرے''۔ جس وقت حضرت خواجہ ان درویشوں کے ساتھ یہ باتیں کر رہے تھے تو آپ کی جبین مبارک پر ہیبت کے آثار ظاہر ہو گئے تھے، آپ نے فرمایا'' سہل مرتبہ ای است در ہوا پر بدن، مگس نیز در ہوا می پرد، ہوا میں اڑنا آسان کام ہے کہ مکھی بھی تو ہوا میں اڑتی ہے''۔ آپ شیخ امیر حسین اور ان درویشوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ''ٹوکری کو مٹی سے بھر کر نیچے رکھ دو، پھر آپ نے ٹوکری کو اشارہ فرمایا تو خود ہی چل کر مٹی پھینک آئی اور دوبارہ درویشوں کے نزدیک آ گئی، چند مرتبہ یہی مشاہدہ ہوا تو سب کے احوال دیگر ہو گئے، بالخصوص یہ واقعہ تو میری محبت کا سبب بن گیا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ نے فرمایا ''اسطرح کی مثالیں حق تعالیٰ وتقدس کے

خاص بندوں کے سامنے کوئی اعتبار نہیں رکھتیں" بعدہٗ میں جب شہر بخارا سے گیا اور ان عزیزوں کے حضور یہ قصہ بیان کیا تو سب کے سب متحیر ہو گئے۔

درویش کی پرواز: حضرت خواجہ علاء الحق والدین عطر اللہ تربتہٗ نے بیان فرمایا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے جملہ درویشوں میں سے ایک درویش "امیر تاج" بھی تھا۔ اس میں یہ صفت تھی کہ جب بھی درویش اسے کسی خدمت کیلئے "قصر عارفاں" سے شہر بخارا بھیجتے تو وہ بہت ہی تھوڑی فرصت میں وہاں پہنچ جاتا۔ اور اسی طرح شہر بخارا سے "قصر عارفاں" بہت جلد پہنچ جاتا، وہ اس طریقے سے کہ جب وہ درویشوں کی نظر سے غائب ہوتا تو "اکثر وقت" پرندے کی طرح اڑنے لگتا، اس نے بیان کیا کہ ایک روز درویشوں نے مجھے کسی کام کیلئے شہر بخارا بھیجا اور میں اسی صفت (پرواز) کے ساتھ روانہ ہو گیا، اتفاقاً حضرت خواجہ بھی شہر بخارا کی طرف جا رہے تھے، آپ میری اس صفت پر مطلع ہوئے اور مجھ سے وہ صفت چھین لی۔ پھر کبھی مجھ سے اسطرح نہ چلا گیا، میں نے سنا کہ ایک درویش کہہ رہا تھا، "حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ خراسان میں تھے اور درویشوں کو "احوال وصفات" عطا کرنے اور چھین لینے کی تحقیق فرما رہے تھے، آپ نے (اس دوران) فرمایا" من بر احوال و صفات متصرفم، اگر خواہم بہ کسی بدہم و اگر خواہم بگیرم، میں احوال وصفات پر متصرف ہوں جسے بھی چاہوں تو عطا کر دوں اور (جس سے بھی) چاہوں تو چھین لوں۔

آنکہ چشم مست بیک حیلہ وا کند: حضرتِ خواجہ علاء الحق والدین طیب اللہ مشہدہٗ نے بیان فرمایا کہ ایک روز سب اصحاب حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے (دربارِ کرم میں) حاضر تھے۔ لالا نامی ایک ترکی کوفین سے حاضر ہوا اور حضرتِ خواجہ کو سلام عرض کی، حضرتِ خواجہ نے فرمایا "تو کیوں آیا ہے اور کیا طلب کرتا ہے" اس نے کہا "میں آپ کی روح طلب کرتا ہوں" حضرتِ خواجہ نے اصحاب کی طرف توجہ فرمائی

اور کہا ''اس کی ہمت دیکھو'' اصحاب نے عرض کیا ''حضرت کا کرم بہت زیادہ ہے'' پس ازاں حضرتِ خواجہ نے اُس پہ ایک نظر ڈالی تو اسی وقت اس کے اندر ایک ایسی صفت اور حال پیدا ہو گیا کہ بیان سے باہر تھا پھر جو کوئی بھی اسے دیکھتا اس کا شیفتہ ہو جاتا، آپ کی ''برکاتِ نظر'' سے وہ مقبولِ (خلائق) بن گیا۔

حاصلِ زندگی کیا ہے: انہوں نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے درویش ''قصرِ عارفاں'' میں آپ کے اشارے پہ (مٹی کی) ٹوکری کھینچ رہے تھے، دراں اثنا حضرت خواجہ کا ایک درویش محمد جبرکوش ریورتون سے آیا۔ اس کے اندر ایک ایسی صفت و حال نے تصرف کر رکھا تھا کہ اسے ''قرار و آرام'' نہیں تھا، اس نے ٹوکری کھینچنے والے درویشوں سے حضرت خواجہ کے متعلق پوچھا، وہ بولے ''حضرت خواجہ تو گھر چلے گئے''۔ درویش محمد بہت زیادہ عجلت کے ساتھ ''منزلِ خواجہ'' کی طرف روانہ ہوا اور بہت زیادہ اضطراب کی وجہ سے پرندے کی طرح اڑنے لگا، جہاں درویش ٹوکری کھینچ رہے تھے، وہاں سے حضرت خواجہ کے گھر تک ایک مسافت تھی۔ وہ دوسری دفعہ اڑا تو حضرت خواجہ کے گھر کے نزدیک پہنچ گیا، درویشوں نے جب اس کے حال کو مشاہدہ کیا تو اس کے پیچھے روانہ ہو گئے، جب وہ اس کے پاس پہنچے تو حضرت خواجہ بھی ''منزل'' سے باہر آ گئے، اور ان درویشوں کو خوب ڈانٹ کر فرمایا اس ''بے سروپا'' فقیر سے کیا چاہتے ہو، اس صفت سے کچھ حاصل نہیں اور ان احوال پر کوئی اعتماد نہیں، بہت سے بیگانہ بھی پرندے کی طرح ہوا میں پرواز کرتے ہیں حق طلبی اس سے باہر ہے وہ درویش بھی بہت زیادہ خوفزدہ ہوئے۔ اسی وقت حضرت خواجہ نے ان کو فرمایا کہ ''زنبر (ٹوکری) کو خاک پر رکھ دو'' پھر حضرتِ خواجہ نے ٹوکری کو اشارہ کیا تو وہ خود ہی مٹی سے پر ہو کر جاتی اور مٹی پھینک کر واپس آ جاتی، حاضرین اس حال کے مطالعہ سے اپنے کیے پر بہت نادم ہو گئے۔

اشارے کی قوت: انہوں نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ ماقدس اللہ

روحہ نے عمارت گیری کیلئے دو آدمیوں کو بطور اجرت رکھا، وہ (مٹی کی) ٹوکری کھینچ رہے تھے، تھوڑی دیر کے بعد وہ کراہت کے ساتھ ٹوکری کھینچنے لگے۔ حضرت خواجہ نے ان دو آدمیوں کی طرف توجہ فرماتے ہوئے کہا "میرا کیا احسان کر رہے ہو، اگر میں اس زنبر (ٹوکری) کو اشارہ کروں تو یہ ابھی چل پڑے" حضرتِ خواجہ نے جب یہ سخن فرمایا تو اسی وقت ٹوکری چل پڑی، وہ "پُر بار" ہوتی رہی اور خالی ہو کر واپس آتی رہی، ایسا (معاملہ) تکرار کے ساتھ واقع ہوا۔ اس (حال) کے مطالعہ کی وجہ سے ایک جماعت کو حضرت خواجہ کی عقیدت حاصل ہو گئی۔

☆...... ایک درویش نے بیان کیا کہ ایک روز "قصر عارفاں" میں ہم حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ کے ساتھ مل کر ٹوکری کھینچ رہے تھے۔ کبھی ٹوکری کی ایک طرف کو حضرت خواجہ پکڑتے اور دوسری طرف کو میں پکڑتا، کچھ دیر ایسا ہوتا رہا۔ بعدہٗ حضرت خواجہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا "تو اپنی طرف کو میرے پکڑے کی حاجت نہیں" آپ کے اشارے کے موجب میں نے ایک طرف کو پکڑے رکھا تو بھی مجھے کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ بلکہ میرا یہ حال تھا کہ میں "غایت شوق" سے ٹوکری کے پیچھے تیز تیز چلتا رہا، اس روز آپ نے چند مرتبہ یہی لطف فرمایا۔

جب دُنیا کا خیال آیا: حضرتِ خواجہ علاؤ الحق والدین طاب مرقدہٗ نے بیان فرمایا کہ ایک روز حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہ "دروازہ کلاباذ" میں درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے، اور خلقِ بسیار فتح آباد کو جا رہی تھی، حضرت خواجہ نے ایک درویش سے فرمایا "ان لوگوں کے ہجوم سے اس "کہنہ پوش" آدمی کو ہمارے نزدیک لے آؤ" جب وہ آدمی حاضر ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا "کیا وجہ ہے کہ تو "عزلت نشینوں" سے جدا ہو گیا ہے" وہ بولا "ایک روز ہم "کوہ ابو قبیس" پر تھے، ہمارے قطب کا نام "خالص" تھا ہمارا یہ حال تھا کہ جب کبھی ہمیں کھانے کی احتیاج ہوتی تو کھانا حاضر ہو جاتا، اس روز ہر ایک (عزلت نشین) کے ہاتھ پہ "تھماجی پیالہ"

ظاہر ہوا تو میرے دل میں خیال آیا' کیا تھا اگر ایک شیخ بھی ہوتی" فقط اسی خیال کے آنے سے میں ان کی صحبت سے دور ہو گیا، اب یہ فرصت ہے کہ میں ان کے "دردِ فرقت" میں مبتلا ہو گیا ہوں، اور ہر چند عاجزی کر رہا ہوں لیکن میں ان کے شرفِ صحبت تک نہیں پہنچ سکا۔"

کرامت سے یقین حاصل ہو گیا: حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے ایک عقیدت مند نے بیان کیا کہ ایک روز حضرتِ خواجہ حمام میں تھے، میرے حال کی ابتداء تھی، میرے اندر حضرتِ خواجہ کی خوارقِ عادات اور کرامت دیکھنے کا داعیہ پیدا ہوا تا کہ مجھے یقین حاصل ہو جائے، حمام میں مجھ پر پیاس نے غلبہ پایا تو اسی وقت حضرت خواجہ نے مجھے فرمایا کہ "تھوڑا سا ٹھنڈا پانی لے آؤ" میں بہت جلد حمام سے باہر نکلا اور ٹھنڈے پانی کا پیالہ بھر کر سوچا کہ پیالہ حضرتِ خواجہ کو پیش کر دوں تو میرے خیال میں آیا کہ پہلے میں خود پی لوں اور دوسرا پیالہ حضرت خواجہ کیلئے لے جاؤں، میں نے وہ ٹھنڈا پانی خود پیا اور دوسرا پیالہ حضرت خواجہ کی خدمت لے گیا، آپ نے فرمایا "تم نے کیوں اس خیال کو راہ دی اور وہ پانی پی گئے"۔ (اس سے) مجھے یقین حاصل ہو گیا کہ یہی (چیز) کرامت ہے۔

اور بارش رُک گئی: انہوں نے بیان فرمایا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ "نسف" میں جلوہ گر تھے اور سردی کا موسم تھا۔ حضرت خواجہ کو بخارا کی طرف آنے کا اتفاق ہوا تو اس سفر میں مولانا حافظ الدین کبیر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندوں میں سے (ایک فرزند) خواجہ محمد نبیرہ بھی آپ کی صحبت میں حاضر تھے۔ اس روز ہوا ابر آلود تھی، نسف کے درویشوں نے درخواست کی کہ "حضور توقف فرمائیں۔ کیونکہ ہوا ابر آلود ہے"۔ آپ نے توقف نہ فرمایا، درویشوں کی ایک عظیم جماعت آپ کے ہمرکاب تھی۔ بارش برسنے لگی اور ہر لحظہ زیادہ ہونے لگی۔ حضرت خواجہ نے خواجہ محمد کو اشارہ فرمایا کہ "تم کہو تا کہ بارش ٹھہر جائے" خواجہ محمد نے خواجہ کے حضور یہ سخن ادا نہ کیا، حضرت خواجہ نے

فرمایا" میں تمھیں کہہ رہا ہوں کہ کہو، اے بارش ٹھہر جا، تم کیوں نہیں کہتے ہو؟" خواجہ کے اشارے سے کہا" اے بارش ٹھہر جا" اسی لحظہ بارش رک گئی۔ اور ہوا کشادہ ہوگئی۔ آفتاب پیدا ہوگیا، حاضرین میں ایک "خاص" حال ظاہر ہوا، نسف کے درویش جو آپ کو الوداع کرنے آئے تھے، بہت زیادہ روئے، انہوں نے حضرت خواجہ کی رکاب کو بوسہ دیا اور واپس چلے گئے۔

اور اس جگہ بارش نہ برسے: شیخ امیر حسین نے بیان کیا کہ (ایک مرتبہ) حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ اس باغ میں (رونق افروز) تھے جہاں آج کل آپ کا "مرقدِ منور" ہے، حضرت امیر سید کلال علیہ الرحمہ کے فرزندِ گرامی امیر برہان الدین، حضرت خواجہ کی خدمت میں کچھ مچھلی لائے تھے، اور حضرت خواجہ وہ مچھلی پکانے میں مشغول تھے۔ جب آپ نے مچھلی تنور میں ڈالی، تو اتفاقاً "فصل بہار" تھی، بہت زیادہ بادل "پیدا" ہوگیا، آپ نے امیر برہان کو اشارہ فرمایا کہ "تم کہو! کہ جس جگہ ہم ہیں، وہاں بارش نہ برسے" اس نے عاجزی کی اور کہا، میرا یہ مقام کہاں کہ میں یہ بات کہوں، کیونکہ میرا سخن "حد قبول" میں نہیں، حضرت خواجہ نے فرمایا "میں جو تم سے کہہ رہا ہوں، لہذا کہو" امیر برہان الدین نے حضرت خواجہ کے حکم کے مطابق کہہ دیا تو قدرت الٰہی سے حضرت خواجہ کی جگہ پہ چند قطروں سے زیادہ بارش نہ ہوئی لیکن اس جگہ کے باہر اس قدر بارش ہوئی کہ ہر جگہ پانی جمع ہونے لگا۔ اس حال کے مطالعہ سے حضرت خواجہ کے حق میں تمام حاضرین کا یقین اور زیادہ ہوگیا۔

بارش ہوئی مگر چھت نہ ٹپکی: ایک دانشمند نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ما بہاؤ الحق والدین قدس اللہ روحہ "کش" میں تشریف لائے۔ اتفاقاً "فصل بہار" تھی، بہت زیادہ بارش ہو رہی تھی۔ جیسا کہ موسم بہار میں "کش" (کے علاقے)، ہوتا ہے۔ حال یہ تھا کہ جس جگہ حضرت خواجہ "نزول فرما" ہوئے اس گھر کی چھت سے بارش کا پانی ٹپک رہا تھا، آپ نے فرمایا ہم اسی گھر میں رہیں گے" اس روز بارش پوری قوت

سے ہونے لگی۔ اور گھر کی چھت سے پانی ٹپکنے لگا، جونہی آپ نے اس گھر میں "قدم شریف" رکھا اسی وقت اس گھر کی چھت سے پانی ٹپکنا بند ہو گیا، دراں فرصت پانچ دن شبانہ روز لگاتار بارش ہوتی رہی اور کش میں بہت سی عمارات اور مکانات گر پڑے مگر آپ کے قدم کی برکتوں سے اس گھر کی چھت سے پانی نہ ٹپکا، جس آدمی نے بھی اس حال کا مشاہدہ کیا، آپ کے کمال ولایت کا اعتراف کر لیا۔

چنیں نماید انظارِ اولیا آثار

قدم پاک کی برکات: انہوں نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ ایک دوست کے گھر روانہ ہوئے، بہار کا موسم تھا، اس دن بہت زیادہ بارش ہو رہی تھی اور اس کے گھر کی چھت سے پانی ٹپک رہا تھا، اتفاقاً آپ نے اس گھر میں "نزول اجلال" فرمایا تو وہ عزیز "صاحب منزل" اس حالت سے بہت فکر مند ہوا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا "خاطر جمع رکھو، درویشوں کے قدم کے واسطے سے اب پانی نہیں ٹپکے گا، جب آپ کی زبان مبارک پر یہ سخن آیا تو پھر اس کے گھر کی چھت سے پانی نہ ٹپکا۔ حضرت خواجہ چند روز اس گھر میں تشریف فرما رہے، مسلسل بارش ہوتی رہی اور بہت سارے گھر اور عمارتیں ویران ہو گئیں، آخری دن جب حضرت خواجہ نے سفر کا ارادہ فرمایا تو اس عزیز "صاحب منزل" نے کھانا تیار کیا، جس وقت اس کے گھر والے دستر خوان میں روٹی رکھ رہے تھے، تو اس عزیز نے کہا۔ "دستر خوان میں روٹی زیادہ رکھنا، لیکن (گھر والوں کی) جماعت نے کراہت کے ساتھ وہ کام کیا اور کہنے لگے "ہمارے لئے تو روٹیاں کم رہ جائیں گی" وہ عزیز گھر والوں کے عمل سے زیر بار آ گیا۔ جب اس نے دستر خوان حضرت خواجہ کے حضور بچھایا تو آپ نے اس سے پوچھا "کیا یہ روٹی کھائی جا سکے گی"؟ اس عزیز کا بار (بوجھ) اور زیادہ ہو گیا، پھر اس نے جان لیا کہ حضرت خواجہ نے گھر والوں کی کراہت دیکھ لی ہے، حضرت خواجہ نے لطف فرماتے ہوئے کہا "اگرچہ اس جماعت نے یہ روٹی دستر خوان میں کراہت کے ساتھ رکھی،

لیکن ہم تمہارا دل رکھنے کیلئے یہ روٹی کھا لیتے ہیں" پس آپ نے وہ روٹی کھالی۔ جب عزیز نے وہ دستر خوان اٹھایا اور (گھر والوں کی) جماعت کے سامنے رکھا تو وہ سب حیران ہو گئے کہ بہت زیادہ روٹی تو ابھی دستر خوان میں (موجود) ہے۔ بعدہٗ جس وقت حضرت خواجہ نے قدم اس گھر سے باہر نکالا تو پانی چھت سے ایسے ٹپکنا شروع ہو گیا، جیسے ناودان (پرنالے) سے پانی گرتا ہے۔ اس عزیز نے حضرت خواجہ سے دوبارہ عرض کی تو آپ کی زبان مبارک سے نکلا "اب پانی نہ ٹپکے گا" پھر آپ نے فرمایا "ویسے ہی تھا، مگر اس جماعت کی کراہت کی وجہ سے یہ حال واقع ہوا۔ گھر والوں سے "کہو جیسے دستر خوان روٹی سے پر ہے ویسے پانی بھی پرنالہ بھر ہے"۔

موسم تبدیل ہو گیا: ایک درویش نے بیان فرمایا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ (ایک دفعہ) نسف سے بخارا کو روانہ ہوئے۔ تو سورج "برج جوزا" میں تھا، ہوا بہت زیادہ گرم تھی، درویشوں کی ایک جماعت آپ کے "درقدم" تھی، چاشت کا وقت ہو چکا تھا، حضرت خواجہ نے فرمایا "بازور از گوشوں پر لا دو" درویشوں نے عرض کی "ہوا بہت زیادہ گرم ہے" آپ نے فرمایا "بے توقف چلنا چاہیے" درویش چل پڑے۔ حضرت خواجہ نے اس ضعیف کی طرف روئے مبارک کرتے ہوئے فرمایا "ہوا گرم ہے"؟ میں نے کہا "جی ہاں، میری گردن تو جل اٹھی ہے" اتفاقاً حضرت خواجہ نے نمد کی کلاہ سر مبارک پر رکھی ہوئی تھی۔ اور سورج کی طرف سایہ کیا ہوا تھا۔ آپ نے اسی وقت سورج کی طرف سے 'کلاہ' اٹھائی تو سورج آپ کی گردن مبارک کو بھی گرمانے لگا۔ آپ نے فرمایا "میری گردن بھی جل اٹھی ہے"

جب حضرت خواجہ نے یہ (کام) کیا تو ایک ساعت بھی نہ گزری تھی کہ بادل کا ایک ٹکڑا پیدا ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے سارے آسمان پر چھا گیا، اور وہی گرم ہوا "خوش وخرم" ہو گئی، حضرت خواجہ نے فرمایا "اب دیکھتا ہوں یہ کیسے جلاتی ہے" (یہ دیکھ کر) ان درویشوں کا حال دیگر ہو گیا۔

برف باری رک گئی: حضرت شیخ خسرو نے مولانا عارف روح اللہ روحہٗ سے نقل فرمایا کہ ایک روز ہم حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے ساتھ ایک راستے پر چل رہے تھے۔ سردی کا موسم تھا اور ہمارے پاؤں میں موزہ اور جوتا بھی نہیں تھا، بہت زیادہ برف باری ہو رہی تھی۔ ہم بہت زیادہ تشویش میں (گرفتار) ہوئے، میں نے حضرت خواجہ کی خدمت میں توجہ کی اور عرض کیا "یہ کیا حالت ہے" حضرت خواجہ کی "صفت عجیب" تھی۔ آپ نے "نظر ہیبت" سے آسمان کی طرف دیکھا تو اسی لحظہ برف رک گئی اور ہوا بہت زیادہ خوش گوار ہو گئی۔

آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستان پیدا: ایک درویش نے نقل کیا کہ حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ غدیوت میں ایک درویش محمد اسحاق کے گھر (جلوہ گر) تھے، اور درویش "طعام کی تربیت" میں مشغول تھے اور تنور میں آگ جلا رہے تھے۔ آگ کا شعلہ بلند ہو چکا تھا۔ اس حالت میں حضرتِ خواجہ نے اپنا دست مبارک تنور میں ڈالا اور ایک فرصت (تنور میں) رکھا، پھر اس سے باہر نکال لیا۔ عنایتِ الٰہی سے آپ کے دستِ مبارک کا ایک بھی بال متغیر نہ ہوا تھا ۔

خلیل اللہ با آتش ہمی گفت

اگر مو نے زمن با قیست می سوز

سب (درویشوں) کو اس صفت کے مشاہدے سے بہت خوشی نصیب ہوئی۔

اندازِ موافقت کی شان: ایک درویش نے بیان کیا کہ جس روز حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کا بیٹا فوت ہو گیا، آپ نے فرمایا "ہم نے حق سبحانہ وتعالیٰ کی عنایت سے حضرت پیغمبر ﷺ کے ساتھ موافقت کی ہے کہ ہمارے بھی بیٹے فوت ہو گئے ہیں۔ مزید فرمایا" جو کچھ حضرتِ پیغمبر ﷺ کے ساتھ ہوا وہ کچھ اللہ کے ارادے سے انہوں نے ہم پر بھی گزار دیا۔ اور ہر وہ سنت جو حضرتِ پیغمبر ﷺ سے ہم تک پہنچی، ہم نے اس پر عمل کر کے اسکا نتیجہ اور اثر اپنے اندر مطالعہ کیا۔ یہاں تک کہ

ہمیں خبر ملی کہ حضور پیغمبرِ رحمت ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ ایک گھر میں تشریف فرما تھے۔ اور چاہتے تھے کہ تنور میں روٹی پکائیں۔ حضرت پیغمبر ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے فرمایا "ہر کوئی اس تنور میں روٹی لگائے"۔ صحابہ کرام نے ویسے ہی کیا حضرت پیغمبر ﷺ نے بھی اس تنور میں روٹی لگا دی۔ اور تنور کا سر استوار کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد نظر فرمائی تو دیکھا کہ تمام روٹیاں پک چکی تھیں مگر حضور ﷺ کی (لگائی ہوئی) روٹی ابھی تک "خمیرہ" تھی، ہم نے بھی حضور ﷺ کی متابعت میں یہی عمل کیا تو تمام درویشوں کی روٹی پک گئی جبکہ ہماری لگائی ہوئی "روٹی خمیرہ" ہی رہی۔

تعمیل حکم کا انعام: ایک درویش نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ ایک طرف کو جا رہے تھے اور شیخ امیر حسین رحمۃ اللہ آپ کے ہمراہ تھا۔ ایک دریا پر پہنچے تو آپ نے پل پر کھڑے ہو کر فرمایا "امیر حسین قربانی کا وقت ہے، خود کو اس پانی میں ڈال دے" امیر حسین نے آپ کے حکم پر خود کو اس پانی میں پھینک دیا اور غوطے کھائے، حضرت خواجہ پل سے گزر کر پانی کی دوسری طرف جا اترے اور کچھ زیادہ دیر بیٹھے رہے، آپ کے چند اصحاب بھی آپ کی خدمت میں موجود تھے۔ آنگاہ آپ نے فرمایا "امیر حسین اب پانی سے باہر آ جاؤ"۔ شیخ امیر حسین باہر آ گیا۔ اس کا سارا لباس خشک تھا۔ حضرت خواجہ نے اس سے پوچھا "جس ساعت تم نے خود کو پانی میں گرایا، کیا حال تھا"؟ شیخ امیر حسین نے کہا "میرا حال بہت اچھا تھا۔ میں ایک بہت زیادہ صاف گھر میں تھا، کچھ دیر گزری تو اس گھر میں ایک دروازہ پیدا ہو گیا، پھر آپ نے مجھے اشارہ فرمایا تو میں اس گھر سے باہر نکلا اور آپ کے حضور پہنچ گیا"

نہ پوچھان خرقہ پوشوں کی: ایک درویش نے بیان کیا کہ میرا باپ "فدیوت" میں رہتا تھا اور اس گاؤں کے حاکموں کی ملازمت کرتا تھا۔ حق جل و تعالیٰ نے اپنی عنایت سے مجھے "بے علت" حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کی "سعادت محبت" سے مشرف فرمایا۔ اس واسطے سے، میرے ماں باپ نے آپ کے ایک

درویش پر بہت زیادہ سختی کی اور اسے بہت زیادہ برا بھلا کہا۔وہ میرے ماں باپ سے بہت زیادہ آزردہ ہو گیا۔حضرت خواجہ بھی ان سے بہت ناراض ہو گئے،اس لئے ان پر بلا اور حادثہ وارد ہوئے اور ان کے احوال ابتر ہو گئے۔میرا باپ زحمت سکرہ میں مبتلا ہو کر چار ماہ کے طویل عرصہ تک بیمار رہا۔اس دوران اکثر اسے حمام کی ملازمت بھی کرنا پڑتی تھی ،ایک مدت تک میری ان سے کوئی ملاقات نہ ہو سکی۔ایک دن میں حضرت خواجہ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا"میں فلاں حمام میں گیا تھا اور وہاں تیرا باپ دیکھا،تو اس وقت مجھے اس پر رحم آ گیا،تجھے چاہیے کہ اس کی خبر گیری کرے"میں نے حضرت خواجہ سے التماس کی"مجھے آپ کے لطف بے پایاں سے یہی توقع تھی کہ جب میں آپ کی"بندگی"سے وہاں پہنچوں تو میری پرسش سے اس کی وہ زحمت کم تر ہو جائے"پھر میں نے اس جہت سے بہت عاجزی کی۔آپ نے بہت مہربانی فرمایا"جب تو اس کے نزدیک پہنچے تو اسے کہنا یہ کلمہ پڑھے یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اَغِثْنِیْ اِس سے وہ خوش ہو جائے گا۔بعدہٗ میں آپ کے اشارے سے اپنے باپ کے پاس گیا اور اسے حضرتِ خواجہ کا سلام پہنچایا اور کہا"آپ نے فرمایا ہے کہ اسے کہنا،یہ کلمہ پڑھے یَاغِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اَغِثْنِیْ اس سے وہ خوش ہو جائے گا"میرے باپ نے یہ کلمہ تین یا چار مرتبہ زبان سے ادا کیا تو حق تعالیٰ وتقدس نے اُسے اِس زحمت سے خلاصی عطا فرمائی اور اس سے"زحمتِ سکرہ"منقطع ہو گئی۔دوسرے روز اس نے غدیوت جانے کا ارادہ کیا اور مرکب پر سوار ہو کر چہارسو(چوک)تک پہنچا تو(دیکھا)کہ حضرتِ خواجہ ایک مسجد کے دروازے پر تشریف فرما تھے۔میرا باپ مرکب سے پیادہ ہوا اور آپ کی"خاطر شریف"کے"لطف توجہ"کا شکر ادا کیا اور اپنی صحت کا ذکر کیا۔حضرت خواجہ نے مجھے حکم دیا کہ"باپ کو مرکب پر سوار کر"جب میں نے باپ کا پاؤں پکڑا کہ اسے مرکب پر سوار کروں تو اس نے مجھے ایسا نہ کرنے دیا (بلکہ)کہا"اگرچہ تو میرا فرزند ہے لیکن حضرت خواجہ کے خادم اور محب ہونے کے

نا طے تجھے روا نہیں کہ تو مجھ جیسے گنہگار کا پاؤں پکڑے" حضرت خواجہ نے فرمایا" اسے چھوڑ دے کہ یہ تیرا پاؤں پکڑے" میرے باپ نے نیاز تمام کے ساتھ کہا" میرے فرزند کو تو آپ کا حضور قرب حاصل ہے، مجھے آپ کے حضور کوئی قرب نہیں" حضرت خواجہ نے فرمایا" تیرے فرزند کے قرب کے واسطے سے تجھے بھی اتنا ہی قرب حاصل ہوگا کہ تو اس دنیا سے ایمان کے ساتھ جائے گا، لیکن غربت شدت، اور تنگی سے مرے گا" الحق جسطرح حضرت خواجہ نے فرمایا وہی واقع ہوا اور وہ آپ کی زبان کی برکت سے با ایمان رخصت ہوا۔ حق تعالیٰ و تقدس سب مسلمانوں کو اپنے لطف و عنایت سے "سعادتِ ایمان" کے ساتھ اس عالم فانی سے اس عالم باقی میں لے جائے اور اپنے کرم و احسان سے اپنے ولیوں کی محبت کو ان کے غفران کا وسیلہ بنائے۔ آمین۔

مجذوب سے ملاقات: انہوں نے بیان فرمایا کہ حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ غدیوت سے باغ "ارسلان" کی طرف جا رہے تھے، جب اس گاؤں کے نزدیک پہنچے تو آپ کی ایک مجذوب سے ملاقات ہوگئی۔ آپ اسی جگہ اس کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اس دوران اس مجذوب نے آپ کی بارگاہ میں بے ادبی کی اور ایک بہت بڑی بات کہہ دی "میں تیرے اور تیرے خدا پر افسوس کرتا ہوں" حضرت خواجہ اتنے متغیر ہوئے کہ کوئی حد نہیں۔ بعدہٗ دو مرتبہ قدرت سے عفو (طلب) کیا اور واپس غدیوت کو چل پڑے۔ وہ مجذوب آپ کے عقب میں چل پڑا، تھوڑا ہی چلا تھا تو وہ کہنے لگا" مجھے اجازت عطا فرمادیں" حضرت خواجہ نے فرمایا" تجھے اجازت ہے"۔ چند مرتبہ ایسا واقع ہوا مگر وہ طاقت نہیں رکھتا تھا کہ آپ کے قدم سے واپس جائے، آخر اس نے کہا "اپنے کسی درویش کو حکم فرمائیں کہ وہ مجھے بغل میں لے" حضرت خواجہ نے فرمایا "تجھے اختیار ہے" اس مجذوب نے کہا" شیخ امیر حسین کو فرمائیں کہ مجھے بغل میں لے" حضرت خواجہ نے شیخ امیر حسین کو اشارہ فرمایا اور خود جلدی سے چل پڑے۔ جب شیخ امیر حسین نے اسے بغل میں لیا تو اس کی حالت دیگر ہوگئی، وہ گر پڑا اور اس کی

روح اس کے قالب سے باہر نکل گئی۔ مجذوب متحیر ہو گیا، اس وقت تک حضرت خواجہ ایک مسافت طے کر چکے تھے۔ وہ آپ کے نشان پر چلتا ہوا آپ کے پاس پہنچا اور صورت حال عرض کی تو آپ نے فرمایا "اس نے اچھا کیا کہ مر گیا، ماشاء اللہ، اس کی قبر نکالو، کفن تیار کرو اور دفن کر دو، مجذوب بہت زیادہ روتے ہوئے درخواست کرنے لگا" کوئی تدبیر فرمائیں، جب مجذوب کی درماندگی بہت زیادہ ہو گئی اور حضرت خواجہ نے اس پہ کوئی التفات نہ فرمائی تو اس نے درویشوں سے "فرداً فرداً" التماس کی کہ حضرت خواجہ سے التماس کریں کہ وہ یہ حادثہ رفع فرما دیں، حضرت خواجہ نے اس مجذوب کی طرف دیکھا اور فرمایا "جو کوئی مجھ پر اور میرے خدا جل جلالہٗ پر افسوس کرتا ہے اس کے آگے اس طرح کے واقع سے عہدہ برآں ہونا آسان ہوگا" وہ عاجزی اور (گریہ) زاری کرتا رہا، اصحاب نے بیک کلمہ حضرتِ خواجہ سے درخواست کی کہ اس نے بہت برا کیا، اسکی یہ بے ادبی حد سے باہر ہے، اور اب وہ اپنے آپ کو "عجز و بیچارگی" سے دیکھتا ہے۔ حضرت خواجہ نے کرم فرمایا اور واپس گئے۔ پھر آپ نے اپنا "پائے مبارک" کفش سے باہر نکالا اور شیخ امیر حسین کے سینے پر رکھا تو روح اس کے قالب میں لوٹ آئی۔ اس سے حرکت پیدا ہو گئی اور وہ اپنی حالت اصلی میں آ گیا، حضرت خواجہ نے فرمایا "جب میں اس کے پاس پہنچا تو میں نے اسکی روح کو چوتھے آسمان پر سیر کرتے پایا، اور وہاں سے واپس لایا ہوں" حقیقت یہ ہے کہ اس درویش کی حیات، حاضرین کی اس جماعت کی حیات حقیقی کا سبب بن گئی۔ اور حضرتِ خواجہ کی ولایت کے بارے میں انکے یقین نے کمال حاصل کر لیا۔

بیل سینگ مار رہا ہے: ایک درویش نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ مااقدس اللہ روحہٗ نے شیخ شادی سے فرمایا تھا کہ اپنے تمام بیل فروخت کر دے۔ شیخ شادی نے آپ کا حکم پورا کیا مگر اس نے ایک سرخ فراخشاخ (بیل) نہ فروخت کیا، جب حضرت خواجہ "غدیوت" تشریف لائے تو شیخ شادی کی طرف التفات نہ فرمائی۔ اس

صحبت میں غدیوت کے بہت سے درویش حاضر تھے ایک ساعت کے بعد شیخ شادی کا حال دگر ہو گیا اور اسکے اندر سے "آوازِ عظیم" آنے لگی جیسے کوئی جو کوٹ رہا ہے، حضرت خواجہ نے شیخ شادی کی طرف روئے مبارک کرتے ہوئے فرمایا "ہم نے تجھے کوئی الم نہیں پہنچایا، وہی سرخ بیل تجھے سینگ مارتا رہا، اور اس آواز کو حاضرین سنتے رہے، پھر حضرتِ خواجہ یہ فرمانے لگے، "ہم کیا کریں، وہی سرخ بیل ہے کہ تجھے سینگ مار رہا ہے" اس کے بعد ان سب درویشوں نے حضرتِ خواجہ سے بہت زیادہ درخواست کی تو آپ نے شیخ شادی کو بخش دیا اور اس سے درگزر فرمالیا نیز اس واقعہ کا ظہور آپ کے ساتھ حاضرین کے اور "رسوخِ عقیدت" کا سبب بن گیا۔

حضرت خواجہ قوی بزرگ ہیں: ایک درویش نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ "غدیوت" میں تھے اور باطنی طور پر ایک آدمی پر شفقت فرما رہے تھے تاکہ وہ اس طریقے میں آجائے۔ اس آدمی نے ایک سرنباتی (مصری) مجھے دی کہ یہ حضرت خواجہ کو پہنچا دینا، جب میں نے حضرت خواجہ کو پیش کی تو آپ نے قبول نہ فرمائی۔ میں نے وہ سرنباتی واپس اس آدمی تک پہنچادی۔ اور قصہ سنا دیا۔ اس آدمی نے آپ کی ولائت کا ذکر کیا اور کہا "واقعہ یہ ہے کہ جب میں نے وہ مصری تیرے ہاتھ حضرت خواجہ کے پاس بھیجی تو دل میں کہا تھا اگر آپ کی ولائت (برحق) ہوگی تو یہ مصری قبول نہ کریں گے، لیکن اس وقت لے جا آپ پکڑ لیں گے" میں دوبارہ وہ مصری آپ کے حضور لایا تو آپ نے قبول کر لی اور مجھے فرمایا "نگاہ رکھنا" اس کے بعد آپ اس جگہ سے کسی اور طرف روانہ ہو گئے۔ جب تھوڑی سی راہ چلے تو ایک نیازمند نے اناروں سے بھرا ہوا ٹوکرا آپ کے حضور پیش کیا۔ آپ نے ایک انار مجھے عطا فرمایا کہ اس آدمی کے پاس پہنچادے۔ اور فرمایا اس میں ایک راز پوشیدہ ہے، پھر آپ نے یہ شعر پڑھا ۔

سخن سر بمہر دوست بہ دوست
حیف باشد بہ ترجمان گفتن

میں نے جب وہ انار اس آدمی کو دیا تو اس کا حال بدل گیا۔ اس نے کہا "جب میں نے دوسری بار مصری تجھے دی تو میرے دل میں خیال تھا کہ مصری کو قبول کر لیں گے اور ایک انار مجھے بھیج دیں گے۔ میری تحقیق (مکمل) ہوگئی ہے کہ حضرت خواجہ قوی بزرگ اور صاحبِ کمال ہیں، چنانچہ وہ آدمی آپ کی خاطرِ شریف کی توجہ کی برکت سے اس راہِ حق پہ آ گیا۔

بے ادب محروم ماند: ایک درویش نے نقل کیا کہ ایک دن بخارا شریف کا ایک "اعوان" قصرِ عارفاں میں ایک بارات لایا۔ اتفاقاً اس کی حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ سے ملاقات ہوئی، اس نے آپ سے (کچھ) عرض کی تو آپ نے فرمایا "(برات) گاؤں کے لوگوں کے پاس لے جا" اس اعوان نے آپ کی بے ادبی کی اور آپ پر جو پرانی پوستین تھی، اس نے اتار لی۔ اس کے باوجود ایک لگد (ٹھوکر) بھی آپ کو ماری، پھر وہ (اعوان) غدیوت کو چلا گیا اور رات کسی عورت سے دست درازی کی تو لوگوں نے اس کا سر کاٹ کر رکھ دیا اور اس کے شر سے خلاصی حاصل کر لی۔ نیز اس ظالم کی ہلاکت ان لوگوں کی زندگی کا واسطہ بن گئی جو اس بے ادبی سے بے خبر تھے۔ ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب
(مترجم)

ایک اور گستاخ کا انجام: ایک درویش نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ "غدیوت" میں ایک ندی کے کنارے تشریف فرما تھے۔ آپ نے ایک درویش سے کہا "بید کی ایک لکڑی لاؤ تاکہ ہم (اس کا) کفچہ تراشیں۔ وہاں بید کا ایک درخت تھا۔ اس درویش نے اس سے لکڑی کا ایک ٹکڑا کاٹا اور آپ کے حضور پیش کر دیا۔ غدیوت میں ایک اعوان تھا، وہ آیا اور بید کی لکڑی لانے والے درویش کو مارنے

لگا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا "اس کا کوئی گناہ نہیں، یہ گناہ میں نے کیا ہے لہٰذا مجھے مارلو" وہ اعوان اسی طرح اس درویش کو مارتا رہا اور حضرت خواجہ فرماتے رہے "مجھے مارلو" اسی دوران اس نے بائیں پاؤں سے ایک ٹھوکر حضرتِ خواجہ کو بھی ماردی اور اسی غصے میں (گھوڑے پر) سوار ہو گیا۔ اس ندی کے کنارے ایک مرغزار تھی۔ وہاں اس نے ایک پرندے کے لئے گھوڑا دوڑایا اور گھوڑے سے گر پڑا اور وہی پاؤں جو بے ادبی سے حضرت خواجہ کی طرف کیا تھا، رکاب میں پھنس گیا۔ اب گھوڑا اس مرغزار میں دوڑنے لگا، اس بے ادب اعوان کا پاؤں ٹوٹ گیا، اور اسی جگہ وہ ظالم بے ادب ہلاک ہو گیا۔ اس واقعہ سے بہت سے لوگ حضرت خواجہ کی "سعادت محبت" تک پہنچ گئے۔

عاصیوں کا قبلہ و مقصود آپ: ایک درویش نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ "دروازہ کلاباذ" پہ ایک درویش کے حجرے میں تشریف فرما تھے۔ ایک ہی ساعت گزری کہ فتح آباد کیطرف سے ایک مرکب کے سم کی آواز آنے لگی اور پھر اس حجرے کے پاس رک گئی۔ حضرت خواجہ نے حجرے سے فرمایا "نیکی شاہ اندر آجاؤ، جو نسبت تم چاہتے ہو وہ اسی جگہ ہے، مقصود اس جگہ حاصل ہو جائے گا" جب نیکی شاہ اندر آیا تو حضرت خواجہ نے فرمایا "ہم نے تیرا "استر" فراجون کے پشتے سے واپس موڑا ہے۔ تو طلب حقیقی کے ساتھ ترمذ کی طرف جا رہا تھا۔ تو ہم نے کہا کہ یہ بے ہمتی ہوگی کہ کوئی طالب اس جگہ سے ترمذ جائے" نیکی شاہ نے کہا "یہی وجہ تھی جو آپ نے فرمائی۔ جب میں فراجون کے پشتے (جنگل) میں پہنچا تو استر (خچر) ٹھہر گیا، میں نے ہر چند کوشش کی لیکن اس نے اس طرف ایک قدم نہ بڑھایا، میں نے کہا کہ مصلحت اسی میں ہے کہ اس کی لگام چھوڑ دوں تاکہ وہ جس طرف چاہے چل پڑے۔ جب میں نے لگام چھوڑ دی تو فی الحال اس طرف روانہ ہو گیا، پھر وہ گھر کی طرف بھی نہیں گیا بلکہ تیزی کے ساتھ اس حجرے کے دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا"۔ (یہ سن کر) اس حجرے میں موجود ہر کوئی آپ کے اشراف سے متحیر ہونے لگا۔ بعدہٗ وہ آدمی (نیکی شاہ)

مقبولِ خدا بن گیا۔

ہیبت شیخ کا عالم ایک درویش نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ شیخ امیر حسین کے ساتھ (کچھ) شفقت کر رہے تھے اور (کچھ) عتاب فرما رہے تھے۔ آپ فرما رہے تھے "ہم نے تجھے کہا تھا کہ فلاں زمین کو ہموار کرنا چاہیے تاکہ وہ پانی جذب کرلے۔ لیکن تو نے تقصیر کر دی" اتفاقاً اس مجلس خدمت میں مولانا حسام الدین خواجہ یوسف اور حضرت خواجہ کے محب و معتقد علما کی ایک جماعت حاضر تھی۔ قصر عارفاں کے کچھ لوگ بھی حاضر تھے۔ دریں زماں قصر عارفاں کے حسن نامی ایک شخص نے حضرت خواجہ سے درخواست کی کہ امیر حسین کو بخش دیں، حضرت خواجہ نے اسے فرمایا "تو خاموش ہو جا، تو نہیں جانتا کہ میں امیر حسین پر شفقت کر رہا ہوں، یہ واقعہ کئی بار ہوا اور حسن ہر لحظہ درخواست کرتا رہا، آخر الامر حضرت خواجہ نے ہیبت سے توجہ فرمائی اور کہا "میں نے امیر حسین کو تجھ پہ چھوڑا، اب جو کچھ ہوگا، تو ہی جانے گا" اسی وقت امیر حسین میں تغیر پیدا ہوا اور وہ اپنا سر اوپر اٹھا کر زمین پر مارنے لگا، جب سر ٹپکنے کی اس حالت کو کچھ فرصت گزری تو حال یہ تھا کہ اہل مجلس میں "خوف و ہیبت" پیدا ہو گیا۔ اور حاضرین میں سے کسی آدمی میں بھی یہ طاقت نہیں تھی کہ وہ امیر حسین کے متعلق حضرت خواجہ سے التماس کرے۔ خلافت پناہی خواجہ علاء الحق والدین نے مولانا حسام الدین خواجہ یوسف کو اشارہ فرمایا تو وہ علماء کرام کی جماعت کے ساتھ اٹھے اور درخواست کی، حضرت خواجہ، خواجہ یوسف اور ان اکابر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "میں تمہاری خاطر امیر حسین کو معاف کرتا ہوں" اسی لمحے اس کا وہ تغیر ختم ہو گیا اور وہ اس حال سے اپنی "حالتِ اصلی" میں لوٹ آیا۔

کبھی عطا اور کبھی بلا: ایک عزیز نے بیان کیا کہ ایک روز میں نے خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کی ملاقات دریافت کی اور آپ کے نزدیک بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا "مجھ سے دور ہو کر بیٹھو کہ اس وقت نزدیکی (مناسب) نہیں" اس وقت تو جس قدر ہمارے

نزدیک ہوگا اتنی ہی تجھے مصیبت آئے گی" اس عزیز نے کہا کہ" جب میں حضرت خواجہ کی اس "منزل" سے باہر آیا تو (کچھ) ظالموں نے مجھے گرفتار کرلیا۔ انہوں نے ایک ہزار دینار مجھ سے طلب کئے اور بہت زیادہ تشویش کی۔ میں نے بہت زیادہ کوشش کی تو پھر کہیں بہت ہی دشواری کیساتھ ان سے رہا ہوا، مجھے آپ کی وہ ہدایت یاد آئی جو میں نے درویشوں سے بہت مرتبہ سنی ہوئی تھی، وہ حضرت خواجہ سے نقل کرتے رہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے، "میرے حق میں" عنایات الٰہی یہ تھیں کہ مجھے اس طائفہ کی صحبت، دریافت کرنے کے موقعہ کی توفیق حاصل ہوگئی، جس موقعہ پہ ان سے دور رہنا (مناسب) ہوتا، میں دور رہتا تھا، اس طائفہ سے وہی آدمی کچھ حصہ حاصل کر سکتا ہے جو ان کے احوال واقوال سے شناسا ہو، ان کی صحبت شریف سے کبھی عطا اور کبھی بلا حاصل ہوتی ہے۔

چوری پکڑلی: ایک درویش نے بیان کیا کہ ایک بار حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ نے قصر عارفاں میں، مجھے حکم فرمایا" گھر میں ساٹھ من گندم ہے، وہ شہر بخارا پہنچائی جائے" میں نے اس سے دو من گندم لی اور ایک جگہ رکھ دی۔ ایک ہی ساعت بعد حضرت خواجہ آئے اور شیخ امیر حسین سے فرمایا" اس گندم کو (ہر) بوری میں ڈال دو" شیخ امیر حسین اس کام میں مشغول ہوگیا اور حضرت خواجہ سے پوچھنے لگا کہ" یہ گندم کتنے من ہے"۔ میں نے کہا" ساٹھ من" حضرت خواجہ نے فرمایا" ساٹھ من نہیں ہے" آپ نے یہ کہا اور گھر کی طرف چلے گئے، شیخ امیر حسین بھی ایک کام میں مشغول ہوگیا، میں نے بہت حیران ہوکر سوچا اور خود سے کہا" وہ کیسے جان گئے کہ یہ گندم ساٹھ من نہیں ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ (دو من گندم) میں نے لے لی ہے۔ میں نے وہ دو من گندم لاکر بوری میں ڈال دی، کچھ دیر بعد حضرت خواجہ آئے اور شیخ امیر حسین سے فرمایا" یہ گندم دراز گوش پر لاد کر شہر بخارا کی طرف جاؤ" دریں حال شیخ امیر حسین نے پھر پوچھا" یہ گندم کتنے من ہے"؟ حضرت خواجہ نے فرمایا" ساٹھ

من"، شیخ امیر حسین نے تعجب کیا اور حضرت خواجہ سے متوجہ ہو کر پوچھا "اس وقت آپ نے فرمایا کہ ساٹھ من نہیں ہے۔ اس وقت آپ فرمارہے ہیں کہ ساٹھ من ہے" حضرت خواجہ نے فرمایا "اس وقت ساٹھ من نہیں تھی اور اس وقت ساٹھ من ہے"۔

فراست کیا کچھ دیکھتی ہے: حضرت خواجہ علاء الحق والدین عطر اللہ تربتہٗ نے نقل فرمایا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ بازار میں گزر رہے تھے آپ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ برتن میں مٹھائی رکھ کر بیچ رہا تھا۔ حضرت خواجہ نے وہ برتن توڑ دیا، اس عمل سے حاضرین کے دلوں میں ایک انکار گزرا لیکن، جب انہوں نے تحقیق کی تو (دیکھا) کہ اس برتن میں ایک مرا ہوا چوہا پڑا ہے۔ وہ آپ کی فراست سے حیران ہوئے اور (ان کا) انکار، اقرار میں مبدل ہو گیا۔

☆......ایک درویش نے نقل کیا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ ایک ندی کے کنارے گزر رہے تھے، ایک لڑکے نے ندی کے کنارے پر ایک گھڑا رکھا ہوا تھا۔ آپ نے وہ گھڑا توڑ دیا۔ لڑکا رونے لگا، آپ نے ایک درویش کو بھیجا کہ بازار سے اس لڑکے کیلئے ایک گھڑا لے آئے جب (لوگوں نے) تحقیق کی (تو معلوم ہوا) کہ لڑکے کا گھڑا ناپاک ہو چکا ہے (اس لئے آپ نے اسے توڑ دیا)

وجود پاک کی کرامت: ایک درویش نے نقل کیا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ (ایک مرتبہ) اس باغ میں تشریف فرماتے جہاں آجکل آپ کا مرقد مطہر ہے، میں ایک اور درویش کے ساتھ آپ کے پاس حاضر تھا، حضرت خواجہ تکیہ فرماتے۔ ایک ساعت ہی گزری کہ حضرت خواجہ میں "باہیبت" حالت پیدا ہوئی اور وہ درویش بے ہوش ہو کر گر پڑا، حضرت خواجہ اٹھے اور اس حوض کے گرد پھرنے لگے۔ پھر کچھ دیر بعد آپ نے دیر تک درخت کو بغل میں لے لیا، اس طرح ایک لحظہ ہوا تو آپ کا وجود مبارک بہت بڑا ہو گیا، یہاں تک کہ سارا باغ آپ کے وجود مبارک سے بھر گیا، اور ہر ایک چیز میں کہ جس کی طرف میں نظر کرتا اسی وجود کو مشاہدہ کرتا۔ اس کے بعد جب

میں نے دیکھا تو آپ کے وجود کا نشان تک نہ رہا۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپ کے وجود کا نشاں پیدا ہو گیا یہاں تک کہ آپ حالتِ اصلی میں آ گئے کہ آپ نے اسی طرح سیب کے درخت کو بغل میں لے رکھا ہے۔ میں بہت زیادہ حیران ہوا کہ یہ کیا احوال ہے؟ آنگاہ حضرت خواجہ نے فرمایا "حضرت عزیزان علیہ عائم المغفران سے اس طرح کے احوال منقول ہوئے ہیں"

موت کی خبر عطا کر دی: ایک درویش نے نقل کیا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ "قصر عارفاں" میں تھے اور اس روز "نماز دیگر" کا وقت ہو گیا تھا، موذن نے "بانگ نماز" کہی، دریں حال غدیوت سے ایک قاصد آیا (اور اس نے کہا) "فلاں درویش تیرا ماموں بیمار ہے" حضرت خواجہ کو میرے ماموں کے ساتھ التفات تھی۔ (اس لئے) آپ اس کے ساتھ "مشغول سخن" تھے کہ موذن اقامت میں مشغول ہو گیا۔ حضرت خواجہ نے نماز دیگر ادا کی اور اوراد پڑھ کر کھڑے ہو گئے، ابھی آپ جائے نماز پر ہی تھے کہ پڑھا" انا للہ و انا الیہ راجعون" پھر نماز عشاء ہو چکی تھی کہ غدیوت سے کوئی (قاصد) آیا (اور اس نے خبر دی) "تیرا ماموں فوت ہو گیا ہے" اس قاصد سے پوچھا گیا کہ وہ کس وقت فوت ہوا" تو اس نے کہا، نماز دیگر کا وقت تھا۔

ارادت ہو تو دیکھ ان کو: ایک درویش نے نقل کیا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ "قصر عارفاں" میں تھے کہ "غدیوت" سے ابراہیم نامی درویش (آپ کی خدمت میں) پہنچا آپ نے اسے پوچھا کہ "تو پیادہ آیا ہے یا دراز گوش پر؟" اس درویش نے کہا کچھ راستہ پیادہ آیا ہوں اور کچھ دراز گوش پر آیا ہوں" حضرت خواجہ نے فرمایا "اگر تجھے ہم سے محبت ہے تو کیوں نہ پیادہ ہمارے پاس آیا، وہ درویش رونے لگا، اسی وقت حضرت خواجہ گاؤں "باغ ارسلان" کو چل پڑے۔ جب آپ اس گاؤں پہنچے تو "اجتماع عظیم" ہو گیا (بہت سے) درویش اور نیاز مند جمع ہو گئے، مجلس بہت خوش تھی کہ ابراہیم غدیوتی بھی آپ کے پیچھے باغ ارسلان میں آ گیا، وہ اسی طرح رو رہا تھا

اور آہ وزاری کر رہا تھا، "باغ ارسلان" کے درویشوں کو اس پر رحم آیا تو وہ حضرت خواجہ کے پاس حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ "اس درویش ابراہیم کو معاف فرمادیں" حضرت خواجہ نے اس کو اپنے نزدیک طلب فرمایا اور اس پہ التفات فرمائی، وہ بے ہوش ہو گیا اور اس کا سانس بالکل قطعی طور پر رک گیا، وہ لوگ حیران ہو گئے، اب ان کو یقین تھا کہ وہ مردہ (ہو چکا) ہے۔ پھر اتنا وقت ہو گیا کی آش پک گئی لیکن وہ درویش ابراہیم حضرت خواجہ کے پاس اسی طرح پڑا رہا۔ اس کے بعد آپ نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا تو وہ اس صفت سے باہر آ گیا (لیکن) اس میں بیٹھنے اور اٹھنے کی سکت نہیں تھی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا" چاہیے کہ اسے غدیوت میں اس کے گھر پہنچا دیا جائے اور کوئی درویش سامنے نہ آئے۔ جب اسے غدیوت میں لایا گیا تو اس درویش ابراہیم کے محارم میں سے ایک بوڑھی نیک خاتون تھی، جب اس نے اس کا واقعہ سنا تو اس کے نزدیک آئی اور ایک ہی ساعت بیٹھی (ہوگی) کہ اس کی صفت اس بوڑھی خاتون میں عکس کر گئی، (جس سے) وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی اور بہت دیر تک اسی طرح پڑی رہی۔ جب وہ اپنی (حالت) میں آئی تو بھی اس سے وہ صفت پوری طرح زائل نہ ہوئی اور ایک سال کے عرصے تک اس صفت کا اثر اس بوڑھی خاتون میں باقی رہا۔ (اس سے) اس خاتون کا "حال وکار" قوی ہو گیا اور بڑے بڑے آثار اس سے مشاہدہ کیے گئے۔

پیر کامل صورت ظل الٰہ: ایک درویش سے منقول ہوا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ شہر بخارا میں جلوہ گر تھے اور مقام عشق کے بارے میں ارشاد فرما رہے تھے، حاضرین میں ایک عجیب حالت پیدا ہو چکی تھی، فی الحال اسی صفت نے میرے اندر عکس کیا تو میں اسی صفت میں "قصر عارفاں" کو چل پڑا، اتفاقاً میرا ایک شخص سے تعلق خاطر ہو گیا، جب ہم ایک دوسرے کے نزدیک پہنچے تو میرے اور اس کے درمیان ایک ہاتھ ظاہر ہوا، میں نے دیکھا کہ وہ حضرت خواجہ کا ہاتھ اور آستین تھی۔

میں نے جلدی سے اپنی آنکھ بند کرلی اور بہت تیزی سے گھر کی طرف چلا گیا، میں نے شیخ شادی کو دیکھا، انہوں نے کہا کہ "مجھے حضرت خواجہ نے تیرے پیچھے روانہ کیا اور میں اسی وقت پہنچا ہوں کہ حضرت خواجہ نے یہ فرمایا ہے" تجھے متعلقین کی اچھی طرح محافظت کرنی چاہیے"، آپ نے اس بات میں بہت مبالغہ فرمایا کہ" جب تک ہم تیرے نزدیک نہ پہنچ جائیں ، تجھ سے صفت زائل نہ ہوگی۔" پھر ایک ہفتے کے بعد جب میری حضرت خواجہ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا" تا دست ما ندیدی، چشم خود رانہ پوشیدی، جب تک تو نے ہمارا ہاتھ نہ دیکھا، تو نے اپنی آنکھ بند نہ کی" آنگاہ حضرت خواجہ نے تھوڑی سی التفات کے ساتھ مجھ سے وہ صفت زائل فرمادی۔

ایک روز ولایت کے ان آثار وانوار کو جمع کرنے والا یہ ضعیف (مصنف) بخارا میں حضرت خواجہ کے درویشوں کی صحبت میں (بیٹھا) تھا اور مرید کی نسبت شیخ کی شفقت کا ذکر ہو رہا تھا کہ اس کی کیا غایت (ہوتی) ہے، حضرت خواجہ کے جملہ درویشوں میں سے ایک عزیز نے فرمایا" کہ میں جس گاؤں میں رہتا تھا وہ بخارا سے بارہ فرسنگ (چھتیس میل) کے فاصلے پر تھا۔ ایک روز مجھے اتفاق ہوا تو میں ایک دوست کے گھر چلا گیا، جب میں وہاں پہنچا تو (دیکھا) کہ وہ دوست اپنے گھر نہیں تھا، میں نے اس کی بیوی سے کہا کہ" میرا لباس دھونا چاہیے" دریں حال مجھے اس کی طرف میلان ہوگیا اور مجھ میں کوئی طاقت نہ رہی کہ میں اپنے آپ کو اس میلان سے باز رکھ سکوں۔ میں نے اس سے کہا کہ گھر کا دروازہ بند کردو، جب اس نے ارادہ کیا کہ گھر کا دروازہ بند کرے۔ اسی وقت سواری کے سم کی آواز میرے کان سے ٹکرائی، جو تیزی سے آرہی تھی (کسی نے) میرا نام لیتے ہوئے کہا کہ فلاں درویش اس گھر میں ہے؟ میں بہت خوف زدہ ہوا اور اس ضعیفہ (عورت) سے نہ ہوسکا کہ خاموش رہے۔ اس نے فوراً جواب دیا" اسی گھر میں ہے" میں بضرورت خوف کے ساتھ اس گھر سے باہر نکلا، اس سوار نے کہا کہ حضرت خواجہ تجھے طلب فرما رہے ہیں، آپ اسی وقت بخارا

سے تشریف لائے ہیں، یہ انہی کی سواری ہے۔ جونہی آپ پہنچے، آپ نے مجھے فرمایا، ''ابھی اسے بلاؤ بلا توقف، اسی سواری پر سوار ہو جاؤ'' اس عزیز نے کہا کہ میں اس حال سے بہت حیران ہوا کہ میرے اور ان کے درمیان اتنی مسافت ہے۔ اگر آپ اس وقت مجھ پر لطف و شفقت نہ فرماتے تو میں وہ (برا) عمل کر گزرتا۔ میرے اندر بہت زیادہ خوف اور ہیبت پیدا ہو گئی، میں آپ کے حضور پہنچا اور سلام عرض کی تو آپ نے لوگوں کے ہوتے ہوئے اظہار نہ فرمایا، میں بھی کھانے کی ترتیب میں مشغول ہو گیا۔ جب طعام حاضر ہوا تو آپ نے اس طعام سے کوئی لقمہ نہ کھایا اور ہر لحہ ہیبت سے مجھے دیکھتے رہے۔ جب خلوت ختم ہوئی تو مجھے فرمایا ''اگر میں نہ آتا تو تیرا کیا حال ہو جاتا'' (اس پر سے) میں بہت زیادہ شرمندہ ہو گیا۔

عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کار بے بنیاد: ایک درویش سے منقول ہے کہ میں ایک روز ایک باغ میں تھا، اتفاقاً یہ ہوا کہ میری ایک شخص سے ملاقات ہوئی تو اس سے میلان خاطر پیدا ہو گیا، میں اپنے آپ کو اس بات (میلان) سے نہ روک سکا، میں نے اس کا ارادہ کیا اور جب اس کے نزدیک گیا تو حضرت خواجہ کو دیکھا کہ آپ ظاہر ہوئے، آپ کے دست مبارک میں عصا تھا، آپ نے چاہا کہ وہ عصا مجھ پر مار دیں، میں نے جب وہ حال مشاہدہ کیا تو اپنی آنکھ بند کر لی اور ہاتھ اپنے منہ پر رکھ کر تیزی سے اس جگہ سے گھر کی طرف چل پڑا۔ پھر ایک عرصے تک میں کسی چیز کی طرف نگاہ نہ کر سکا۔ (یاد رہے کہ) جہاں میں موجود تھا، وہاں سے بخارا تک دس روز کی راہ تھی۔

پانی نصیب ہو گیا: ایک درویش نے نقل کیا کہ ''قصر عارفاں'' میں حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے درویشوں نے کھیت کاشت کیا ہوا تھا اور اب اس کو پانی دینے کا ''قوی محل'' تھا۔ لیکن اتفاقاً ''بے آبی'' کا وقت تھا جیسا کہ اکثر اوقات بخارا میں بہار (کے موسم) میں ہوتا ہے۔ ایک روز حضرت خواجہ کھیت کے پاس آئے اور فرمایا کہ اس کھیت کو پانی لگانے کا وقت ہے۔ میں نے کہا کہ ''پانی تو نہیں ہے''

حضرت خواجہ نے فرمایا" حق تبارک وتعالیٰ قادر ہے کہ پانی عطا کردے، تو پانی کا دھانہ درست کر" پس میں نے جلدی سے کھیت کا دھانہ درست کیا اور تمام رات انتظار کرتا رہا۔ جب صبح ہوئی تو پانی آ گیا، میں نے کھیت کو پانی دیا اور کھیت کے نزدیک لہسن اور پیاز کا ایک "پارہ" تھا، اسے بھی پانی دیا، جب (کام) ختم ہوا تو پانی (آنا بھی) رک گیا، میں نے تصور کیا کہ پانی بالائی طرف سے ہے میں اچھی طرح دیکھا تو (معلوم ہوا کہ) ندی کے کنارے پر میں نے جو بند باندھا تھا (اسی طرح) استوار ہے۔ جب آگے گیا اور (دیکھا) تو ندی میں "پانی بالکل نہیں تھا۔ میں نے ہر چند مبالغہ کیا، لیکن اس وقت ندی میں پانی کی کوئی علامت بھی نہیں تھی، میں حیران ہو گیا، جب میں حضرت خواجہ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا" کیا تو نے کھیت کو پانی دے دیا"؟ میں نے کہا" کیوں نہیں" فرمایا" جب ندی میں پانی نہیں تھا تو، تو نے کیا کیا" میں نے کہا" میں ندی کی بالائی طرف گیا اور بہت اچھی طرح دیکھا' لیکن ندی میں پانی نہیں تھا، (بلکہ پانی کا) اثر بھی نہیں تھا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا" جب تو جان گیا ہے تو خاموش رہنا"

<u>یہ چیزیں آسان ہیں</u>: ایک درویش نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے درویشوں کی ایک جماعت "قصر عارفاں" میں کھیت کی نالی نکال رہی تھی۔ دراں اثنا میں نے کہا" میں نے سنا ہے کہ خاندان خواجگاں قدست ارواحہم کے ایک درویش ایسے بھی ہوئے ہیں کہ ان کے مریدین اسی طرح کھیت کی نالی نکال رہے تھے۔ جب کھانا لایا گیا تو ان کے مریدوں نے کہا" کیا اچھا ہوتا اگر (اس وقت) چند زامیجی خربوزے بھی ہوتے پھر وہ عزیز اسی کھیت کی زمین میں آئے اور زامیجی خربوزہ باہر نکال کر ان درویشوں کے سامنے رکھ دیا، میں نے حضرت خواجہ کے درویشوں سے یہ بات کی تو حضرت خواجہ تشریف لے آئے اور فرمایا" ابھی تو نے کیا کہا تھا" میں خاموش ہو گیا۔ ایک درویش نے کہا کہ (دراصل) قصہ یہ تھا۔ حضرت خواجہ نے تبسم فرمایا اور ہمیں باتوں میں مشغول رکھا، (جبکہ) خود دست مبارک دراز کر کے کھیت کی زمین

سے ایک زامیجی خربوزہ پکڑ کر آستین میں چھپا لیا اور گھر کی طرف روانہ ہو گئے، یہ درویشوں کے کھانا کھانے کا وقت تھا۔ لہٰذا ہم بھی آپ کے عقب میں چل پڑے، ان درویشوں نے مجھے کہا کہ ہمیں زامیجی خربوزے کی خوشبو آ رہی ہے۔ راوی جو کہ حرم خواجہ کا محرم تھا، بولا "جب حضرتِ خواجہ گھر تشریف لائے، آپ نے وہ قصہ پوشیدہ رکھا اور فرمایا "خربوزہ" کوئی دوست شہر بخارا سے لایا ہے" جب میں آپ کے پیچھے آپ کے گھر میں داخل ہوا تو آپ کے گھر والوں نے کہا "جب تم لوگ کھیت کی نالی نکال رہے تھے تو یہ زامیجی خربوزہ شہر بخارا سے لایا گیا ہے، میں نے حقیقت حال ان کے گھر (والوں سے) بیان کی، تو حضرت خواجہ نے ایک بار پھر خود اس کی نفی کر دی (لیکن) جب آپ کے گھر (والوں) نے حقیقت حال معلوم کر لی اور پھر وہ آپ کی صحبت شریف میں اس طرح کے (بہت سے) "ظہورات" کا مشاہدہ کر چکے تھے، (اس لئے) بولے "حق تعالیٰ وتقدس کے دوستوں کے آگے اس طرح کی چیزیں (بہت ہی) آسان ہیں۔

جو کہا وہ ہو کے رہا: ایک درویش نے نقل کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ گاؤں "باغ ارسلان" کو جا رہے تھے، راستے میں ایک کسان کھیت کی زمین میں ہل چلا رہا تھا۔ اس نے وہ کام چھوڑا اور چند قدم آگے بڑھ کر حضرت خواجہ کو سلام عرض کیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا، کیا کر رہا ہے، اس نے کہا زمین میں ہل چلا رہا ہوں۔ آپ بادشاہ ہیں، (دعا کریں) کہ خربوزے کی (فصل) اچھی ہو، آپ نے فرمایا "اچھی ہوگی اور (اس میں) برکتیں ہوں گی۔" حضرت خواجہ اس کسان سے آگے بڑھے اور فرمایا "ایک دفعہ ایک کسان زمین میں چنے کاشت کر رہا تھا۔ وہاں سے حضرت سیدا تا علیہ الرحمہ گزرے اور اس سے پوچھا کہ "تو کیا کر رہا ہے"؟ اس کسان نے کہا "چنے (بو رہا ہوں) لیکن یہ زمین چنے اچھی طرح نہیں اگاتی، سیدا تا نے اس زمین سے کہا "چنے (اچھی طرح) اگائے" کہتے ہیں کہ چند سال تک اس زمین میں

بغیر کاشت کیے چنا پیدا ہوتا رہا۔ ایک فرصت کے بعد میں نے اس غدیوتی کسان کو دیکھا تو اس نے قسم کھا کر کہا کہ اس سال اس زمین میں خربوزہ بہت زیادہ ہوا۔ پھر اس زمین میں، میں نے جو کاشت کیے اور جو کے بعد چنے کاشت کیے چند سال تک اس میں جو کے وقت جو ہوتے رہے اور چنے کے وقت چنے ہوتے رہے۔ نیز آپ کی زبان مبارک کی بدولت بہت سی برکتیں بھی ہوئیں، یہ قصہ اس نواح میں مشہور ہو کر ایک جماعت کے عقیدے کا سبب بن گیا۔

ایک بے ادب کی رسوائی: ایک درویش نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کا ایک درویش "نیک روز" سوخار سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ بہت خستہ خاطر تھا، آپ نے اس سے پوچھا کہ "تیرے تغیر کا سبب کیا ہے" اس نے کہا 'ایک حسین نامی شخص نے "سوخار" میں مجھے بہت برا بھلا کہا، میں اس سے تو پریشان نہیں ہوا، لیکن جب اس نے آپ کی بارگاہ میں بے ادبی کی تو میں اس سے بہت خستہ ہو گیا" آپ نے فرمایا "پریشان نہ ہو، بہت جلد ہی وہ دنیا و آخرت کی فضیحت (رسوائی) حاصل کرے گا" درویش نیک روز نے کہا کہ "جب حضرت خواجہ نے یہ فرمایا "نماز دیگر" کا وقت تھا، میں آپ کی خدمت سے سوخار کی طرف چلا گیا، شام کی نماز ہو چکی تھی کہ میں نے اس حسین (نامی شخص) کو دیکھا جو ہاتھ میں کھانا لیے ہوئے اپنے خادم کے پاس کھیت میں جا رہا تھا۔ جب خادم کھانا کھانے میں مشغول ہوا تو وہ خادم کے کام میں مشغول ہو گیا، دریں حال ایک بھیڑیا (وہاں) نکل آیا اور اس نے اس (شخص) کے چہرے پر جست لگا کر ناک اور ہونٹ کو کاٹ دیا۔ (اس سے) اس کی صورت بہت زیادہ بگڑ گئی، اور خلق کے درمیان رسوا ہو گیا، پھر اس کا یہ قصہ (اتنا) مشہور ہوا کہ حسین "گرگ گرفتہ" اس کا لقب پڑ گیا۔

جانور بھی حکم مانتے ہیں: ایک درویش نے حضرت مولانا نجم الدین دادرک کو ملتی روح اللہ روحہٗ سے نقل کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ بخارا کے نواح

میں (کہیں) جارہے تھے۔ (راستے میں) ایک جنگل تھا، جس میں ہم نے سات ہرن دیکھے جو ایک طرف کو جارہے تھے۔ حضرت خواجہ نے مجھے فرمایا "حق تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ ایسا بھی ہوتا ہے کہ (اگر وہ چاہیں) تو اس طرح کے جانور بھی ان کے پاس آجایا کرتے ہیں، تو بھی طلب کر (کے دیکھ لے) میں نے عرض کی "آپ کے حضور میری کیا حیثیت ہے، آپ نے فرمایا "تیری طلب کی حاجت نہیں ہے، اتنی توجہ سے بھی وہ آجائیں گے، ہم چند قدم ہی چلے تھے کہ وہ ساتوں ہرن آکر ہمارے پاس کھڑے ہو گئے، حضرت خواجہ نے فرمایا "اب تو جسے چاہتا ہے پکڑ لے" میں کسی ایک کو پکڑنے کا ارادہ کرتا تو دوسرا آجاتا کہ مجھے پکڑ لے، چند مرتبہ ایسے واقع ہوا تو میں متحیر ہوگا، حضرت خواجہ نے اپنا دستِ مبارک ان ساتوں ہرنوں کی پشت پر پھیرا اور فرمایا۔ "ہم نے (تمھیں) پالیا، اب کوئی حاجت نہیں" پھر جب ہم ان ساتوں ہرنوں سے آگے بڑھے اور تھوڑا راستہ طے کیا (تو دیکھا) کہ وہ ابھی تک وہاں کھڑے تھے اور ہمیں دیکھ رہے تھے۔

یہ نکہ کی تیغ بازی: ایک درویش سے منقول ہے کہ (ایک دفعہ) حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ شہر بخارا میں حضرت مولانا حسان الدین خواجہ یوسف کے گھر قیام فرماتے۔ علماء اور درویشوں کی ایک جماعت حاضر خدمت تھی، اس جماعت میں شیخ شادی بھی موجود تھا، ایک مرد آیا اور اس نے کہا "میں شیخ شادی پر دعویٰ کرتا ہوں، حضرت خواجہ نے فرمایا "اچھا ہے، علماء حاضر ہیں، دعویٰ پیش کرو" اس مرد نے کہا کہ "میں اس کو "حاکم ولایت" کے سامنے پیش کروں گا" حضرت خواجہ نے فرمایا "ہم تیرا فیصلہ حاکم سے بہتر کریں گے، اور (اس میں) خوب غور کریں گے" اس آدمی نے حضرت خواجہ کا فرمان قبول نہ کیا۔ آپ نے فرمایا "شادی اس کے ساتھ جاؤ، اسی وقت معلوم ہوجائے گا کہ یہ تجھے حاکم کے پاس کیسے لے جاتا ہے"۔ بعض درویشوں نے شیخ شادی کے ساتھ موافقت کی۔ اس مدعی کے ساتھ اس کے بیٹے بھی تھے، اس سے

پہلے کہ وہ حاکم تک پہنچتے، ان کی راہ گزر میں "حمام در آہنین" آتا تھا، حاضرین نے کہا "ناگاہ مدعی حمام کے سوراخ میں سرنگوں ہو کر جا پڑا اور اس کے حلق اور ناک میں پانی پڑ گیا، وہ بیٹوں سے کہنے لگا۔ "مجھے پکڑو" اس کے بیٹوں نے تیزی کے ساتھ اسے پانی سے باہر نکالا تو اس نے آنکھ کھولی اور کہا "کسی شخص کو شیخ شادی سے کوئی کام نہیں ہے، مجھے یہ زخم بزرگوں کی تلوار سے لگا ہے" اس نے یہ دو تین کلمے ادا کئے اور اس وقت فوت ہو گیا۔ اس کے بیٹے تو اس کے کام (کفن دفن) میں مشغول ہو گئے اور درویش حضرت خواجہ کی بارگاہ میں پہنچ گئے اور انہوں نے وہ قصہ بیان کر دیا۔ علما کی جماعت حاضر تھی، حضرت خواجہ نے شیخ شادی پہ توجہ فرمائی اور مسکراتے ہوئے فرمایا "کیا اس دنیا میں بہت سے کام ہیں"؟ خواجہ یوسف اور حاضرین مجلس نے آپ کے اس فرمان" کہ اسی وقت معلوم ہو جائے گا کہ یہ تجھے کیسے لے جاتا ہے" پر بہت زیادہ تعجب کیا۔ اور یہ واقعہ حضرت خواجہ کے ساتھ ان کے "یقین مرید" کا سبب بن گیا۔

از شریعت احسن التقویم شو: حضرت خواجہ علاء الحق والدین نور اللہ مرقدہٗ نے بیان فرمایا کہ چونکہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کا طریقہ استقامت اور اتباع سنت تھا (اس لئے) اکثر آپ علما کرام کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ آپ کے زمانے میں مقدم علماء حضرت مولانا حسام الدین اصیلی علیہ الرحمہ اور مولانا حمید الدین شاشی علیہ الرحمہ (ہوا کرتے) تھے، ان حضرات کی حضرت خواجہ کے ساتھ بہت زیادہ ملاقات ہوئی تھی۔ ایک دن حضرت خواجہ اس فقیر کو حکم دیا کہ "تھوڑے سے بادام لاؤ" کہ ہم مولانا حمید الدین شاشی سے ملاقات کیلئے چلتے ہیں۔ اتفاقاً مولانا اپنے اصحاب کے ساتھ "شرح آباد" میں موجود تھے، جب حضرت خواجہ کی مولانا سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا "ما در جستجو ئے شما و شما در گفتگو ئے ما، ہم آپ کی جستجو میں ہیں اور آپ ہماری گفتگو میں (معروف) ہیں" (یہ بات سن کر) مولانا کی صحبت میں بیٹھے دانشمندوں کا حال بدل گیا، مولانا نے بہت زیادہ تواضع کی،

اور حال یہ تھا کہ مولانا حضرت خواجہ کی ملاقات سے پہلے اپنے اصحاب کے ساتھ حضرت خواجہ کے ذکر میں مشغول تھے۔ جب مولانا اور اصحاب نے بادام کھالئے تو حضرت خواجہ نے بادام کے چھلکوں کو جمع کیا اور ایک پاکیزہ جگہ دفن کر دیا، مولانا کے بعض اصحاب نے اس کا انکار کیا، لیکن مولانا نے ان کو منع کرتے ہوئے فرمایا "انکار نہ کرو، اور صبر کرو" حضرت خواجہ نے فرمایا "مغز، پوست (چھلکے) کی حمایت میں ہے، اگر پوست میں کوئی خلل آجائے تو وہ مغز میں بھی سرایت کرتا ہے (اسی طرح) اگر شریعت میں خلل واقع ہو جائے تو وہ طریقت میں سرایت کر جاتا ہے" مولانا نے بہت زیادہ (داد) تحسین پیش کی اور شکر کرتے ہوئے منکروں کی جماعت سے فرمایا "تم نے صبر نہ کیا تو آپ نے تمہارا ہی "اثبات" کر دیا ہے، حق تعالٰی کے دوستوں سے گستاخی نہیں کرنی چاہئے" حضرت خواجہ نے فرمایا حضرات خواجگان علیہم الرحمہ کا فرمان ہے "ہم علما کے خوشہ چین ہیں پس ہم (ان کا) اثبات کرتے ہیں، ایک روز ایک بزرگ نے ہم سے سوال کیا کہ ہماری آپ کے ساتھ ایک مدت سے ملاقات ہے، لیکن ہم آپ کا طریقہ حاصل نہ کر سکے۔ اس بزرگ کے جواب میں ہم نے کہا!

"طریقہ ما متابعت سنت است"

ہمارا طریقہ سنت کی متابعت ہے، ہم نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی نسبت تصدیق کو ثابت کیا ہے، اور عمل کے بارے میں علماء کرام کی متابعت کی ہے کہ وہ ہر چیز حضرت رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں، (لہٰذا) ہم عمل کی نسبت ان کی پیروی کرتے ہیں۔ ابتدا سے لے کر آج تک یہی ہمارا وظیفہ ہے"۔

از شریعت احسن التقویم شو

وارث ایمان ابراہیم شو (مترجم)

کس کا چراغ جلتا ہے:۔ خواجہ علاالحق والدین طاب ثراہٗ نے نقل فرمایا ہے کہ مولانا حمید الدین علیہ الرحمۃ نے حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کی خدمت میں جو سب

سے پہلا "ظہور" مشاہدہ کیا اور جو آپ کی محبت کا سبب بن گیا وہ یہ تھا، چونکہ آپ کا طریقہ پسندیدہ ۔ لوگوں پر واضح ہو چکا تھا۔ اس لئے بہت سے دانشمندوں کو آپ کی صحبت مبارکہ کی طرف میلان ہو گیا۔ بالخصوص مولانا حسام الدین خواجہ یوسف بھی حضرت خواجہ سے پیوستہ ہو گئے اور ان کے محب صادق بن گئے۔ اور انہوں نے آپ کے احوال کے مطالعے کی وجہ سے مدرسہ اور تدریس کو ترک کر دیا اور مدت ملازمت کے دوران جو "احوال اوقاف" حاصل کئے ان کا حساب کیا تو وہ بارہ ہزار دینار ہوئے، تو انہیں بھی واپس کر دیا۔ بہت سے دانش مندوں نے بھی ان کی موافقت کی اور وہ بھی حضرت خواجہ کی صحبت شریف کی ملازمت کرنے لگے، بخارا کے بعض اکابر اور علما اس معنیٰ کا انکار کرتے اور کہتے تھے، وہ وقت قریب ہے کہ مدارس ویران ہو جائیں گے اور علم کی رونق اور ترقی ختم ہو جائے گی۔ جبکہ بعض کہتے تھے کہ مولانا حسام الدین خواجہ یوسف ایک دانشمند اور صاحب کمال آدمی ہیں، ان کا متابعت کرنا بہر حال راز سے خالی نہیں۔ آخر ایک روز حضرت خواجہ تشریف فرما تھے کہ مولانا حمید الدین کا ایک بڑا شاگرد مولانا خرد ظہیری، آپ کی خدمت میں آیا اور بولا مولانا حمید الدین نے فرمایا ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ صبح سویرے درویشوں کی صحبت اختیار کریں، حضرت خواجہ نے قبول کیا اور فرمایا "اس طلب میں ایک راز ہے" آپ صبح سویرے مولانا کے پاس چلے گئے، جب ملاقات ہوئی تو مولانا نے آپ کی تشریف آوری کا سبب پوچھا، حضرت خواجہ نے طلب کرنے کا واقعہ بیان کر دیا، مولانا نے فرمایا "اس طرح کی باتیں تو میرا وظیفہ نہیں ہیں میں نے تو کچھ نہیں کہا (کیونکہ) آپ کا طریقہ تو سب کو معلوم ہو چکا ہے کہ استقامت کی نہج پر (گامزن) ہے، کسی کو آپ پر کوئی اعتراض نہیں ہے؟"۔ حضرت خواجہ نے فرمایا "ہم طالب حق ہیں، ہماری مہم اور مقصود یہی ہے کہ ہمارا سلوک "جادہ مصطفویہ" اور "متابعت سنت" پر قائم رہے، اور حق باطل سے ممیز ہو جائے، (ہمیں) آپ جیسے مقتدائے عصر سے کتاب کا حکم حاصل کرنا

چاہئے۔ نیز رسول اللہ ﷺ کے اخبار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار معلوم کرنے چاہئیں، البتہ ہم اپنا طریقہ آپ کے سامنے عرض کرتے ہیں، اگر موافق سنت ہو تو ہم مواظبت کریں اور مخالف ہو تو ہم اس سے رجوع کرلیں۔ جب مولانا نے باطل سے حق کی تمیز کرنے میں حضرت خواجہ کی کوشش کا کمال معلوم کیا تو آپ کی استدعا پہ انہوں نے ایک مجلس منعقد کی جسمیں بخارا کے علماؤ فقراء کی کثیر تعداد حاضر ہوئی۔ (مجلس میں) مولانا خرد اور طالب علموں کی ایک جماعت جرات کرنے لگی کہ یہ کونسا طریقہ درویشی ہے کہ بعض مدارس بے رونق ہو چکے ہیں اور علم کی ترقی اور عظمت ماند پڑ چکی ہے، اگر تھوڑا سا وقت اور اسی طرح گزر گیا تو طالب علم افادے اور استفادے سے منہ موڑ لیں گے۔ اس مجمعے میں وہ لوگ تو بولے مگر حضرت خواجہ خاموش رہے، جب ان لوگوں کو حضرت خواجہ اور ان کے درویشوں کی روش کے بارے میں کوئی محل اعتراض نہ حاصل ہوا تو بھی انہوں نے بہت سی غیر ضروری باتیں کیں، مولانا غضب ناک ہو گئے اور انہوں نے مولانا خرد اور ان کے پیروکاروں کو واضح طور پر منع کیا اور فرمایا ''تمہاری یہ باتیں 'طریق صواب' سے باہر ہیں''۔ بعدہٗ حضرت خواجہ نے مولانا کی طرف توجہ کرتے ہوئے فرمایا ''حق تعالیٰ وتقدس نے اپنی 'عنایات بے علت' سے ہمارے باطن میں درد دین پیدا کیا ہے، جس جگہ پہ ہمیں کوئی چیز مشکل لگتی ہے تو ہم حکم خدا فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ، (اہل ذکر سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں ہے، (سورۃ النحل ۴۳)) کے مطابق عمل کرتے ہوئے علماء کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان سے سوال کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ اس طرح ہم ان کی صحبت کو لازمی سمجھتے ہیں، یہ طریقہ صواب ہے یا نہیں؟ ہمیں اس کی خبر دیں'' مولانا نے فرمایا ''یہ طریقہ بہت زیادہ مستحسن ہے اور جادہ سنت ہے۔ اور تمام اہل اسلام پر لازم ہے کہ اس طریقے کی مواظبت اختیار کریں'' پھر حضرت خواجہ نے فرمایا ''جب خواجہ یوسف نے ہمارے اس داعیے کو شناخت کرلیا تو کبھی کبھی کرم فرماتے ہیں اور ہمارے

ہاں تشریف لا کر فقیروں کی دینی مشکلات کو حل کرتے ہیں، یہ روش کیسی ہے؟" مولانا نے فرمایا "یہ روش بہت ہی پسندیدہ ہے" وہ تمام جماعت خاموش ہو گئی، اور انہیں مواخذے کا کوئی موقع نہ مل سکا۔ اتفاقاً حضرت خواجہ نمد پہنے ہوئے تھے۔ اس جماعت نے کہا "یہ لباس منہی (منع) ہے" رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو ایسا لباس پہننے سے منع کیا ہے جو شہرت کا سبب ہو، اور یہ نمد شہرت کا سبب ہے" خواجہ یوسف بھی اس مجلس میں حاضر تھے۔ انہوں نے فرمایا "یہ نمد وہ لباس نہیں ہے، وہ لباس سبب شہرت ہوتا ہے جس میں اعلیٰ درجے کا تکلف ہو کہ مخلوق اس میں مشغول ہو جائے۔ جبکہ یہ نمد "متوسط الحال" ہے کوئی اس کے ساتھ مشغول نہیں ہوتا" حضرت خواجہ نے فرمایا "چونکہ یہ نمد بحث کا سبب ہو گیا ہے اس لئے اولیٰ یہی ہے کہ ہم اسے نہ پہنیں۔ ایک فقیر اس مجلس میں موجود تھا، آپ نے وہ نمد اسے عطا فرما دیا، اس کے بعد وہ منکر بولے، ہم ان درویشوں کی بحث کا طریقہ نہیں جانتے، ہم ان کی جنس کے کسی (آدمی) کو "حاکم" بناتے ہیں، ان درویشوں کے حق میں جو کچھ وہ کہے گا، سخن وہی (معتبر) ہوگا۔ جیسا کہ ہر "صاحب دولت" کے زمانے میں "اصحاب اقوال" اور "ارباب احوال" اس سے ظاہر ہونے والے احوال کا انکار کرنا چاہتے ہیں، حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے دور میں بھی ایسے لوگ بہت زیادہ تھے۔

یرید الجاحدون لیطفوہ
و یابی اللہ الا ان یتمہ'
ما می خواہیم و دیگراں می خواہند
تا بخت کرا بود کرا دارد دوست
لطفی نماند کان صنم خوش لقا نکرد
ما را چہ جرم گر کرمش با شما نکرد

اور ایسی جماعت (منکران) اس مجلس میں بہت زیادہ تھی۔ ان سب لوگوں

نے اس پر اتفاق کیا کہ خواجہ اولیا بزرگ قدس اللہ روحہٗ کے ایک "فرزند درویش" کو طلب کرنا چاہئے اور اس قضیہ میں اسے منصف ٹھہرانا چاہئے، جو کچھ وہ حضرت خواجہ اور ان کے درویشوں کے حق میں کہے گا وہی سخن (معتبر) ہوگا۔ وہ سب لوگ "اس درویش" کو اس لئے حکم (منصف) ٹھہراتے تھے کہ وہ اسے حضرت خواجہ قدس اللہ روحہٗ کا منکر تصور کرتے تھے، پھر انہوں نے حضرت خواجہ کے انکار میں ایک گروہ اس "یک صفت یعنی یک جہت" درویش کو بلانے کیلئے بھیجا، حضرت خواجہ ان جمیع احوال میں خاموش رہے، جب وہ درویش آیا تو بقیہ "اہل انکار" اکھٹے ہو کر ایک مسافت راہ (کے برابر) اس کے استقبال کیلئے گئے اور انہوں نے اس کی بہت زیادہ تعظیم اور احترام کیا۔ اس کے بعد جب وہ درویش مولانا کی مجلس میں پہنچا تو سب "اصحاب تفرقہ" مل کر بیٹھ گئے اور اس درویش سے حضرت خواجہ کے طریقے کے بارے میں سوال کیا؟ وہ درویش بولا "جو حق ہوگا میں وہی کچھ کہوں گا، پھر اس نے مولانا کی خدمت اور اہل مجلس کی طرف توجہ کرتے ہوئے کہا" آپ لوگ اس فقیر کے والد خواجہ قطب الدین کو جانتے ہیں"؟ سب نے بیک کلمہ کہا" وہ تو اہل طریقت کے مقتداء تھے" خصوصاً اہل انکار نے خواجہ قطب الدین کی بہت زیادہ توصیف بیان کی۔ آنگاہ وہ (درویش) بولا "ایک دن میں اپنے والد کی خدمت میں حاضر تھا کہ خواجہ بہاء الحق والدین ان کے پاس نوابوں اور سلطانوں کے لباس میں تشریف لائے۔ اور سواری سے پیادہ ہو کر اس ضعیف کے والد سے ملاقات کی۔ ایک لحظہ کے بعد میرے والد نے مجھے حکم فرمایا کہ گھر میں فلاں جگہ سرنباتی (مصری) موجود ہے۔ جس پر ہم نے عرصے سے نگاہ رکھی ہوئی ہے، اسے لے آؤ،، پھر فرمایا تو میرا فرزند ہے اور یہ بھی میرے فرزند ہیں، اور ہم دونوں کے درمیان برادرانہ تعلق قائم کرتے ہوئے فرمایا، "تم ایک دوسرے کے گلے لگ جاؤ" پھر میرے والد نے مجھے فرمایا" واقف رہو ان سے بہت بڑے اسرار اور احوال کا ظہور ہوگا" ساتھ اس درویش نے یہ کہا" کہ یہی ان احوال کے ظہور کا زمانہ

ہے جن کے بارے میں میرے والد نے فرمایا تھا" اس سے سب اہل انکار یکبار خجل اور شرمسار ہو گئے، اور اس سے حضرت خواجہ کے طریقے کی حقانیت اور آپ کی سلطانی ولایت' حق تعالی و تقدس کی عنایت سے سب پر غالب آ گئی۔ "فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ فَغُلِبُوا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا صَاغِرِينَ" گویا جو حق تھا ظاہر ہو گیا اور جو منکرین اندیشہ کرتے تھے وہ باطل ہو گیا، اور وہ اس مجلس سے "مغلوب اور محجوب" ہو کر نکل گئے۔ حضرت خواجہ نے مولانا کی خدمت میں بہت زیادہ عذر کرتے ہوئے فرمایا ہم نے خدمت کی تصدیع کی ہے" پھر آپ نے مولانا کو اس کا جرمانہ پیش کیا مولانا نے بھی حضرت خواجہ سے درخواست کی کہ یہ کھانا آپ کے قدم مبارک میں تیار ہونا چاہئے۔ حضرت خواجہ نے اسی وقت درویشوں کے ساتھ کھانا پکانے کا اہتمام کیا اور مولانا خاص دوستوں کی جماعت کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضرت خواجہ ایک لحظہ مولانا کی صحبت میں آتے اور ایک ساعت ان درویشوں کے پاس چلے جاتے جو کھانا پکانے میں مشغول تھے۔ اتفاقاً ایک مرتبہ آپ مولانا کی صحبت میں آئے اور مولانا خرد کے پہلو میں بیٹھ گئے، (اس سے) مولانا خرد کا حال دیگر ہو گیا، حضرت خواجہ جلدی سے درویشوں کی طرف چلے گئے، مولانا خرد از خود رفتہ اور بے ہوش (ہو چکے) تھے۔ اب مولانا اور سب اصحاب اس میں مشغول تھے، مولانا کا دل از حد پریشان تھا، انہوں نے اس فقیر (خواجہ علاء الدین) کو طلب کر کے فرمایا، "نزدیک ہے کہ مولانا خرد ہلاک ہو جائے، حضرت خواجہ کو بلانا چاہئے" میں نے حضرت خواجہ کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا، "یہ دل کی پریشانی کا موقع نہیں، لیکن خیر مولانا کی "رعایت خاطر" ہونی چاہیے" پھر آپ نے مولانا خرد کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اس کی وہ صفت (بے ہوشی) بہت زیادہ کم ہو گئی، وہ اپنے (اصلی) حال میں آ گیا اور بہت زیادہ روتے ہوئے اپنے قول و فعل کے بارے میں بہت زیادہ معذرت کرنے لگا، اور صمیم قلب سے آپ کا محب و معتقد بن گیا، اس طرح اس کا انکار

اور عناد فوراً اقرار اور داد میں تبدیل ہو گیا، ان احوال کے مطالبہ سے حضرت مولانا کو حضرت خواجہ کے ساتھ بہت زیادہ محبت ہو گئی، حضرت مولانا اپنی اس محبت کے بارے میں حضرت خواجہ کے حضور یہ عرض کیا کرتے تھے "جس طرح روشنی کیلئے آنکھ کی سفیدی کو آنکھ کی سیاہی کی احتیاج ہے"۔ اسی طرح مجھے آپ کی احتیاج ہے، پہلی مرتبہ جب یہ کتاب "عدۃ السالکین" کو جمع کرنے والا بندہ ضعیف "قصر عارفاں" میں حضرت خواجہ کے پاس حاضر تھا، دریں اثنا آپ نے یہ فرمایا "جس وقت خوارزم میں شیخ نجم الدین کبریٰ قدس اللہ روحہٗ کے ظہور کی خبریں مولانا فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے سنیں تو مولانا نے حضرت شیخ کو بلا کر پوچھا، "آپ نے اللہ کو کیسے پہچانا" حضرت شیخ نے فرمایا" عَرَفْتُ اللّٰهَ تَعَالٰی بِوَارِدَاتٍ غَیْبِیَّۃٍ تَعْجِزُ عَنْ اِدْرَاکِھَا الْعُقُوْلُ الْمُشَکِّکَۃُ" یعنی میں نے خدا جل جلالہٗ کو اس واردات سے شناخت کیا جو غیب سے مجھ تک پہنچتی ہے، اور اس واردات کی دریافت سے شک میں ڈالنے والی عقلیں عاجز ہیں" (اس جواب سے) مولانا رازی حیران ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ نے اس ضعیف سے فرمایا" کہ ایک مرتبہ بخارا کے علما ہمارے ساتھ بھی مشغول (بحث) ہوئے، اور پھر آپ نے (مذکورہ) قصہ بیان فرمایا۔

واعظ بھی قریب آ گیا: خواجہ علاء الحق والدین نور اللہ روضہٗ نے نقل فرمایا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے "اوائل ظہور" میں اور بخارا کے علما و فقرا کے اجتماع کے واقعے سے پہلے (کی بات ہے) شہر بخارا میں بکر فضل بخاری علیہ الرحمہ کے فرزندوں میں سے ایک واعظ تھا۔ اس کو بھی خواجہ یوسف علیہ الرحمہ کا حضرت خواجہ سے مل جانا بہت زیادہ "دشوار" لگتا تھا، وہ اکثر کہتا تھا کہ "اس سر اور پاؤں سے ننگے درویش کے پاس علم اور دانش نہیں۔ اس کی متابعت کرنے کا کیا معنیٰ ہے؟ اس کو روکنا چاہیے تا کہ دوبارہ اہل علم کے ساتھ نہ بیٹھے" ایک روز وہ اپنے دوستوں سے اتفاق کر کے قصر عارفاں کی طرف متوجہ ہوا اور اتفاقاً اسی روز خواجہ یوسف بھی طلباء کی جماعت کے

ساتھ حضرت خواجہ کی خدمت میں "قصر عارفاں" آئے۔ "باغ خانقاں" میں عظیم اجتماع (منعقد) ہوا، جب (سب لوگ) طعام سے فارغ ہوئے تو اس واعظ کے دوست صبر نہ کر سکے۔ جہاں تک کہ حضرت اور ان کے درویشوں کے ساتھ (بحث میں) مشغول ہو گئے، دریں حال شیخ امیر حسین باغ میں آیا اور اس نے سلام کی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا "امیر حسین اس طرف آؤ" پھر فرمایا "تو ہمارے حکم کی کب تک مخالفت کرے گا، ہر چند تیرا یقین زیادہ ہوتا ہے 'تو اتنا ہی زیادہ تو مخالفت کرتا ہے"، شیخ امیر حسین نے کہا "میں نے کس وقت (آپ کے) خلاف کیا" حضرت خواجہ نے فرمایا، میں نے تجھے کہا تھا کہ فلاں زمین کا سینہ بلند ہے، اسے ہموار کرنا چاہئے، تاکہ وہ پانی جذب کر سکے اور وہاں مولی کاشت کی جائے، اور وہ "بے کشت" نہ رہ جائے" شیخ امیر حسین نے کہا "میں نے ایسا ہی کیا ہے" حضرت خواجہ نے بڑے اصحاب کو روانہ کیا تاکہ اس زمین کی حالت کی خوب تحقیق کریں، جب درویش گئے تو (دیکھا) حضرت خواجہ کے فرمان کے مطابق اس زمین میں مولی کاشت نہ کی گئی تھی، اس واسطے کہ وہ ابھی تک بلند تھی اور پانی کے بغیر تھی، حضرت خواجہ نے شیخ امیر حسین سے فرمایا "تو میری بات اسی طرح سنتا ہے"۔ پھر آپ نے ہیبت سے امیر حسین کی طرف نظر کی تو اسی وقت اسکا حال بدل گیا، وہ گر پڑا اور اسکی گردن سے آواز نکلی، پھر اس کا منہ قفا (گدی) کی طرف اور قفا سینے کی طرف ہو گئی، اس کا حال دیکھ کر حاضرین کا احوال بھی متغیر ہو گیا، اس طرح "فرصت دراز گزر گئی، مگر حاضرین میں سے کسی آدمی کو اس کی مجال نہیں تھی کہ حضرت خواجہ سے درخواست کرے۔ آخر الامر خواجہ یوسف، وہ واعظ اور سب طلباء اٹھے اور بہت زیادہ شفاعت کی تو آپ نے ان کی شفاعت کو قبول کرتے ہوئے فرمایا "شیخ امیر حسین کے ہاتھ کو مالش کرو" پھر اس کا چہرہ اور "قفا" اصلی حالت میں آ گئی اور ان حاضرین کا انکار، اقرار میں مبدل ہو گیا،

مومن کی فراست سے ڈرو: ایک درویش نے نقل کیا کہ شام (کا

وقت) تھا حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ، شہر بخارا میں ایک دوست کی منزل میں تشریف فرما تھے، شیخ امیر حسین ''قصر عارفاں'' سے آیا تو حضرت خواجہ نے اس کی طرف نظر فرمائی اور فرمایا ''امیر حسین! تجھ پر کیا گزرا ہے'' وہ خاموش رہا تو حضرت خواجہ نے پوچھا ''تجھے ہماری صحبت میں رہتے ہوئے کتنے سال ہو چکے ہیں'' اس نے کہا ''سترہ سال'' آپ نے فرمایا ''اس دوران کیا تو نے ہم سے کوئی ایسی بات سنی جو واقع نہ ہوئی ہو''۔ شیخ امیر حسین نے کہا ''نہیں'' آپ نے فرمایا ''پھر جو کچھ ہوا ہے (اس کے بارے میں) کیوں نہیں بتاتا'' وہ بالکل نہ بولا، آپ نے فرمایا ''جب تو نہیں بتاتا تو میں بتا دیتا ہوں'' پس آپ نے جلال کے ساتھ فرمایا ''تیرے دل میں میری ضعیفہ (بیوی) یا دختر کے بارے میں کوئی خیال آیا ہے'' جب آپ نے یہ سخن فرمایا، شیخ امیر حسین کی گردن سے آواز نکلی اور اس کا چہرہ اس کی پشت کی طرف ہو گیا۔ اور اس کی قفا (گدی) اس کے سینے کی طرف ہو گئی اور رنگ سیاہ ہونے لگا، اسی حال میں کافی وقت گزر چکا تھا۔ اور رات ''بیگاہ'' ہو گئی تھی۔ میں نے اس سے پہلے ہرگز یہ حال مشاہدہ نہیں کیا تھا اس لئے ازخود رفتہ ہو گیا، اس مکان میں ایک عزیز تھا جس نے کھڑے ہو کر التماس کی، حضرت خواجہ نے فرمایا ''اے عزیز! تو خاموش ہو جا، تو درویشوں کے طریقے نہیں جانتا اور نہ تو ان کی صحبت میں رہا ہے کہ درست کہہ سکے'' اسی وقت شیخ امیر حسین نے کہا ''صورت حال یہ تھی کہ حضرت خواجہ نے مجھے کچھ گوشت، صابون، اور روغن چراغ دیا کہ قصر عارفاں میں ہمارے گھر پہنچا دے، وہ اس طرح کہ یہ چیزیں دروازے کے قریب گھڑے میں رکھنا، جب میں آپ کے گھر پہنچا اور اسی طریقے سے وہ چیزیں گھڑے میں رکھ دیں تو (اچانک) میری نظر آپ کی خاتون کی بہن پر جا پڑی اور میرے دل میں میل آ گیا''۔ حضرت خواجہ نے فرمایا ''جب تجھے معلوم ہے کہ ہماری آنکھ میں بصیرت ہے، جو حق تعالیٰ و تقدس نے ہمیں کرامت فرمائی ہے، جیسا کہ حدیث نبوی کا حکم ہے '' اتقوا فراسة المومن فانہ'

ینظر بنور اللہ " یعنی مومن کی فراست سے ڈر و وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے پھر تو ہمیں کیوں تشویش میں مبتلا کرتا ہے۔اور جلدی سے سچ بات کیوں نہیں کہہ دیتا" اس نے کہا "بدکردم وتوبہ کردم" میں نے برا کیا، (اب) میں توبہ کرتا ہوں۔آپ معاف فرمادیں" حضرت خواجہ نے اپنا دست مبارک شیخ امیر حسین کی گردن پر رکھا تو اس کی گردن سے آواز آئی اور اس کا چہرہ اور قفا اپنی اصلی حالت پر آ گئے، حق یہ ہے کہ ان احوال کا مشاہدہ حضرت خواجہ کے ساتھ میرے رسوخ محبت کا سبب بن گیا۔

شفقت وتربیت: انہوں نے شیخ شادی سے نقل کیا کہ ایک بار میں "کرباس" (ایک قسم کے کپڑے) کا کچھ ٹکڑا شہر بخارا کے بازار لے گیا اور فروخت کر دیا، اس کی رقم حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ نے خرچ کر دی اور مجھے فرمایا "جب تو گھر پہنچے تو (گھر والوں سے) کہنا "کرباس کی قیمت حضرت خواجہ نے خرچ کر دی ہے" جب میں شہر بخارا سے غدیوت آیا تو اہل خانہ نے مجھے پوچھا کہ "تو نے کرباس کی رقم کو کیا کیا" میں نے کہا "میں نے اسے کمر پہ باندھا تھا، کہیں (راستے میں) کھل کر گر پڑی" گھر والے تو خاموش ہو گئے لیکن میرے اندر ایک "قبض عظیم" کی (کیفیت) پیدا ہو گئی اور مجھ سے آرام وقرار (دور) جاتا رہا۔ایک مدت کے بعد حضرت خواجہ شہر بخارا سے تشریف لائے اور اس "جماعت خانہ" سے فرمایا "شادی نے تمہیں آکر جو بتایا تھا کہ رقم میں نے کمر پہ باندھی تھی، لیکن وہ کھل کر گر پڑی، تو یہ سخن خلاف واقعہ ہے، میں نے اس سے کہا تھا کہ جاکر (اصل) صورت حال بتانا، اب اس کی یہ قبض اس وجہ سے ہے کہ اس نے اصل واقعہ بیان نہیں کیا ہے" اس کے بعد آپ نے لطف فرمایا اور اسے اس "صفت قبض" سے باہر نکالا، آپ (مرید) شفقت اور تربیت بجالائے تو حاضرین کا آپ کے اس اشراف وشفقت (کو دیکھ کر) حال تبدیل ہو گیا۔

مرشد کا فریضہ: منقول ہے کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ غدیوت میں شیخ شادی کے گھر تشریف فرماتے اور فقیروں پر لطف فرمار ہے تھے، شیخ شادی نے اس کمرے

میں داخل ہونا چاہا تو پہلے بائیں پاؤں کو اندر رکھا، حضرت خواجہ نے فرمایا "شادی! تو غفلت کے ساتھ اندر آیا ہے، تجھے کیا ہوا کہ تو غافل ہو گیا، جس کمرے میں ہم رہتے ہیں اس میں تو غفلت کے ساتھ آتا ہے، آخر تو کیوں واقف نہیں ہوتا" پس ازاں آپ نے "اپنی انگشت مسبحہ" کو زمین پر رکھا تو شادی سرنگوں ہو کر "تکشو" (نالی) میں جاگرا اور اس کے احوال تبدیل ہو گئے اور وہ از خود رفتہ ہو گیا۔ اس صفت کے مشاہدے سے حاضرین پر ایک خوف طاری ہوا اور وہ سب گریہ زن ہو گئے، اس وقت ایک درویش "باغ ارسلان" سے حاضر ہوا اور اس نے وہ حال دیکھ کر اپنا چہرہ زمین پر رکھتے ہوئے نہایت عاجزی اختیار کی، پھر آپ نے شیخ شادی سے عفو فرمایا اور فرمایا "مرشد وہ ہے جو محل شفقت (تربیت) میں (مرید کی) ذرہ بھر اور ایک چھلکے کے برابر (کوتاہی) بھی نظر انداز نہ کرے، اگر میں تجھے، تیری غفلت نہ بتاؤں تو میں نے (تیری) کیا شفقت کی ہوگی"

غفلت منظور نہیں: منقول ہے کہ ایک بار درویش غدیوت میں شیخ شادی کے گھر "تماج" پکا رہے تھے اور اتفاقاً ایک درویش "تماج" کو غفلت کے ساتھ دیگ میں ڈال رہا تھا، سب درویش مزاح کر رہے تھے، جب انہوں نے "تماج" ڈالنا ختم کر دیا، تو حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ "قصر عارفاں" سے تشریف لے آئے۔ آپ نے بہت جلال کے ساتھ شیخ شادی کو فرمایا کہ دیگ کے سر پر پوش استوار کر دے۔ پھر روئے مبارک ان درویشوں کی طرف کر کے فرمایا "یہ کیسی عمر ہے جو تم لوگ گزار رہے ہو، مجھے کئی کام تھے، جب میں نے دیکھا کہ تم لوگ تماج کو غفلت کے ساتھ ڈال رہے ہو، تو میں بہت تیزی سے آیا ہوں، وہ جماعت جو غافل تھی، اس کے احوال تبدیل ہو گئے اور وہ بیخود ہو گئی۔ شیخ شادی نے درخواست کی تو حضرت خواجہ نے معاف فرما دیا۔ اور شیخ شادی سے کہا دیگ کا سر کھول دے، شیخ شادی نے دیکھا کہ وہ تماج "انگوربا" ہو چکا تھا، حالانکہ بہار کا موسم تھا۔ جیسا کہ وہ تماج اور روغن ڈالتے تو

ایسا اکثر ہوا کرتا تھا، اور یہ واقعہ بہت سی مخلوق کے ارشاد کا سبب بن گیا۔

درویش کھانا نہ کھا سکے: منقول ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے درویش غدیوت میں شیخ شادی کے گھر "شیر گرنج" پکا رہے تھے، جب انہوں نے (کھانے کیلئے) وہ طعام پیالوں میں ڈالا اور تقسیم کیا تو کسی ایک درویش، میں بھی طاقت نہ ہوئی کہ اس کا ایک لقمہ بھی کھا سکے۔ وہ سب حیران ہو گئے اور کہنے لگے، "ہمارے حلق پکڑے گئے ہیں۔ اب کھانا ممکن نہیں ہے، اس میں ضرور کوئی راز ہوگا۔ مصلحت یہی ہے کہ ان سب "آشبوں" کو دیگ میں ڈال دیں اور انتظار کریں کہ کیا ظاہر ہوتا ہے" ایک لمحہ ہی گزرا تھا کہ حضرت خواجہ تشریف لے آئے اور فرمایا "میں "قصر عارفاں" سے چلا تو تم لوگ دیگ آتش دان پر رکھ چکے تھے، اور جب میں نے چوتھائی راہ طے کر لی تو تم نے آش دیگ سے نکالنا شروع کر دی، پس ازاں میں نے تمہارے حلق پکڑ لئے تا کہ تم آش نہ کھا سکو، ان درویشوں نے "شوق تمام" کے ساتھ وہ آش آپ کی خدمت میں حاضر کی اور اس صحبت مبارک میں بہت سے عجب احوال پیش آئے۔

امیر حسین کا استقبال: ایک درویش سے منقول ہوا کہ پہلی بار خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ بیت اللہ شریف کی زیارت کیلئے جا رہے تھے تو آپ نے خراسان میں قیام فرمایا۔ آپ نے وہاں سے ایک مکتوب بھیجا کہ آپ نے بخارا سے شیخ امیر حسین کو طلب کیا تھا۔ اتفاقاً میں بھی شیخ امیر حسین کے ہمراہ خراسان روانہ ہو گیا، جب ہم "مرو" پہنچے تو خبر ہوئی کہ حضرت خواجہ تو "سرخس" کی جانب چلے گئے، جب ہم اس طرف چلے اور نزدیک پہنچے تو حضرت خواجہ نے ہمارا استقبال فرمایا، ہم متعجب ہوئے کہ حضرت خواجہ کو ہماری آمد کا کیسے معلوم ہوا ہے" حضرت خواجہ نے فرمایا "کل دو مرتبہ مجھے کہا گیا تھا کہ "درویش امیر حسین آ رہا ہے، اس کا استقبال کرو"

مولانا عارف کا واقعہ: خواجہ علاء الحق والدین طاب ثراہٗ سے منقول ہے کہ ایک

روز خواجہ یوسف نے حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ سے التماس کی کہ آپ اس فقیر کے
''مزار سفید مون'' والے باغ میں قدم شریف رکھیں، آپ نے ان کی یہ التماس قبول
فرمائی۔اور درویشوں کے ہمراہ سفید مون کی جانب اس باغ میں تشریف لے گئے۔
آپ نے وہاں دو روز توقف فرمایا۔عنایات الٰہی سے تیسرے روز بھی آپ کی
خدمت میں درویشوں کے احوال بہت خوش تھے۔اور صحبت سرگرم تھی دراں حال
مولانا عارف پہنچے اور آپ کی صحبت سے مشرف ہوئے، کچھ دیر گزری تھی۔ کہ حضرت
خواجہ اس باغ سے باہر نکل آئے اور ایک درخت کے سائے میں تکیہ لگا لیا۔ یہ ضعیف
آپ کے قدموں میں تھا۔تھوڑی فرصت کے بعد خواجہ یوسف کچھ طالبعلموں کیساتھ
باغ سے باہر نکلے لیکن حضرت خواجہ کی خدمت میں نہ پہنچے۔جب میں ان کے نزدیک
گیا تو انہوں نے فرمایا'' ہمارے اندر ایک خوف پیدا ہو گیا ہے، اس لئے ہم حضرت
خواجہ کے نزدیک نہیں جا سکے۔خوف کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت خواجہ باغ سے اس
طرف آ گئے تو اس کے بعد مولانا عارف نے ایک بات کر دی، ہم نے ایک ہی لحہ اس
کے کلمات سنے کہ ہم میں ثقالت اور قبض (کی حالت) پیدا ہو گئی، ہم جلدی سے اس
مجلس سے باہر نکل آئے۔اب ہم پر ایک ''خوف عظیم'' طاری ہو چکا ہے'' میں نے
حضرت خواجہ سے خواجہ یوسف کا واقعہ عرض کر دیا، آپ باغ میں تشریف لائے تو نماز
ظہر کا وقت ہو چکا تھا۔آپ نماز میں مشغول ہوئے تو مولانا امیر ابو بکر اشجی کو امامت کا
حکم دیا۔تکبیر تحریمہ کے بعد ایک فرصت گزر گئی مگر مولانا ابو بکر سے کوئی حرکت پیدا نہ
ہو سکی، آپ اُسے محراب سے باہر لائے اور خود امامت میں مشغول ہو گئے، جو لوگ
حضرت خواجہ کے ساتھ نماز میں کھڑے تھے، ان میں ایک ہیبت پیدا ہو گئی تھی، اور ہر
آدمی میں ایک کیفیت نے (ایسا) تصرف کیا کہ وہ نماز بھی نہیں پڑھ سکتے تھے۔ان میں
سے صرف ایک شخص نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی، اور جو لوگ خواجہ یوسف کے باغ
میں موجود تھے ان کی تعداد تقریباً ستر تھی۔ ہر آدمی کا ایک (خاص) حال تھا۔بعض آدمی

رو رہے تھے اور بعض خاک میں لوٹ رہے تھے اور بعض صحرا کی طرف جا رہے تھے۔ مولانا امیر ابو بکر نے عمامہ اور دراعہ (چوغہ) پھینک دیا اور ہر طرف دوڑنے لگا۔ اور کہنے لگا "میرا دل، مجھ سے رنجیدہ ہے" تیز وہ اپنے سر پر "خاک و خاشاک" بھی ڈال رہا تھا، جب حضرت خواجہ نے نماز مکمل فرمائی اور آپ نے اس قوم کی صفت کو مشاہدہ کیا کہ ان کا حال عجیب ہو گیا تھا۔ آپ باغ سے باہر تشریف لائے اور ایک ٹیلے پر کھڑے ہو گئے دراں حال خواجہ یوسف نے کہا "ہمارا خوف اور زیادہ ہو گیا ہے کہ اس حال کی تدبیر کیا ہے" میں نے خواجہ یوسف کا یہ حال اور صفت حضرت خواجہ کے حضور عرض کر دی، آپ نے غیرت اور اس قوم کے اظہار عجز کے طور پر فرمایا "ان لوگوں کی تدبیر یہی ہے کہ مولانا عارف کے نزدیک جائیں، وہ ان لوگوں کے یہ احوال اسی کے کلام و بیان کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اسے تلاش کرنا چاہئے" اتفاقاً مولانا (عارف) کسی طرف چھپ گئے تھے، ایک جماعت مولانا عارف کو تلاش کرنے نکلی، اس وقت میں نے حضرت خواجہ کے حضور عاجزی کا اظہار کیا (اور کہا) خواجہ یوسف کا دل بہت زیادہ زیر بار ہے کہ یہ لوگ آپ کی صحبت شریف کیلئے اس باغ میں آئے ہیں، اور ان کا یہ حال (ان کی) بے معرفتی اور نادانی کی بدولت واقع ہوا ہے۔ ان کے حال کی اصلاح آپ کی معمولی سی التفات پر منحصر ہے" حضرت خواجہ نے لطف فرمایا اور ان لوگوں میں سے ہر ایک کو توجہ عطا فرمائی تو وہ اپنے اصل حال میں واپس آ گیا۔ لیکن آپ مولانا امیر ابو بکر کی طرف ہرگز مشغول (متوجہ) نہ ہوئے۔ جہاں تک کہ مولانا عارف آ گئے، حضرت خواجہ نے مولانا عارف کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "یہ جو تو نے عمل کیا ہے، کیا یہ درویشی ہے" تو نے مجلس کو گرم پایا اور ایک قوم کو دیکھا کہ وہ بہت زیادہ متعلق ہے، تو تو نے ارادہ کیا کہ ان کو اپنی طرف جذب کر لے، تو نے تنور کو گرم پا کر اپنے خمیر کو پکانا چاہا، اور فساد برپا کر دیا۔ اب تجھ پر واجب ہے کہ ان کے حال کی اصلاح کرے۔ میں نے خواجہ یوسف کی التماس کے واسطے سے سوائے مولانا

امیر ابو بکر کے سب لوگوں کا علاج کر دیا، جس وقت میں باغ سے باہر نکلا تو تو نے صحبت گرم حاصل کی اور اس مولانا امیر ابو بکر کی طرف متوجہ ہوا اور معارف الٰہی کی شرح بیان کرنے لگا۔ اب تجھے چاہئے کہ اس کے اس حال کی اصلاح کرے۔ تو نے ایک بہت بڑے عالم کامل کو اپنے سخن سے بیخود کر دیا ہے۔ اور "غیر منقطع" بنا دیا ہے، اس کے فرزند تجھے کیسے چھوڑیں گے؟

جب حضرتِ خواجہ نے یہ "سخنان مبارکہ" ادا فرمائے تو آپ سے ظاہر ہونے والی ہیبت وجلال کے اثر سے مولانا عارف رونے لگا۔ اس نے بہت زیادہ برخاست وتضرع سے کام لیتے ہوئے کہا میں نے برا کیا، اب توبہ کرتا ہوں۔ واقعی میری یہ حد نہیں ہے۔ خواجہ یوسف نے بھی اٹھ کر شفاعت کی تو حضرت خواجہ نے مولانا عارف کو معاف کر دیا، مولانا امیر ابو بکر کو بہت زیادہ توجہ سے نوازا، اور ان سے وہ صفت زائل کر دی، پھر آپ نے فرمایا۔ "عمامہ باندھ لو اور دراعہ پہن لو"۔ مولانا امیر ابو بکر جب اپنے اصل حال میں لوٹ آئے تو حضرتِ خواجہ بھی علماء اکابر، اور درویشانِ (باصفا) کے ساتھ "مزار سفید مون" کے باغ سے شہر بخارا کی طرف چل پڑے۔

مشائخ ننگی تلوار ہیں: ایک عزیز نے نقل کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ شہر بخارا میں ایک "دراز گوش" پر سوار تھے۔ اتفاقاً ایک درویش آپ کی راہ گزر پر (کھڑا) تھا۔ جب آپ اس کے نزدیک پہنچے تو اس درویش نے درخواست کی "گدھے سے نیچے اترنا شرط نہیں" حضرت خواجہ نے فرمایا، "ہمارے دل میں بھی نہیں تھا کہ ہم نیچے اتریں، پس درخواست کی حاجت نہیں ہے" اس درویش نے غضب ناک ہو کر آپ کو بہت زیادہ برا بھلا کہا، آپ نے تبسم فرمایا اور بشاشت کا اظہار کیا، حاضرین آپ کے اس لطف پہ حیران ہو گئے۔ اتفاقاً دوسرے روز حضرت خواجہ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ "کوفین" کی طرف روانہ ہوئے تو (معلوم

ہوا کہ) اس درویش کو ایک سخت (قسم کا) مرض لاحق ہو گیا ہے، بعض لوگ جو اس روز
حاضر تھے جب اس نے حضرت خواجہ کی بے ادبی کی تھی، وہ اس کے پاس گئے اور اسے
کہا تیری بیماری کا باعث وہ الفاظ ہیں جو تو نے اس دن آپ کی نسبت ادا کئے تھے،
اس (بیماری) کا علاج بھی آپ ہی کریں گے۔اب وہ درویش ہمیشہ حضرت خواجہ کو یاد
کرتا رہتا تھا، ایک روز اس نے مجھے طلب کیا اور کہا" اگر آپ تشریف نہ لائے تو میں
ہلاک ہو جاؤں گا" کچھ دیر کے بعد جب میں اس کے پاؤں سے (اٹھ کر) باہر آیا اور
ایک کام کی غرض سے ایک طرف روانہ ہوا تو حضرت خواجہ سے میری ملاقات ہوگئی
۔آپ اس وقت کوفین کی طرف سے تشریف لا رہے تھے۔میں نے آپ کو سلام کیا
تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ اس" درویش بیمار" کا حال کیا بہتر ہے، جس کے پاس تو
ابھی بیٹھا ہوا تھا۔میں نے تعجب کیا، اور اسی وقت عرض کیا" اسے بہت زیادہ زحمت
ہے اور وہ آپ کی لقائے شریف کا منتظر ہے" حضرت خواجہ اپنی منزل پر نہ گئے، اس کی
عیادت کے لئے چل پڑے۔میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔آپ نے اس درویش کی
عیادت کی اور فرمایا" الشافی ھواللہ وہی اللہ شفا دینے والا ہے۔تو ٹھیک ہو جائے گا
،خوف نہ کھا، تو اس بیماری سے نہیں مرے گا"۔آپ کی دعا کی برکت سے اس درویش
میں صحت کا اثر پیدا ہو گیا۔اس نے حضرت خواجہ سے بہت زیادہ عذر کیا اور عرض کی
" آپ کی خاطر شریف مجھ سے رنجیدہ ہے۔میں نے بے ادبی کی، آپ معاف
فرما دیں" حضرت خواجہ نے فرمایا" میرا دل تجھ سے رنجیدہ نہیں، اور میرے باطن میں
تیری طرف سے کوئی غبار نہیں" پھر حضرت خواجہ اس درویش کے پاس سے باہر آگئے
اور دوران اثنا ارشاد فرمایا" ہم روش پیغمبر ﷺ کی متابعت کرتے ہیں، لوگوں نے ان
کے دندان مبارک کو شہید کیا تو آپ نے فرمایا" اللھم اھد قومی فانھم لا
یعلمون " اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے، وہ (میری عظمت کو) نہیں
جانتے۔لیکن کہا گیا ہے" مشائخ ننگی تلوار ہیں لوگ خود اپنے آپ کو اس تلوار پر گرا لیتے

ہیں، وہ خود تو کسی پر نہیں کرتے۔" حضرت عزیزان قدس اللہ سرہٗ سے سوال کیا گیا کہ "یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی کو مشائخ کی تلوار لگی ہے، یہ بات کیسی ہے" آپ نے فرمایا "جو آدمی مرد کامل ہے وہ غیر سے مشغول نہیں ہوتا اور جو "نامرد" ہے وہ یہ کام کر نہیں سکتا لیکن اس راہ (عرفان) میں (شیخ کامل) ایک ننگی تلوار ہے، لوگ خود اپنے آپ کو اس پر گرا لیتے ہیں"

کمزور اونٹ، شہ زور ہو گیا: ایک درویش نے نقل کیا ہے جو حضرت خواجہ ما قدس اللہ سرہٗ کے سفر و حضر کا ملازم تھا کہ آپ دوسری مرتبہ بیت اللہ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے اور بغداد پہنچے تو یہ وہ وقت تھا جب حجاج کرام "راہ کعبہ" کے لئے کرائے پر اونٹ حاصل کرتے تھے، حضرت خواجہ نے اصحاب کو حکم دیا کہ "ہر آدمی اپنے لئے ایک ایک اونٹ حاصل کر لے" بالآخر ایک اونٹ لاغر اور ضعیف رہ گیا۔ جس کی طرف کسی حاجی نے التفات نہ کی اور کسی نے اسے قبول نہ کیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا "اس اونٹ کو ہم حاصل کرتے ہیں، اصحاب بہت پریشان ہوئے اور انہوں نے عاجزی کرتے ہوئے حضرت خواجہ سے عرض کی "یہ اونٹ بہت لاغر ہے اور اس کی قوت کے بغیر "راہ کعبہ" بہت دشوار ہے" حضرت خواجہ نے فرمایا "البتہ ہم اسی اونٹ پر بیٹھنا چاہتے ہیں" بعدہٗ جب جنگل آیا تو بہت سارے قوت والے اونٹ درماندہ ہو کر ایک جگہ رک گئے۔ حضرت خواجہ کعبہ کو جاتے وقت اور آتے وقت اسی لاغر اونٹ پر سوار رہے۔ حضرت خواجہ بہت مرتبہ فرمایا کرتے تھے "ہر کوئی جب کسی ستور پر سوار ہو تو اسے چاہیے کہ ستور (لادو جانور) پر اپنا بوجھ نہ ڈالے اور ہر طرح ستور کے حال کی رعایت کرے۔" بہت سے اولیا اللہ ایسے ہیں جو صورتاً تو ستور پر سوار ہوتے ہیں لیکن حقیقتاً ان کا بوجھ سواری پر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ سلطان ابو یزید بسطامی قدس اللہ سرہٗ سے منقول ہے" حج کے راستے میں تمام اہل قافلہ کو حضرت خواجہ کی اس صفت سے بہت زیادہ حیرت ہوئی۔

ہیں، وہ خود تو کسی پر نہیں کرتے۔"حضرت عزیزان قدس اللہ سرہٗ سے سوال کیا گیا کہ "یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی کو مشائخ کی تلوار لگی ہے، یہ بات کیسی ہے" آپ نے فرمایا "جو آدمی مرد کامل ہے وہ غیر سے مشغول نہیں ہوتا اور جو "نامرد" ہے وہ یہ کام کر نہیں سکتا، لیکن اس راہ (عرفان) میں (شیخ کامل) ایک ننگی تلوار ہے،، لوگ خود اپنے آپ کو اس پر گرا لیتے ہیں"

کمزور اونٹ، شہ زور ہو گیا: ایک درویش نے نقل کیا ہے جو حضرت خواجہ ما قدس اللہ سرہٗ کے سفر و حضر کا ملازم تھا کہ آپ دوسری مرتبہ بیت اللہ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے اور بغداد پہنچے تو یہ وہ وقت تھا جب حجاج کرام "راہ کعبہ" کے لئے کرائے پر اونٹ حاصل کرتے تھے، حضرت خواجہ نے اصحاب کو حکم دیا کہ "ہر آدمی اپنے لئے ایک ایک اونٹ حاصل کر لے" بالآخر ایک اونٹ لاغر اور ضعیف رہ گیا۔ جس کی طرف کسی حاجی نے التفات نہ کی اور کسی نے اسے قبول نہ کیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا "اس اونٹ کو ہم حاصل کرتے ہیں، اصحاب بہت پریشان ہوئے اور انہوں نے عاجزی کرتے ہوئے حضرت خواجہ سے عرض کی "یہ اونٹ بہت لاغر ہے اور اس کی قوت کے بغیر "راہ کعبہ" بہت دشوار ہے" حضرت خواجہ نے فرمایا "البتہ ہم اسی اونٹ پر بیٹھنا چاہتے ہیں" بعدہٗ جب جنگل آیا تو بہت سارے قوت والے اونٹ درماندہ ہو کر ایک جگہ رک گئے۔ حضرت خواجہ کعبہ کو جاتے وقت اور آتے وقت اسی لاغر اونٹ پر سوار رہے۔ حضرت خواجہ بہت مرتبہ فرمایا کرتے تھے "ہر کوئی جب کسی ستور پر سوار ہو تو اسے چاہیے کہ ستور (لادو جانور) پر اپنا بوجھ نہ ڈالے اور ہر طرح ستور کے حال کی رعایت کرے۔" بہت سے اولیا اللہ ایسے ہیں جو صورتاً تو ستور پر سوار ہوتے ہیں لیکن حقیقتاً ان کا بوجھ سواری پر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ سلطان ابو یزید بسطامی قدس اللہ سرہٗ سے منقول ہے" حج کے راستے میں تمام اہل قافلہ کو حضرت خواجہ کی اس صفت سے بہت زیادہ حیرت ہوئی۔

وہ خواب اپناد کھا گئے: شیخ امیر حسین نے نقل کیا ہے کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ سے میری محبت اور وابستگی کا پہلا سبب یہ تھا کہ میں قصر عارفاں میں آپ کے گھر (کے پاس) رہا کرتا تھا۔ میری عمر بیس سال تھی۔ میرا پیشہ تو زراعت تھا لیکن میری تمام ہمت کھانے اور سونے میں صرف ہوتی تھی۔ میں قرآن، آداب اور مسلمانی کے احکام کو نہیں جانتا تھا۔ حضرت خواجہ مسجد کو جاتے ہوئے میرے گھر کے دروازے پر سے گزرتے تو ہر مرتبہ گزرتے وقت مجھ پر نظر ڈالتے اور تبسم فرمادیتے تھے۔ جہاں تک کہ چند مرتبہ اسی طرح واقع ہوا تو میرے اندر بہت زیادہ غم پیدا ہو گیا کہ میں کیوں نہیں نماز پڑھتا، کوئی بھی میرے اس حال سے واقف نہیں تھا۔ ایک رات میں اسی غم میں سو گیا، میں نے حضرت خواجہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں ایک بڑا سا روشن آئینہ ہے، آپ نے اسے میرے ہاتھ پر رکھ دیا اور میں نے اپنے آپ کو اس آئینے میں دیکھا، میں اسی حال میں تھا کہ خواب سے بیدار ہو گیا، پھر مجھ پر بہت زیادہ گریہ طاری ہوا اور ہر لحہ میں یہی چاہتا تھا کہ نعرہ لگاؤں، لیکن بہت زیادہ تکلف کرتے ہوئے میں نے ضبط سے کام لیا۔ دریں حال حضرت خواجہ میرے گھر تشریف لائے اور میرے نزدیک بیٹھ کر فرمایا "تجھے کیا ہوا ہے" میں خاموش رہا، آپ نے فرمایا "جس نے تیرے ہاتھ پر آئینہ رکھا وہ کون تھا" میں نے کہا "حضرت شا" آپ نے فرمایا "جب تو جانتا ہے تو خاموش رہنا" پھر فرمایا "تو نماز کیوں نہیں پڑھتا" میں نے روتے ہوئے عرض کی "میں نماز پڑھنا نہیں جانتا اور میں قرآن بھی نہیں پڑھ سکتا "۔ آپ نے فرمایا "میں تجھے تعلیم دوں گا، اور ہر تربیت اور شفقت بجالاؤں گا،" والحق جیسا آپ نے فرمایا ویسا ہی بجالائے، یہ واقعہ میری محبت کا پہلا سبب تھا۔ پھر میں ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہا کرتا اور ہر اشارے کا انتظار کرتا کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔

تاراب کا واقعہ: شیخ امیر حسین نے بیان کیا ہے کہ جس وقت لوگ تاراب (کے بازار) کی تعمیر کر رہے تھے تو بخارا کی خلقت بہت زیادہ تشویش میں مبتلا

تھی۔ حضرت خواجہ ماقدس اللہ سرہٗ کی خاطر شریف بھی اہل اسلام کے تفرقہ کی وجہ سے زیر بار تھی۔ میں اس وقت ایک سوخار سے باغ کی دیوار (بنانے) کے لئے پشت پر کانٹے دار جھاڑی لا رہا تھا۔ حضرت خواجہ نے مجھے فرمایا ''تو تاراب کی طرف چلا جا کہ مسلمانوں کو خلاصی نصیب ہو''۔ میں آپ کے حکم سے تاراب کی طرف روانہ ہوگیا۔ جب میں تاراب کے نزدیک پہنچا تو میں نے وہاں کے لوگوں میں غلبہ اور شور ملاحظہ کیا۔ جب اور قریب گیا تو معلوم ہوا کہ حکم ہو چکا ہے، کہ لوگ واپس چلے جائیں۔ درحال لوگ شہر بخارا کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔ دوسرے روز میں حضرت خواجہ کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا ''تو اتنی جلدی کیوں آ گیا'' میں نے قصہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا ''کاش تو اس سے پہلے چلا جاتا''

ایک بے نماز کی توبہ قصر عارفاں میں رہنے والے ایک آدمی نے بیان کیا کہ ایک رات حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ قصر عارفاں کی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ درویشوں کی ایک جماعت بھی حاضر تھی۔ حضرت خواجہ میری طرف متوجہ ہوئے اور میرے باپ کا نام لیکر فرمایا ''کون ہے جو اسے نماز کے لئے حاضر کرے'' اور حال یہ تھا کہ میرا باپ نماز نہیں پڑھتا تھا۔ جونہی حضرت خواجہ نے یہ ارشاد فرمایا، میں نے ایک جماعت دیکھی جو اپنے ہاتھ میں ''تیغ و دبوس'' کا بہت ہیبت ناک اسلحہ لیے ہوئے تھی اور میرے باپ (کو مارنے) کا ارادہ کر رہی تھی۔ میں جلدی سے اٹھا اور عرض کی ''میں اسے نماز کے لئے حاضر کرتا ہوں'' حضرت خواجہ نے فرمایا ''تو یہ دولت اور سعادت حاصل کرے گا'' میں مسجد سے باہر نکلا اور بہت جلدی سے گھر کی طرف چل پڑا۔ میں نے اس جماعت کو اسی کیفیت میں دیکھا کہ میرے پیچھے گھر پہنچ گئی ہے۔ میں نے باپ سے کہا ''نماز کے لئے چلنا چاہیے'' اس نے کہا ''کیوں نہیں، میں چلتا ہوں'' لیکن پھر اس نے ذرا مساہلت سے کام لیا۔ میں نے اس جماعت کو دیکھا کہ اس کو مارنے کا ارادہ کر رہی تھی، میں نے جلدی کی اور باپ کو وضو میں مشغول کر دیا۔

میری آنکھ اس جماعت پر لگی ہوئی تھی۔ میرے باپ نے وضو کیا اور مسجد کی طرف روانہ ہو گیا تو میں بھی اس کے پیچھے چل پڑا، جب میں مسجد کے دروازے کے پاس ایک حوض کے کنارے پہنچا تو میری حالت تبدیل ہو گئی اور میں از خود رفتہ ہو گیا۔ لوگوں نے حضرت خواجہ کے پیچھے نماز عشا پڑھی لیکن میں اسی حال میں رہا، پھر حضرت خواجہ تشریف لائے اور اپنا دست مبارک میرے کندھے پر پھیرا تو میں اپنے اصلی حال میں آیا۔ میں نے یہ واقعہ اپنے باپ سے بھی بیان کیا تو وہ بہت زیادہ حیران ہوا۔ بعد ازاں اس نے کبھی نماز نہ چھوڑی۔

گر ساتھ تمہارا ہو جائے: شیخ امیر حسین نے نقل کیا ہے جس فرصت حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ نے مجھے "امیر بیان" کی لشکر گاہ کی طرف اپنے والد گرامی (کی تلاش) کیلئے روانہ فرمایا تو آپ اتفاقاً قرشی میں تشریف فرما تھے زمستان (سرما) کی فصل تھی۔ اور ہوا بھی بہت زیادہ سرد تھی، برف بھی بہت زیادہ پڑ رہی تھی، اس روز نماز ظہر کا وقت تھا، حضرت خواجہ نے لطف فرمایا اور درویشوں کے ایک گروہ کے ساتھ سر راہ تشریف لائے اور اس فقیر سے یہ الفاظ بہت مرتبہ ارشاد فرمائے "میں جمیع الاحوال میں تیرے ساتھ ہوں، عالم صورت میں تو جا رہا ہے لیکن در حقیقت میں جا رہا ہوں اپنی خاطر جمع رکھنا" آپ نے مجھے توشے، سواری اور ہمراہی کے بغیر روانہ فرمایا، جب میں آپ کی نظر کرم سے چل پڑا تو میرا حال عجیب تھا، نماز شام کا وقت ہوا تو میں ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں دو گنبد تھے، ان کے باہر دو اونٹ سو رہے تھے اور اونٹوں کے مالک گنبد کے اندر تھے، دراں حال برف پڑ رہی تھی، میں کچھ دیر وہاں بیٹھا تو (کیا دیکھتا ہوں) کہ عمدہ لباس پہنے تین سوار میرے عقب (کی طرف) آن پہنچے، ایک آدمی سے "آثار امارت" ظاہر ہوتے تھے۔ میں نے اسے سلام کیا تو ان لوگوں کا امیر سواری سے نیچے اترا اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ ہی اس گنبد میں لے آیا۔ میں نے معلوم کیا کہ اس کا دل میری طرف مائل ہو رہا تھا، بعدہٗ اس گروہ نے پوچھا، "یہ

کون ہے" ان کا امیر بولا" میں اس جگہ پہنچا تو یہ اونٹوں کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا، اس گروہ نے کہا" یہ کوئی چور ہے" میں مسکرایا اور کوئی بات نہ کی" ان کے امیر نے مجھ سے کیفیت احوال دریافت کی، تو میں نے کہا" میں بخارا کی طرف سے امیر بیان کی لشکر گاہ کی طرف جا رہا ہوں" وہ بولے" کس لئے" میں نے کہا" میں ایک عزیز کی خدمت میں رہتا ہوں، ان کے والد گرامی اس لشکر گاہ میں ہیں۔ اس عزیز کو کوئی (امر) مانع تھا جس کی بنا پر وہ نہ آسکے (اور انہوں نے مجھے بھیج دیا) وہ بولے" اگر تو درست کہتا ہے تو تیرا توشہ، سواری اور ہمراہی کہاں ہے" میں نے کہا" اس عزیز نے مجھے ایسے ہی بھیجا، مجھے کوئی اختیار نہیں ہے" اس گروہ میں ایک "مرد حاجی" تھا، کہنے لگا" وہ عزیز جس نے ایسے ہی بھیج دیا ہے، ضرور حق تعالیٰ کے دوست بندوں میں شامل ہے۔ وہ جانتا اور دیکھتا ہے کہ یہ درویش راستے میں ہمراہ ہوگا" اسی لئے اس نے اسے توشے، سواری اور ہمراہی کے بغیر روانہ کر دیا ہے۔ پس ازاں اس جماعت کا امیر میرے ساتھ بہت رعایت کرنے لگا، اس جماعت کی حقیقت حال یہ تھی کہ وہ لوگ "ولایت کاث سے اس امیر (بیان) کے پاس "مال عظیم" لے کر جا رہے تھے، جب صبح ہونے لگی تو ان کا ایک خادم تھا جو غائب ہو گیا۔ میں نے کہا" میں تمہارا خادم (بن جاتا ہوں)، روپیوں سے بھری ہوئی بہت سی بوریاں تھیں۔ ان کے چار آدمی ایک بوری اٹھا سکتے تھے اور میں اکیلا ایک بوری (اٹھا لیتا تھا) اب وہ لوگ تعجب کے ساتھ کہہ رہے تھے، "شاید یہ خضر ہے" میں ان کے ساتھ پینتالیس (۴۵) دن چلتا رہا۔ بعدہٗ یہ سنائی دیا کہ امیر کی لشکر گاہ فلاں جگہ ہے، جب ہم نزدیک پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ جماعت امیر کی طرف روانہ ہو گئی، میں نے کہا" میں لشکر گاہ کی طرف چلتا ہوں کہ مجھے اس عزیز نے یہی حکم دیا ہے کہ "خبردار لشکر گاہ کی طرف ہی جانا، اس جماعت نے ہر چند کوشش کی لیکن میں نے ان سے موافقت نہ کی۔ اتفاقاً میرے اور لشکر گاہ کے درمیان دو پہاڑ تھے اور دریائے وخش تھا، اس وقت دو آدمی ایک طرف سے آئے اور بولے ہم بھی لشکر گاہ

کی طرف جارہے ہیں، ان کے پاس مرکب تھے۔ انہوں نے مجھے بھی مرکب پر بٹھایا اوران دو پہاڑوں سے گزاردیا۔ شام کو وہ اپنے گھر لے گئے اور میری بہت زیادہ خدمت اور رعایت کی۔ صبح ہوئی تو انہوں نے مجھے گھوڑے پر بٹھایا اور کہا "اپنی آنکھ بند کرلے، جب میں نے آنکھ جھپکی تو انہوں نے مجھے اس دریا سے گزاردیا۔ میں لشکرگاہ میں پہنچا اور حضرت خواجہ کے والد گرامی کی منزل معلوم کی، وہ بھی شکار کیلئے جاچکے تھے۔ میں نے ایک قافلہ دیکھا جو ترمذ کی طرف جارہا تھا، میں بھی ان لوگوں کے ساتھ ترمذ کو چل پڑا، انہوں نے مجھے ایک دراز گوش پر سوار کرلیا تھا، جب "آبِ چغان" کی ندی پر پہنچے تو اہل کارواں کے کچھ لوگ پانی میں گر پڑے، ان کے بہت سے دراز گوش بھی پانی میں بہہ گئے۔ پانی عبور کرتے وقت میرا صرف لباس اور موزہ ہی تر ہوا، وہ بھی اس لئے کہ میرا دراز گوش (گدھا) جب پانی کے (دوسرے) کنارے کے نزدیک پہنچا تو گر پڑا اور میں دراز گوش سے نیچے اتر گیا (بعد میں) میں نے یہ سنا کہ دراں حال اس پانی کے کنارے بخارا کے کچھ لوگ موجود تھے۔ انہوں نے مجھے اس حال میں دیکھا اور یہ گمان کرلیا کہ مجھے بھی پانی بہا کرلے گیا ہے۔ پھر انہوں نے بخارا (پہنچ کر) حضرت خواجہ سے عرض کیا کہ امیر حسین بھی "آب برد" ہوگیا ہے، حضرت خواجہ نے فرمایا "اگرچہ وہ پانی میں گرے یا آگ میں پڑے، بالآخر ہمارے نزدیک سلامت پہنچ جائے گا، جب ہم ترمذ پہنچے تو سب آدمی متفرق ہوگئے۔ میں ترمذ کے بازار کی طرف چل پڑا اور ایک مقام پر بیٹھ گیا۔ ہوا بہت زیادہ سرد تھی۔ مجھ سے نماز عصر اور نماز شام قضا ہوچکی تھی۔ گویا میں نے بار عظیم اٹھا رکھا تھا، میرے دل میں آیا کہ اس شہر میں کوئی آشنا نہیں، اسی وقت ایک درویش آگیا اور اس نے میرا ہاتھ پکڑلیا۔ پھر اسی وقت میں نے دیکھا کہ اس کے (دل میں) میری محبت پیدا ہوگئی اور وہ مجھے اپنے گھر کیطرف لے گیا، (اس کا گھر) بہت زیادہ روح افزاء اور صاف ستھرا تھا، چار آدمی (اور) اس گھر میں موجود تھے، انہوں نے جلدی سے میرے کپڑے (سکھانے

کیلئے) اتارے، میرا موزہ چھری سے اتار کر خشک کیا اور (بعد ازاں) کھانا پیش کیا، جب ہم فارغ ہوئے تو انہوں نے مجھے کہا، ''نماز عشاء کی امامت بھی تجھے کرانی چاہئے'' میں نے ہر چند عذر پیش کیا لیکن انہوں نے قبول نہ کیا، ''بعد ازاں میں نے وضو کیا اور نماز عصر اور شام کی قضا پڑھی۔ اور نماز عشاء کی بضرورت امامت کی۔ وہ درویش اور دیگر لوگ بہت زیادہ روئے۔ اس کے بعد انہوں نے میرا حال (احوال) پوچھا، میں نے (سارا) قصہ ان کو سنایا تو انہوں نے بہت زیادہ تعجب کا اظہار کیا۔ صبح کی نماز کے بعد میں نے اس درویش سے اجازت طلب کی کہ اب میں ترمذ چوک کی طرف جاتا ہوں۔ لیکن انشاء اللہ تعالیٰ واپس آجاؤں گا، کچھ دیر میں ایک دوکان پر بیٹھا تو میں نے ایک ''دراز قد'' پوستین پہنے ہوئے ترک جوان کو دیکھا۔ اس نے ایک بڑی سی روٹی میری بغل میں رکھ دی اور مجھ پر ایک نظر ڈالی۔ میں نے بھی وہ روٹی چھپالی، اس جگہ کے نزدیک ہی ایک مسجد تھی، میں وہاں بہت زیادہ رویا اور اس روٹی کا تھوڑا سا حصہ کھالیا، جب میں اس مسجد سے باہر نکلا تو ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ سواری پر سوار ہے میرے دل میں خیال گزرا کہ میں اسی سوار سے اس حاکم بخارا کے متعلق پوچھوں جس کی ملازمت میں حضرت خواجہ کے والد محترم (رہتے) ہیں۔ میں اس کے نزدیک گیا، اسے سلام کی اور اس سے پوچھا، اس سوار نے کہا کہ جب وہ جماعت ''کات'' سے آئی تو (لوگوں نے) تمہاری خبر تمہارے شیخ کے والد کو پہنچادی، اب تمہارے شیخ کے والد (تمہارے) بہت زیادہ منتظر ہیں'' میں بھی حاکم بخارا کے جملہ خادموں میں سے ایک خادم ہوں۔ میں دو روز کے بعد لشکر گاہ کی طرف جانا چاہتا ہوں، میرا گھر ترمذ میں فلاں جگہ ہے۔ میرے دل کو تسکین نصیب ہوئی۔ آنگاہ میں اس درویش کے گھر چلا گیا اور حضرت خواجہ کے والد محترم کی خبر (ملنے کا) قصہ سنایا۔ اس نے تعجب کرتے ہوئے کہا تمہارے چوک کی طرف جانے میں بھی ایک حکمت (پوشیدہ) تھی۔ دو دن کے بعد میں حاکم بخارا کے اس قاصد کے ساتھ لشکر گاہ کی طرف

چلا گیا، اور حضرت خواجہ کے والد گرامی کی خدمت میں حضرت خواجہ کا سلام پہنچایا، انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ "میرے فرزند بہاء الدین نے کیا کہا ہے" میں نے کہا" انہوں نے فرمایا ہے کہ ان کو چاہئے کہ جو کچھ ان کے ہاتھ میں ہے لے کر اس طرف نکل آئیں، اور اگر وہ نہ آئے تو لشکرگاہ برباد ہو جائے گی" حضرت خواجہ کے والد محترم نے فرمایا "یہ کیسی باتیں ہیں جو میرا فرزند بیان کرتا ہے، یہ امیر مجھے کسی کام کیلئے بخارا بھیجے گا اور اتنی مقدار کی رقم مجھے حاصل ہو گی" پھر وہ مجھے حاکم بخارا کے پاس لے گئے۔ میں نے اسے حضرت خواجہ کا سلام پہنچایا اور اس کے بعد ان کی خدمت میں رہنے لگا، میں نے معلوم کیا کہ حاکم بخارا اور اس کے ملازمین نماز نہیں پڑھتے۔ میں نے انہیں معروف (نیکی) کا حکم دیا تو سب کے سب نماز پڑھنے لگے، میں موذن بن گیا، دوسو کے قریب آدمی نمازی بن گئے، چونکہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ سرہٗ کا یہ طریقہ تھا کہ آپ لقمہ اور خرقہ میں بہت ہی زیادہ احتیاط فرماتے تھے، اس لئے میں اس حاکم اور اس کی ملازمت کرنے والے کسی آدمی کا کھانا نہ کھایا کرتا تھا میرا کام یہ تھا کہ میں دریا کے کنارے بیٹھ جاتا اور لکڑیاں جمع کر کے فروخت کرتا اور اپنی قوت پیدا کرتا تھا، اور جب بھی میری حضرت خواجہ کے والد محترم سے ملاقات ہوتی، میں ان سے عرض کرتا کہ حضرت خواجہ آپ کے مشتاق اور منتظر ہیں" آپ کے والد محترم میری اس بات پر سرے سے کوئی توجہ نہ دیتے، مجھے حضرت خواجہ سے مفارقت اختیار کئے ہوئے پانچ ماہ اور پندرہ روز کی مدت گزر چکی تھی۔ اور آپ کی ملاقات کیلئے میرا اشتیاق حد سے بڑھ گیا تھا۔ ایک دن میں غمناک ہو کر ایک گوشے میں بیٹھا ہوا تھا، اس حاکم بخارا کے ملازمین اور مقربین میں سے جو میرے ساتھ میل خاطر رکھتے تھے، میرے نزدیک آئے اور بولے "ہم نے یہ سنا کہ اس امیر روزگار جس کا یہ حاکم بخارا بھی ملازم ہے کا ایک دشمن پیدا ہو چکا ہے، (اس بارے میں) تو کیا کہتا ہے، ہمارے لئے مصلحت کیا ہے، ہم اس کے پاس ہی ٹھہرے رہیں یا اس سے پہلے کہ فتنہ اور کارزار (پیدا) ہو، کسی اور

طرف نکل جائیں" میں نے کہا "میں اس بات کو کیا جانوں، جب اس جماعت نے بہت زیادہ منت کی کہ ہمیں تیری بات پر اعتماد ہے۔ اسلئے کہ تو حضرت خواجہ ما کا فرستادہ ہے، (تجھے) ہم کو (اس حالت کی) خبر دینی چاہیے" (میری زبان پر (یہ جملہ) آ گیا کہ "وہ دشمن اس امیر پر غالب آجائے گا" وہ لوگ اس سخن سے متغیر ہو گئے اور بولے "اس امیر کے پاس ساٹھ ہزار "سوار جرار" ہیں اور اس کے اس دشمن کے پاس دس ہزار سے زیادہ مرد نہیں" میں نے کہا "اگر اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہوا کہ وہ تھوڑا لشکر غالب آجائے تو تم لوگ کیا کہتے ہو" انہوں نے کہا "کیا کہہ سکتے ہیں" وہ اسی وقت گئے اور یہ قصہ حاکم بخارا کو سنایا کہ "موذن یہ کہتا ہے" پھر انہوں نے بیان کیا کہ وہ ایک لحظہ خاموش رہا اور اس کے بعد کہنے لگا "وہ ابھی چھوٹا ہے، اسے علم نہیں ہے اور نہ ہی وہ جوتشی ہے، اس کی بات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا" اس کے ساتھ ہی امیر نے منہ پھیر لیا۔ آخر الامر وہی ہوا کہ وہ تھوڑا سا لشکر نزدیک آ گیا، میں نے حضرت خواجہ کے والد گرامی سے عرض کیا آپ کو باہر کسی گوشے میں ہو جانا چاہیے" بعدہٗ دونوں لشکر مقابل ہوئے تو وہ تھوڑا سا لشکر غالب آ گیا اور اس امیر نے ساٹھ ہزار سپاہ کے ساتھ ہزیمت اٹھائی۔ اس کے بعد میں نے حاکم بخارا کو دیکھا کہ وہ خود کو پرانی سی پوستین میں لپیٹے ہوئے تھا، مجھے دیکھ کر بولا: "ہم نے تیری بات نہ سنی" پس ازاں حضرت خواجہ کے والد گرامی چند آدمیوں کے ساتھ سلامت رہے اور کہنے لگے، میں کابل چلتا ہوں کہ وہاں میں نے تین ہزار دینار عدلی رکھے ہوئے ہیں" میں نے عرض کیا آپ ایسا نہ کہیں، آپ نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا ہے کہ اس امیر کی لشکر گاہ آنکھ جھپکتے ہی برباد ہو گئی ہے، حضرت خواجہ آپ کے منتظر ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی (اور) فساد واقع ہو جائے، حضرت خواجہ کے والد گرامی نے ان باتوں پر بھی کوئی توجہ نہ دی۔ اور یہی چاہا کہ کابل کی طرف عزیمت اختیار کریں۔ دوسرے روز اس موضع کا حاکم آ گیا جہاں ہم ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس نے حضرت خواجہ کے والد گرامی اور ان کے ساتھیوں کی تمام

سواریوں کو اور چیزوں کو پکڑ لیا، تو ان سب کو بہت تشویش لاحق ہوئی اور بہت حیران ہوئے۔ میں نے حضرت خواجہ کے والد گرامی اور ان کے ساتھیوں سے کہا کہ ''حضرت خواجہ کی ولایت کی برکت سے یہ تمام چیزیں آپ کو حاصل ہو جائیں گی، آپ بے توقف بخارا کی طرف روانہ ہو جائیں''۔ وہ سب کہنے لگے ''اب مخالفت نہیں کریں گے، اور بے توقف بخارا کی طرف چلیں گے'' میں تیزی سے اس غالب آنے والے امیر کے پاس پہنچا اور کہا ''فلاں موضع کے حاکم نے یہ ظلم کیا ہے'' اس امیر نے حکم دیا ہے کہ انہوں نے جو کچھ بھی تم لوگوں سے چھینا ہے، (تمہیں) دے دیں گے، اور پھر ایک قاصد کو نامزد کیا، اس لئے کہ وہ قاصد ان لوگوں سے وہ اموال حاصل کرے۔

نیز حضرت خواجہ کے والد گرامی اور ان ساتھیوں کی سفارش کرے، اس امیر نے حضرت خواجہ کے والد گرامی سے کہا، ''آپ دو تین روز توقف کریں'' بعدہٗ اتفاقاً ایک قافلہ ہندوستان کی طرف سے آ گیا، اس امیر نے حضرت خواجہ کے والد گرامی اور ان ساتھیوں کی اہل قافلہ سے سفارش کی کہ ان کو بخارا کے نزدیک تک پہنچا دینا'' جب ہم ''در آہنین'' پہنچے تو دوپہر کا وقت تھا، میں ایک ندی کے کنارے حضرت خواجہ کے والد محترم کی سواری کو چارہ ڈال رہا تھا۔ ناگاہ میرے دل میں ایک خوف پیدا ہوا۔ میں نے جلدی سے کپڑے اور موزے پہن لئے۔ میں نے دیکھا کہ (کچھ) چور آ چکے تھے۔ میں نے اہل کارواں کو اس حال سے بھی واقف کیا۔ بعدہٗ جب حضرت خواجہ کے والد محترم قرشی پہنچ گئے (تو معلوم ہوا) حضرت خواجہ کی والدہ محترمہ بھی قرشی میں موجود تھیں، آپ کے والد گرامی نے وہاں ہی قیام فرما لیا، اب حضرت خواجہ کی لقائے مبارک کے اشتیاق سے میری طاقت، طاق ہو چکی تھی۔ میں نے جلد ہی ان سے اجازت طلب کی اور بخارا کی طرف چل پڑا۔ توت اور زرد آلو کا وقت تھا، ہوا بہت زیادہ گرم تھی۔ لیکن میں آپ کی مبارک ملاقات کے ذوق سے خوش حال جا رہا تھا، جب میں حضرت خواجہ کی نظر مبارک کی سعادت سے مشرف ہوا تو اس ذوق کی کوئی انتہا نہ رہی۔ پھر آپ نے والد

محترم اور والدہ محترمہ کے احوال پوچھے اور فرمایا ''جو احوال جاتے ہوئے اور آتے ہوئے تجھ پر گزرے ہیں، تو بیان کرتا ہے یا میں کر دوں'' میں نے کہا ''سب کچھ آپ پر روشن ہے'' آپ نے فرمایا ''پہلی شام کو جو تو ان دو گنبدوں کے قریب پہنچا اور ان اونٹوں کے سامنے بیٹھا تو کچھ دیر بعد ہی تیرے عقب سے وہ امیر آ گیا اور اسے تیرے ساتھ میل خاطر ہو گیا اور تو اس کے ساتھ اس گنبد میں آ گیا، پھر اس جماعت نے تجھے چور تصور کر لیا تو تو مسکرا دیا۔ انہوں نے تجھ سے احوال پوچھے اور اس مرد حاجی نے یہ بات کی، آخر کار انہوں نے تیری تعظیم کی۔ صبح ہوئی تو ان کا غلام فرار ہو گیا ،تو نے اکیلے جوال عدلی (روپیوں کی بوری) اٹھائی اور انہوں نے تجھے کہا کہ ''شاید یہ خضر ہے'' اس وقت تو نہیں تھا، میں تھا'' پھر آپ نے فرمایا، جب تو ان دو پہاڑوں کے نزدیک پہنچا تو ان سواروں نے تجھے ان دو پہاڑوں سے گزار دیا اور بعد ازاں تجھے اپنی منزل پہ لے گئے۔ رات بھر تیری خدمت کی۔ صبح ہوئی تو تجھے گھوڑے پر بٹھایا اور کہا ''اپنی آنکھ بند کر لے'' اور دریائے وخش سے گزار دیا، اس وقت بھی ہم تیرے ساتھ تھے'' پھر آپ نے فرمایا ''جب تو دراز گوش پر سوار تھا اور چغان کی ندی پر آیا، اہل کاروان کے دراز گوش آب برد گئے اور تیرا دراز گوش پانی کے کنارے پہ جا کر پانی میں گر پڑا، اور تو نیچے اتر آیا، تیرا صرف لباس اور موزہ ہی تر ہوا۔ اور جس ''یار بخاری'' نے تیرا حال دیکھا، اس نے تصور کیا کہ تجھے بھی پانی بہا کر لے گیا ہے۔ وہ ہمارے پاس آیا اور وہ خبر سنائی، ہم نے اسے کہا ''اگرچہ وہ پانی میں گرے یا آگ میں پڑے، بالآخر ہمارے نزدیک سلامت پہنچ جائے گا'' جب تیرے بھائی نے یہ خبر سنی تو وہ (ہمارے پاس) آیا (اور بولا) کہ میرا بھائی آپ کے بھیجنے سے پانی میں بہہ گیا ہے، آپ اس کا خون ادا کریں۔ ہم نے اسے کہا ''اگر امیر حسین سلامت نہ آئے، جو کچھ تو طلب کرے گا ہم دیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا جب تو ترمذ میں پہنچا، اور تین طرفوں والے (بازار) گیا تو تیرے دل میں یہ خیال گزرا کہ ''اس شہر میں میرا کوئی آشنا نہیں

ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس درویش کو تیرے پاس پہنچا دیا تاکہ تجھے اپنے گھر لے آئے۔ اس نے کھانا پکایا اور تجھے نماز عشاء کی امامت کیلئے فرمایا، وہ لوگ بہت زیادہ روئے۔ پھر آپ نے فرمایا "صبح ہوئی تو تو چوک کی طرف چلا گیا، اس پوستین پہنے ہوئے ترک جوان نے ایک بڑی سی روٹی تیری بغل میں رکھ دی اور گوشہ چشم سے تجھے دیکھا، تو ہرگز نہیں جانتا کہ وہ کون تھا" میں نے عرض کیا "میں نہیں جانتا" حضرت خواجہ نے فرمایا "وہ حضرت خضر تھے" پھر تیرے دل میں آیا کہ وہ سوار حاکم بخارا کی طرف سے ہے، اور اسے میرے والد کی کچھ خبر ہے، تو نے اس سے پوچھا ۔ پھر جب تو نے میرا اسلام میرے والد گرامی تک پہنچایا اور میرا کلام سنایا تو میرے والد گرامی نے کہا "یہ کیسی باتیں ہیں جو میرا فرزند بیان کرتا ہے، مجھے تو یہ امیر بخارا (کسی کام کیلئے) بخارا بھیجے گا اور اتنی مقدار کی رقم مجھے حاصل ہوگی" پھر آپ نے فرمایا "جب حاکم بخارا کے ملازمین آئے اور تجھ سے ان دو لشکروں کے احوال پوچھے، تو تو نے کہا "تمہارا یہ امیر مغلوب ہو جائے گا" جب میرے والد گرامی نے کاہل جانے کی عزیمت اختیار کی اور تیری بات نہ سنی، دوسرے روز شہر صفا کے حاکم نے ان کی تمام چیزیں اور ان کے ساتھیوں کی چیزیں چھین لیں اور تو نے ان سے یہ قرار (وعدہ) کیا، پھر تو اس "امیر غالب" کے پاس گیا اور اسے حاکم شہر صفا کے ظلم کا قصہ سنایا، اور ان کی چیزیں ان کو مل گئیں، پھر آپ نے فرمایا "پھر جس وقت تو نے "درآہنین" میں ایک ندی کے کنارے میرے والد گرامی کی سواری کو چارا ڈالا تو تیرے دل میں ایک خوف پیدا ہو گیا، تیرے دل میں وہ خوف میں نے پیدا کیا تھا۔ آپ نے وہ تمام احوال جو اس راہ میں مجھ پر گزرے تھے، (کھول کر) بیان فرما دیئے۔ تو مجھے تحقیق حاصل ہو گئی کہ (مجھے) روانہ کرتے وقت جو آپ نے فرمایا تھا "تو نہیں جا رہا، میں جا رہا ہوں" (یہ امر) حقیقت ہو گیا ہے۔ ان احوال کا مشاہدہ حضرت خواجہ کے ساتھ میرے یقین کا سبب بن گیا۔

مانا کہ محبت کی رہ میں ہر گام پہ سو مشکل ہے
یہ راہ سفر آسان بھی ہے گر ساتھ تمھارا ہو جائے

راکب ہے قلندر: ایک درویش نے نقل کیا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے ساتھ میری محبت کا سبب یہ تھا کہ میں "تاتکن" میں رہتا تھا، وہاں حضرت خواجہ کے درویشوں کی ایک جماعت تھی، اور میں ان کا مصاحب ہوا کرتا تھا، میں ان درویشوں کی صحبت میں حضرت خواجہ کے فضائل وشمائل بھی بہت زیادہ سنتا رہتا تھا، مجھے حضرت خواجہ کی صحبت شریف کی دریافت کیلئے بہت لگن پیدا ہوئی (کیونکہ) آپ کی برکت سے ان درویشوں میں بہت ہی پسندیدہ صفات (پائی جاتی) تھیں۔ایک روز میں کسی مہم کی کفایت کیلئے ان درویشوں میں سے ایک (درویش) کے گھر گیا، تو میں حضرت خواجہ کی طرف ہی متوجہ ہوا ایک ہی لحظے کے بعد انہوں نے کھانا پیش کیا تو اسی وقت میری نظر میں حضرت خواجہ کی صورت (جلوہ گر) ہوئی اور میرے کان میں (یہ) آواز آئی کہ "تجھے خراسان آنا چاہئے" میرے اندر ایک صفت پیدا ہوگئی، میں نے وہ کھانا نہ کھایا (بلکہ) سمرقند کی طرف روانہ ہوگیا کہ وہاں سے "کش" کی طرف جاؤں اور حضرت مولانا جلال الدین خالدی کی خدمت میں حاضری دوں۔وہ اس لئے کہ میں نے ان درویشوں سے سنا ہوا تھا کہ حضرت مولانا (خالدی) حضرت خواجہ کی بہت زیادہ محبت رکھتے ہیں۔اور ان کے درمیان بہت زیادہ "راز کی باتیں" ہو چکی ہیں۔ جب میں "کش" میں مولانا کے گھر پہنچا تو ملاقات سے پہلے ان کی طرف متوجہ ہوا تا کہ ان کی طرف سے ایک طلب پیدا ہو جائے۔ایک ساعت گزری تھی کہ "ایمہ" کی ایک جماعت مولانا کے گھر سے باہر نکلی اور ان لوگوں کے بعد مولانا نے مجھے طلب فرمایا، جب ملاقات ہوئی تو مجھے بہت زیادہ معذرت کرتے ہوئے فرمانے لگے، "تیرے آنے کے وقت ہی ہم کو خبر ہوگئی تھی، مگر ہم نے چاہا کہ ہم تجھے تنہائی کے عالم

میں دیکھیں" میں نے اپنا قصہ عرض کیا اور بہت زیادہ روتے ہوئے مولانا سے ایک نظر (رحمت) اور ایک التفات کی التماس کی، مولانا نے فرمایا، اگر میں جانوں کہ تیرا مقصود مجھ سے کفایت کر سکتا ہے اور پھر بھی میں تقصیر کروں تو سخت نامسلمان ٹھہروں تیرا یہ مطلوب حضرت خواجہ بہاالدین قدس اللہ روحہٗ کی خدمت سے حاصل ہوگا، پھر انہوں نے آپ کے بہت سے فضائل و کمالات بیان کیے اور فرمایا " ہمہ خلق نگران حال می باشند و حال نگران خدمت خواجہ است" یعنی سب لوگ تو حال کا انتظار کرتے ہیں مگر حال خدمت خواجہ کا منتظر ہے، اور مجھے فرمایا" تجھے بہت جلد آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے، پھر بعض احوال اور واقعات جو (ابھی) خراسان کے راستے میں مجھے پیش آئے تھے، انہوں نے بیان فرما دیے، میں "برفور" مولانا کی خدمت سے نسف کی طرف روانہ ہو گیا، اور وہاں سے" خواجہ خیران" کی طرف جانے کیلئے کشتی میں بیٹھا" جب ہم (مسافر) تھوڑا سا سفر طے کر چکے تو نماز ظہر کا (وقت) ہو گیا۔ میں نے" بانگ نماز" کہی۔ لیکن کشتی میں موجود لوگ وضو کی استعداد کیلئے مشغول نہ ہوئے۔ میرا دل پریشان ہوا، تو میں نے ان لوگوں کو نصیحت کی مگر انہوں نے قبول نہ کی، مجھے ان کی صحبت سے نفرت ہو گئی اور مجھ پر حال تنگ ہو گیا، (جہاں تک کہ) میں نے چاہا کہ اپنے آپ کو پانی میں ڈال دوں، میں نے قدم کشتی سے باہر رکھا اور حضرت خواجہ کی توجہ کی برکت سے "روئے آب" پر چلنے لگا، کشتی میں موجود لوگوں نے جب وہ حالت مشاہدہ کی تو گریاں ہو کر کہنے لگے۔ ہم نے برا کیا، اب ہم نے توبہ کی۔ ہر ایک حق جو تو نے (ہمیں) بتایا ہم اس پر عمل کریں گے، بس اتنی درخواست ہے کہ کشتی میں آجا" اس کے بعد میں کشتی میں آگیا اور اس گروہ کے ساتھ باجماعت نماز ظہر ادا کی، اس طرح ہم" قلعہ آموئی" پہنچ گئے، وہاں ایک عجیب حال گزرا۔ بعد ازاں میں۔" مرو" کے راستے پر اکیلا ہی حضرت خواجہ کی جانب متوجہ ہوا، جب" رباط شیر شتر" کے" ریگستان" میں پہنچا تو مجھے ایک

کارواں ملا، ان لوگوں نے کہا "مرو کی ریگ (ریت) میں راہ بہت زیادہ غلط ہو جاتی ہے۔ وہاں یہ کوشش کرنا کہ تو دائیں ہاتھ کی طرف رہے، کیونکہ بائیں ہاتھ کی طرف "بیابانِ زردک" ہے، جس کی کوئی حد نہیں وہاں ہلاکت بھی (منتظر) ہے" جب میں ان لوگوں سے چل پڑا تو میں نے (خود سے) کہا "میں حضرت خواجہ کے پاس جا رہا ہوں اور راہ حق کا طالب ہوں، مجھے کیا خطرہ ہے، میں نے ارادہ کرلیا کہ "بیابان زردک" کی طرف روانہ ہو جاؤں، تھوڑا ہی راستہ طے کیا تو ہوش میں آگیا، مجھے معلوم ہوا کہ میں بھوکا ہوں اور مجھے کھانے کی اشتہا ہے۔ میرے دل میں (خیال) گزرا کہ اگر اس جگہ اس طرح کا طعام (ملے) کہ ایک "سنگین دیگ" میں روٹی اور سبزی کا دستر خوان ہو تو کیا اچھا ہو، میں نے نظر کی تو دیکھا کہ اسی طرح کا کھانا اس دیگ میں روٹی کے دستر خوان سمیت ریت کے ایک تودے کے سایہ میں پڑا ہے۔ جب میں نے اس حال کا مشاہدہ کیا تو میرا حال تبدیل ہو گیا، میں نے بہت زیادہ روتے ہوئے کہا "اے کریم مطلق! جو تجھے طلب کرے پھر جو بھی چاہئے اسے حاصل ہو جاتا ہے، میں نے تجھ سے تیرے غیر کو کیوں طلب کیا" میں نے یہ کہا تو میری کشش زیادہ ہو گئی، میں نے وہ کھانا اسی طرح وہاں چھوڑا اور اس ریگستان کی طرف چل دیا۔ پھر تھوڑا سا راستہ چلا تو ہرنوں کا گلہ سامنے آگیا، جب انہوں نے مجھے دیکھا تو مجھ سے دور بھاگ گئے، میرے دل میں خیال گزرا کہ اگر میری یہ طلب برحق ہے، اور حضرت خواجہ کی خدمت کیلئے توجہ کرنا درست ہے تو ان جانوروں کو مجھ سے گریزاں نہیں ہونا چاہئے وہ جانور اسی وقت میری طرف (دوڑ) آئے اور اپنے آپ کو مجھ سے ملنے لگے، میرا حال دوبارہ تبدیل ہو گیا، میں بہت زیادہ رو دیا اور آپ کی توجہ میں ڈوب کر چلنے لگا، آخرکار جب میں "ماخان" پہنچا تو حضرت خواجہ کی برکت توجہ سے ایک عجیب حال ظاہر ہوا، پھر میں اس موضع سے سرخس کی طرف چل پڑا، جب (سرخس) کے نزدیک پہنچا تو میرے دل میں خیال گزرا کہ کوئی منزل اور کوئی دیار حق تعالیٰ کے دوستوں میں سے

کسی دوست (کے وجود) سے خالی نہیں ہوتا۔ میں نے توجہ کی اور کہا "جب تک اس صاحب دولت" کی اجازت نہ ہوگی ہم اس شہر میں نہیں آئیں گے"! اتفاقاً مرو سے آنیوالے دو درویش میرے ہمراہ ہو گئے۔

ایک ہی لمحہ گزرا کہ وہ دونوں درویش بولے یہ "دادوی" دیوانہ آ گیا، یہ ملک اسی دیوانے کا ہے" جب وہ قریب پہنچا تو میں نے اس کا استقبال کیا، اور سلام کی۔ اس نے علیک کہا، اور اس کے بعد بولا "اے ترکستانی درویش، خوش آمدی" پھر اس نے مجھے بغل میں لیا، اور ایک روٹی باہر نکالی۔ اس کے دو حصے کیے، ایک مجھے عطا کیا اور کہا "اس ملک کا ایک حصہ ہم نے تجھے عطا کر دیا، اب اندر آ جاؤ، جب میں شہر 'سرخس' میں داخل ہوا اور چوک میں پہنچا تو ایک آدمی کو دیکھا کہ بچے اسے پتھر مار رہے ہیں، میں نے "اس کے متعلق پوچھا تو بولے "اس دیوانے کو" چہار وادار" کہتے ہیں، یہ بھی ایک دیوانہ ہے، میرے دل میں خیال گزرا کہ اس سے بھی اس شہر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کروں، اس حال میں کہ بچے اسے پتھر مار رہے ہیں، وہ بولا "اے ترکستانی درویش! بات وہی ہے جو تجھے "دادوی دیوانے" نے کہہ دی ہے" بعد ازاں میں نے معلوم کیا کہ مجھے کھانے کی طلب ہو چکی ہے، میں نے خود سے کہا" کہ اس شہر میں حضرت خواجہ کے درویشوں میں سے کوئی نہ کوئی درویش ضرور ہوگا، میں تو پہلا لقمہ اس درویش کے ہاتھ سے کھاؤں گا" یہ بات ہوئی تو ایک سقا آ گیا، اس نے مجھے کہا "میں حضرت خواجہ کے خادموں میں سے ہوں" وہ مجھے اپنے گھر لے گیا اور تین قسم کے کھانے میرے سامنے رکھے، اور کہا "حضرت خواجہ' ہرات گئے ہیں، آپ جب تک نہ آئیں، تیرا گھر یہی ہے اور میں تیرا خادم ہوں، جب چند روز ہوئے تو خبر آئی کہ حضرت خواجہ تشریف لائے ہیں، میں اسی وقت اس درویش کے ہمراہ "دریافت خواجہ" کیلئے باہر نکلا۔ اتفاقاً حضرت خواجہ ایک گھوڑے پر سوار تھے اور بہت زیادہ لوگ آپ کی "رکاب میمون" میں "چالیس بیٹیوں کے مزار" کی طرف چل رہے تھے۔

بہت زیادہ لوگوں کی وجہ سے میں آپ سے ملاقات نہ کر سکا تو میرے دل میں خیال گزرا کہ "خواجہ بہاالدین تو مخلوق کے ساتھ مشغول ہیں، اور میں نے ایک مدت جو مشقت اٹھائی اور (ان کے پاس) آیا، لیکن انہوں نے کوئی التفات نہ کی، تو مجھے خود کوئی تدبیر کار کرنی چاہئے، جونہی یہ باتیں میرے دل میں گزریں، حضرت خواجہ گھوڑے سے پیادہ ہو گئے اور بہت زیادہ لوگوں کے درمیان سے (ہوتے ہوئے) میرے نزدیک آئے اور فرمایا "تاکنی درویش! خوش آمدی، تو جس وقت یہاں پہنچا، ہمیں معلوم ہو گیا، پھر ہم نے چاہا کہ تجھے تنہائی میں دیکھیں اور (تنہائی میں) ملیں، لیکن قریب تھا کہ تو اس خیال کی وجہ سے اپنے اعمال اور ان صاحب دولتوں کی اشارت کو رائیگاں کر دیتا، لہٰذا اس مجمع میں ضرورتاً (ہمیں) تیرے ساتھ مشغول ہونا پڑا" پھر جب حضرت خواجہ نے اس مزار کی طرف مراجعت فرمائی اور جو گھر تھا وہاں نزول فرمایا تو لوگوں کا ہجوم بھی کم ہو گیا، آپ نے خلوت فرمائی اور مجھے اپنے نزدیک طلب کر کے فرمایا "تو کیا سمجھتا ہے، جو کچھ بھی تجھ پر بیت چکا ہے، اس روز کہ جب تو تاکن میں ایک کام کی کفایت کیلئے ہمارے درویش کے گھر (گیا) تھا، اور وہاں تجھے وہ جذبہ پیدا ہوا، سے لے کر اس وقت تک سب (حالات) کی ہمیں خبر ہو چکی ہے۔ اور وہ تمام احوال جو تجھے پیدا ہوئے وہ ہماری توجہ کی وجہ سے تھے۔ اور ہم سے تھے، جس روز تو مولانا جلال الدین خالدی کی صحبت میں تھا اور انہوں نے جو الطاف فرمایا تو میں اس وقت مجلس میں حاضر تھا۔ اور جو انہوں نے اشارہ کیا، اس سے بھی میں واقف ہوں، اور جس وقت تو نے پانی پہ قدم رکھا اور چلنے لگا، تو روئے آب پر میں ہی تیرا ملاح تھا، اور جو احوال تجھ سے "قلعہ آموٗ" میں ظاہر ہوئے وہ بھی ہماری توجہ سے تھے۔ اور وہ طعام جو تو نے "رباط شیر شتر" کے ریگستان میں دیکھا، وہ طعام بھی میں نے ہی حاضر کیا تھا، اور جو ہرتوں کا ریوڑ تیرے نزدیک آیا اُس کا چوپان (چرواہا) میں ہی تھا"۔ پھر آپ نے دادوی دیوانے، چہار وادار دیوانے اور سقا کا قصہ بھی بیان فرمایا۔ بعدہٗ

فرمایا "یہ حال جو اس وقت تجھ میں (موجود) ہے یہ بھی ہماری توجہ کے سبب ہے، اور وہ ہم ہیں (جو اس کے مالک ہیں) اگر ہم چاہیں تو چھین لیں اور اگر چاہیں تو (تیرے پاس) رہنے دیں اور فرمایا خبردار! "ابھی چھیننا چاہتا ہوں" ایک ہی لحہ گزرا (ہوگا) میں نے دیکھا" کہ اس حال میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا اور میں تمام خالی ہو گیا" حضرت خواجہ نے فرمایا" کیا تو چاہتا ہے کہ تجھے دوبارہ عطا کر دوں" میں نے کہا، "کیوں نہیں" اسی لمحے میں نے دیکھا کہ آپ نے وہی حال مجھے ایثار فرما دیا، چند مرتبہ اس طرح واقع ہوا تو میں بہت حیران تھا کہ آپ کس طرح اس حال کیفیت کو چھین لیتے ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا' میں متصرف ہوں، اگر چاہتا ہوں تو عطا کر دیتا ہوں اور اگر چاہتا ہوں تو چھین لیتا ہوں، تیرا یہ حال جذبے سے پیدا ہوا ہے، اس لئے یہ محل تصرف ہے، اور جو حال متابعت اور سلوک کی بدولت حاصل ہو ہر صاحب تصرف اس پر تصرف نہیں کر سکتا" دریں اثنا میں نے ایک بہت بڑا حال مشاہدہ کیا تو مجھے رقت نصیب ہوئی اور میں بہت زیادہ رویا، حضرت خواجہ نے فرمایا "تو کیوں روتا ہے" میں نے کہا، میں اس وقت تنگ تاریکی میں (گرفتار) ہوں" حضرت خواجہ نے فرمایا "ایسے نہ کہو، اس سے پہلے جو تو نے معلوم کیا وہ بھی برحق تھا، لیکن جس کا تو نے اب مشاہدہ کیا ہے، یہ اس سے بزرگ تر ہے، اس لئے تجھے گزشتہ احوال اس طرح دکھائی دیتے ہیں" اس کے بعد مجھے فرمایا" اب تو اس حال کو چاہتا ہے یا گزشتہ" (حال کو چاہتا ہے) میں نے کہا" اس (حال) کو چاہتا ہوں" حضرت خواجہ نے فرمایا" یہ معنی متابعت کے بغیر میسر نہیں ہوتا" میں نے کہا" میں نے (متابعت کو) قبول کیا تا کہ آپ جو بھی اشارہ کریں، میں بجا لاؤں، آپ نے فرمایا" تجھے نئی مرگ (موت) مبارک ہو"۔

ایک فقاعی کی خدمت: اسی درویش نے نقل کیا کہ جب حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ" "سرخس" سے "ماخاں" تشریف لائے تو جو درویش آپ کے ہمراہ

تھے، آپ ہر کسی کو کوئی ایک خدمت (تفویض) فرمایا کرتے۔ ایک روز (کی بات ہے) کہ ایک "فقاعی" آپ کے جوار میں (رہتا) تھا حضرتِ خواجہ نے اسے فرمایا کہ "کیا تو بھی کوئی کام رکھتا ہے، تاکہ ہم تجھے ایسے (خدمت گار) دیں جو بے اجرت کام کریں گے، اس "فقاعی" نے کہا "میرے ہاں یہ کام ہے کہ میں یخدان کو "خاک وخاشاک" سے پاک کرنا چاہتا ہوں" حضرت خواجہ نے مجھے اور درویش اسماعیل غدیوتی کو حکم فرمایا "کہ تم دونوں "فقاعی" کے یخدان (کوڑے والی جگہ) کو پاک کرو" اور "فقاعی" سے فرمایا "ان کو کام پر لگاؤ مگر ایک شرط ہے کہ ان کو کھانا بالکل نہ دینا" ہم دونوں حضرت خواجہ کے اشارے پہ یخدان کے کام میں مشغول ہو گئے۔ اتفاقاً اس روز ہوا سخت (تیز) تھی۔ ہم نے بہت زیادہ مشقت دیکھی اور اس کام میں اتنی حرکت کی کہ ہماری طاقت "طاق" ہو گئی۔ "فقاعی" کو ہمارے حال پر رحم آیا تو وہ رونے لگا، اس نے کہا "میں جانتا ہوں کہ تم بھوکے ہو لیکن حضرت خواجہ کی حکم عدولی سے بہت ڈر رہا ہوں" آخر اس نے کہا "مجھے امید ہے کہ حضرت خواجہ اپنے کرم سے یہ بے ادبی بخش دیں گے" اس نے مجھے ایک چیز دی، اور مجھے بازار بھیجا کہ کچھ کھانا لے آؤ، میں جب بازار پہنچا اور نان فروش کی دوکان کے نزدیک گیا تو حضرت خواجہ کی طرف سے خوفزدہ تھا۔ اگرچہ اس جگہ سے حضرت خواجہ کی منزل تک کافی مسافت تھی، میں تیزی سے نان فروش کی دوکان پر آیا اور نان حاصل کیا اور "بخوف تمام" اس کی دوکان سے باہر نکلنے لگا تو اس وقت پیچھے کی طرف سے کسی نے میرا گریبان پکڑ لیا، میں نے دیکھا تو (سامنے) حضرت خواجہ تشریف فرما تھے، آپ نے مجھ سے نان پکڑتے ہوئے فرمایا "میرے ساتھ ایسے (چالاکی والے) کام میسر نہیں ہو سکتے، پھر میری گردن پر ایک طمانچہ مارا اور فرمایا، "میرے بغیر کوئی اور تمہیں کھانا نہیں دے سکتا۔ تمہیں بھوکے ہی کام کرنا چاہئے" پھر میں بہت زیادہ خوف اور اندوہ کے ساتھ یخدان کی طرف روانہ ہو گیا اور سارا قصہ سنا دیا، ہم پھر کام میں مشغول ہو گئے، ہم نے

ہر طریقے سے نمازِ ظہر تک خوب کام کیا کہ نہایت کمزوری اور بے طاقتی لاحق ہو گئی، اس نقامی نے دوبارہ کہا "بازار جا ہو سکتا ہے اب تو کھانا لے آئے" میں بہت زیادہ خوف کے ساتھ بازار کی طرف روانہ ہو گیا، اور خود سے کہنے لگا، جس وقت حضرت خواجہ مسجد میں آ کر نمازِ ظہر پڑھنے لگیں گے' میں اس وقت روٹی خریدوں گا، کیونکہ آپ کا مکان بازار کے مقابل تھا، جب حضرت خواجہ مسجد میں تشریف لائے، میں نے جلد از جلد نان فروش سے روٹی خریدی اور چوک کے راستے سخدان کی طرف تیزی سے چلنے لگا۔ جب میں چوک میں پہنچا تو حضرت خواجہ نے سامنے سے مجھے پکڑ لیا، اور مجھ سے روٹی چھینتے ہوئے فرمایا" بہاؤالدین کے ساتھ ان تدبیروں کی پیش نہیں چلتی" میں سخدان کی طرف چلا گیا اور (اپنا) حال بیان کر دیا۔ اس کے بعد ہم نے درویش اسماعیل کے ساتھ (یہ تجویز) مقرر کی کہ یہاں سے بھاگ جانا چاہئے، ہم نے ہر چند کوشش کی لیکن یہ بھی میسر نہ ہو سکا اور ان "اختیارات کو (استعمال کرنے) کی وجہ سے حضرت خواجہ کی صحبت شریف کی راہ بھی حاصل نہ کر سکے۔ آخر الامر ہم نے حضرت خواجہ کے والد گرامی کو اپنا شفیع بنایا تا کہ وہ ہماری شفاعت کریں، پھر کہیں جا کر ہمیں آپ کی صحبت مبارک نصیب ہو گئی۔

شیخ کی سواری کا ادب: اسی درویش نے نقل کیا کہ حضرت خواجہ قدس اللہ روحہٗ نے مجھے درویش اسماعیل کے ہمراہ "ماخان" میں بالن لانے کیلئے بھیجا، اور آپ نے دو دراز گوش دیئے، ایک حضرت خواجہ کا دراز گوش تھا۔ جب ہم نے بالن (ہر دو) دراز گوش پر لادا تو راستے میں حضرت خواجہ کے دراز گوش نے بالن گرا دیا اسماعیل غصے میں آ گیا، اور جس طرح "عوام خلق" کی عادت ہے کہ وہ غصے کے حال میں چارپائے کے مالک کو گالی دیتے ہیں، اس سے بھی ایسا سخن صادر ہو گیا، میں نے اس سے کہا" اے مسکین یہ کونسی بات تھی، جو اس وقت تجھ سے صادر ہو گئی، وہ درویش رونے لگا اور اس نے اپنے منہ اور سر پر طمانچے مارے۔ وہ بہت زیادہ بوجھ تلے دب گیا،

جب ہم ''ماخان'' کے نزدیک پہنچے تو حضرت خواجہ کچھ فاصلہ ہمارے سامنے تشریف لائے، اور ہیبت کے ساتھ فرمایا ''اس ناپاک بالن کو ہمارے درازگوش سے اتار لے، یہ بالن جلانے کے قابل نہیں ہے، جو کوئی بھی ہمارے لئے بالن لائے اور غصہ کرے اور برا بھلا کہے، اس بالن کا جلانا روا نہیں ہے، طلب کے دوران میں بخارا تھا اور حضرت سید امیر کلال علیہ الرحمہ والرضوان ''نسف'' میں تشریف فرماتھے، مجھے داعیہ پیدا ہوا کہ میں حضرت امیر کی خدمت میں جاؤں، میں بخارا سے جلد از جلد روانہ ہوا میں حضرت امیر کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے فرمایا ''فرزند بہاؤالدین! خوش آمدی، بہت اچھا موقع ہے۔ ایک مدت سے خمدان (تنور) کیلئے بالن کی لکڑیاں کٹی ہوئی ہیں، کوئی ایسا (درویش) نہیں جو بالن کو خمدان کے نزدیک لے آئے۔ پھر حال یہ ہوا کہ وہ بالن کانٹے دار جھاڑیوں کا تھا، جسے میں ننگی پشت پر (لادکر) خمدان کے پاس لایا کرتا اور ہمیشہ شکرادا کرتا، اس جگہ (یہ معاملہ ہے) کہ لوگ برا بھلا کہتے ہیں اور غضب ناک ہوتے ہیں'' چندروز وہ درویش غدیوتی قبض اور عظیم بار میں گرفتار رہا اور اس کا کام تنگ ہوگیا، اگر حضرت خواجہ کے والد گرامی عفو کی التماس نہ کرتے تو حضرت خواجہ اس درویش کو معاف نہ فرماتے، اور اس کو اپنی صحبت شریف میں راہ نہ دیتے۔

محبت، انعام محبوب ہے: حضرت خواجہ علاء الحق والدین عطر اللہ تربتہٗ نے نقل فرمایا کہ شروع میں (جب) میں حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ سے پیوست ہوا اور آپ کے (شرف) قبول سے مشرف ہوا تو آپ کی محبت کی صفت مجھ میں اس قدر اثر انداز ہو چکی تھی کہ میرا اقرار وآرام جا چکا تھا۔ میں آپ کی صحبت شریف کے بغیر ایک لمحہ بھی نہیں رہ سکتا تھا۔ ایک روز حضرت خواجہ نے مجھے توجہ سے نوازا اور فرمایا ''تو مجھے دوست رکھتا ہے یا میں تجھے''؟ میں نے کہا ''اے مخدوم! آپ کو اس فقیر کے ساتھ کیا التفات ہوگی، میں ہی آپ کو دوست رکھتا ہوں'' حضرت خواجہ نے فرمایا ''ایک گھڑی ٹھہر جا تاکہ تجھے حال معلوم ہو جائے'' جب تھوڑی دیر گزری تو میں نے دیکھا

کہ میرے وجود میں آپ کی محبت بالکل باقی نہ رہی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا "اب تجھے معلوم ہو گیا (ہوگا) کہ محبت میری طرف سے ہے"۔

اگر از جانبِ معشوق نباشد میلی

طلب عاشق بیچارہ بہ جائی نرسد

اگر محبوب حقیقی یُحِبُّھُمْ کے چہرے سے "نقابِ قبول" نہ اٹھاتا تو کس میں ہمت تھی کہ وہ "وَیُحِبُّوْنَہٗ" کے پردہ سرا میں قدم رکھ سکتا۔

نوٹ: یُحِبُّھُمْ یعنی اللہ ان سے محبت کرتا ہے، وَیُحِبُّوْنَہٗ تو وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ (مترجم)

<u>حضرت خواجہ غائب ہو گئے:</u> ایک درویش نے نقل کیا کہ (ایک دفعہ) حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ چھت پر تشریف فرما تھے، درویشوں کی ایک جماعت آپ کے پاس حاضر تھی، مجلس بہت خوش تھی، حضرت خواجہ نے اصحاب کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا "تم نے مجھے پیدا (ظاہر) کیا ہے یا میں نے تمہیں"۔ تمام درویش بولے "ہم نے آپ کو پیدا (ظاہر) کیا ہے" حضرتِ خواجہ نے فرمایا پھر حال یہی ہے کہ تم نے مجھے پیدا کیا ہے، آپ نے یہ ارشاد فرمایا اور اصحاب کی نظر سے غائب ہو گئے، چھت پر موجود تمام اصحاب نے ہر چند آپ کو تلاش کیا لیکن نہ پا سکے۔ سب حیران ہو گئے، اس کے بعد انہوں نے سمجھا کہ (حقیقت) حال کیا ہے، انہوں نے اپنے اس سخن سے استغفار کیا اور بولے "حق یہ ہے کہ آپ کی خدمت نے ہمیں پیدا کیا ہے، اگر آپ کے لطف کا جذبہ نہ ہوتا تو کس میں طاقت تھی کہ آپ کی "صحبت قبول" کی راہ حاصل کر لیتا" اصحاب نے جب یہ معذرت کی تو اس کے بعد وہ حضرت خواجہ کو دیکھ سکے کہ آپ جہاں پہلے بیٹھے ہوئے تھے، اسی جگہ بیٹھے ہوئے ہیں، تمام درویش حیران ہو گئے، اور یہ واقعہ حضرت خواجہ کے ساتھ ان کی محبت کے رسوخ کا سبب بن گیا۔

<u>ایمان نصیب ہو گیا:</u> اسی درویش نے نقل کیا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ

کے ساتھ میری محبت کا سبب یہ تھا کہ میں بچپن میں ہی "صفانیاں" سے "بلدہ فاخرہ" بخارا کی طرف چلا آیا تھا۔ اور علماء کرام کی ملازمت اختیار کی، دراں اثنا داعیہ پیدا ہوا کہ میں بیت اللہ شریف کی زیارت کیلئے جاؤں، میں اس سعادت سے مشرف ہوا اور پھر بخارا میں آ گیا، اب بھی حال یہ تھا کہ میرا نفس بہت زیادہ نافرمان اور خودبین بن چکا تھا، نزدیک تھا کہ (میرا) حال تبدیل ہو جائے اور (میرا) سر بدبختی اٹھا لے۔ اسی وقت میرے اندر ایک جذبہ پیدا ہوا جس نے بے اختیار مجھے حضرت خواجہ کی صحبت شریف میں پہنچا دیا، جب میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو بہت سے درویش آپ کے پاس (موجود) تھے، حضرت خواجہ نے مجھے اپنے پاس کھینچا اور میری گردن پر طمانچہ مارا تو مرا حال بدل گیا، میں اسی حالت میں رونے لگا، آپ نے مجھے ڈانٹ دیا کہ "خاموش رہو، یہ رونے کا کونسا مقام ہے، اگر تجھ سے یہ نالہ (رونا) ظاہر نہ ہوتا تو تیرا کام اسی ایک مجلس سے مکمل ہو جاتا، اگر خاموش نہ ہوگا تو اپنا حال درست نہ کر سکے گا، اب کہو کہ تو خود کو کیا دیکھتا ہے" میں نے کہا "کہ اس وقت میں اپنا وجود نجاست سے آلودہ دیکھ رہا ہوں، کہ اس سے ہر طرف نجاست اور پلیدی (جاری) ہوتی ہے۔ حضرت خواجہ نے قسم یاد فرمائی کہ یہ درست کہتا ہے، (واقعی) اس کی صفت اور حال اسی طرح ہے"، اس کے بعد آپ نے اصحاب کی طرف چہرہ کیا اور فرمایا "اگر یہ ہماری صحبت میں نہ پہنچتا تو دنیا سے ایمان کے بغیر ہی رخصت ہو جاتا"

فرزند کی بُو آ رہی ہے: حضرت خواجہ قدس اللہ روحہ کے درویشوں میں سے ایک درویش نے بیان کیا کہ ایک روز مجھے حضرت خواجہ کی صحبت شریف دریافت کرنے کا داعیہ ہوا تو میں "تاتکن" سے بخارا کی طرف متوجہ ہو گیا، اس وقت میری ضعیفہ (بیوی) نے مجھے چند درم دیئے کہ "یہ حضرت خواجہ کے حضور پہنچا دینا" میں نے اسے ہر چند پوچھا کہ "یہ کس لئے بھیج رہی ہو" اس نے کوئی بات نہ بتائی۔ جب میں بخارا پہنچا اور آپ کی بارگاہ سے مشرف ہوا تو وہ درم آپ کے حضور ظاہر کر دیئے، آپ مسکرائے

اور فرمایا "ان چند درموں سے فرزندگی کی بو آ رہی ہے" امید ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ تجھے ایک بیٹا عطا فرمائے گا" اس کے بعد آپ کی "برکت دعا" سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بیٹا عطا فرمایا۔

جس وقت ناقل (راوی) یہ قصہ اس ضعیف (مصنف کتاب) کو سنا رہا تھا، تو اس کا وہ بیٹا اس مجلس میں حاضر تھا،

ایک بزرگ نعمت: انہوں نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ اکثر فرمایا کرتے (تھے) "اولیاء اللہ کی صحبت ایک بہت بزرگ نعمت ہے"۔

آنکس کہ بیافت دولتی یافت عظیم
آنکس کہ نیافت دردنا یافت بس است

اس نعمت سے دور رہنے کا سبب (کوئی) قصور ہے جو اس راہ پر چلنے والے سے سرزد ہو جاتا ہے، جس فرصت یہ بندۂ ضعیف سمرقند سے بخارا روانہ ہوا کہ حضرت خواجہ کی صحبت شریف دریافت کرے، آپ کے اصحاب کا یہ وظیفہ تھا کہ وہ حتی الامکان حضرت خواجہ کے ہمراہ مسجد میں باجماعت نماز پڑھتے (تھے) خاص کر صبح کی نماز (ضرور پڑھتے تھے) ایک روز اس فقیر سے یہ وظیفہ فوت ہو گیا، اور میں اس سعادت سے مشرف نہ ہو سکا کہ صبح کی نماز آپ کی اس بابرکت جماعت کے ہمراہ گزار سکوں، میں زیر بار ہوا تو اسی وقت آپ کی طرف متوجہ ہو گیا، (دوسرے روز) میں نے چاہا کہ صبح کی نماز آپ کی مسجد میں ادا کروں، لیکن اب بھی پہلی رکعت باجماعت ادا نہ کر سکا تو بار اور زیادہ ہو گیا۔ اس کے بعد میں جلدی سے چلا کہ جب حضرت خواجہ مسجد سے باہر نکلیں تو آپ کو سلام عرض کروں، اب مجھ سے یہ دولت ضائع نہ ہو جائے، میں اسی معنی کا منتظر رہا، پھر جب میں نے آپ کو سلام عرض کی تو آپ نے جواب دیا اور میرے کان میں آہستہ سے فرمایا "جب کسی سے کوئی قصور واقع ہو جائے تو وہ دوستان حق کی صحبت سے دور ہو جاتا ہے،" حضرت خواجہ نے یہ فرمایا تو میرا بار پہلے سے بھی

زیادہ ہو گیا۔ میں اسی حال میں رہا کہ نماز ظہر ہو گئی۔ حضرت خواجہ اصحاب کے ہمراہ ایک دوست کے گھر تشریف لے گئے (تو وہاں) آپ نے اس ضعیف کو اپنے پاس بٹھا کر فرمایا "حضرت عزیزان علیہ رحمۃ الرحمان سے پوچھا گیا "مسبوق، قضائے مسبوقانہ کے لئے کس وقت اٹھے" آپ نے فرمایا "وقت صبح سے پہلے اٹھے تا کہ اس سے نماز باجماعت فوت نہ ہو جائے"

ہماری خوابگاہ یہاں ہوگی ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ (ایک بار) میں "نسف" سے حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کی صحبت شریف کی دریافت کے لئے حاضر ہوا تو آپ باغ میں جلوہ فرما تھے جہاں اس وقت آپ کا مرقد منور ہے۔ آپ نے اولیاء اللہ کی شان میں بہت سے کلمات ارشاد فرمائے، اور پھر فرمایا "ہماری خوابگاہ یہاں ہوگی" پھر آپ نے ایک جگہ کی طرف اشارہ فرمایا، آپ کا مرقد منور اب اسی جگہ ہے، یہ اشارہ آپ کے انتقال سے ایک مدت پہلے (ہوا) تھا۔

الموت راحۃ المومن انہوں نے نقل کیا کہ جب کبھی کوئی عزیز فوت ہو جاتا تو حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ یہ حدیث مبارک پڑھا کرتے کہ اَلْمَوْتُ رَاحَةُ الْمُؤْمِنِ، یعنی موت مومن کی راحت ہے۔ اس حدیث کی صحیح تاویل یہ ہے کہ موت حق جل لقاۂ کی ملاقات کا وسیلہ راحت ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ لَا رَاحَةَ لِلْمُؤْمِنِ مِنْ دُوْنِ لِقَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی مومن کو حق تعالیٰ وتقدس کی ملاقات کے بغیر کوئی راحت نہیں ہوتی۔ وہ اس لئے کہ دنیا کے قید خانے میں بدن کے حجاب کی بقا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی دولت کا وصول ہونا ممکن نہیں۔ (اس کی) دلیل یہ ہے کہ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ، دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے۔ لہٰذا اس راحت سے مشرف ہونے کے لئے موت کا ذائقہ چکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ حدیث پاک میں وارد ہے وَالْمَوْتُ دُوْنَ اللِّقَاءِ۔ منقول ہے کہ حضرت خواجہ موت کو بہت یاد فرمایا کرتے تھے۔ خصوصاً زندگی کے آخر میں فرمایا کرتے تھے

"دوست تو چلے گئے، وہ عالم بہت زیادہ خوش ہے" اس کے بعد خواجگان کرام کا ذکر کیا کرتے، پھر (اسکے بعد) جلد ہی آپ رحلت فرما گئے، یہاں حدیث صحیح میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت پیغمبر ﷺ کے طریق زندگی اور احوال (بندگی) کو روایت فرماتی ہیں، مذکور ہے (حضور ﷺ نے فرمایا) یَا عَائِشَۃُ اِخْوَانِیْ مِنْ اُولِی الْعَزْمِ وَالرُّسُلِ قَدْ صَبَرُوْا عَلٰی مَا ھُوَ اَشَدُّ مِنْ ھٰذَا فَمَضَوْا عَلٰی حَالِھِمْ فَقَدِمُوْا عَلٰی رَبِّھِمْ فَاَکْرَمَ مَآبَھُمْ وَ اَجْزَلَ ثَوَابَھُمْ (اِلٰی قَوْلِہٖ) وَمَا مِنْ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ اللُّحُوْقِ بِاَخِلَّائِیْ وَاِخْوَانِیْ۔ قَالَتْ عَائِشَۃُ وَاللّٰہِ مَا اسْتَکْمَلَ بَعْدَ ذٰالِکَ جُمُعَۃً حَتّٰی قَبَضَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے کبھی سیر ہو کر کھانا نہ کھایا تو میں نے درخواست کی، آپ نے فرمایا "اے عائشہ عزم والوں اور رسولوں میں سے میرے بھائیوں نے اس سے بھی سخت تر کاموں پر صبر اختیار کیا۔ اور اپنے اسی حال پر اس دنیا سے چلے گئے اور حضرت پروردگار کے حضور پہنچ گئے، پس اس نے ان کو "ثواب بزرگ" اور "نیک بازگشت" عطا فرمائی لہذا مجھے اپنے دوستوں اور بھائیوں کے ساتھ ملنے سے کوئی چیز زیادہ عزیز نہیں ہے۔ آپ فرماتی ہیں "اس کے بعد حضور پر نور ﷺ پورا ایک ہفتہ بھی اس دنیا میں نہ رہے، کہ اس عالم سے حق تعالیٰ وتقدس کے جوار لطف میں انتقال فرما گئے۔

<u>قبر مبارک میں حوروں کو کیا جواب دیا:</u> برکت زمان، قطب مرتفیان القدس حضرت عبدالوہاب سے منقول ہے کہ جب حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ کو لوگوں نے دفن فرمایا تو آپ کے روئے مبارک کی طرف سے اَلْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ "یعنی قبر جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔ کے حکم کے مطابق آپ کی قبر منور میں ایک دریچۂ جنت کھل گیا۔ اور دو حوریں اندر داخل ہوئیں، انہوں نے سلام عرض کیا اور کہا "ہم آپ کی ملکیت ہیں، جس وقت سے حضرت کریم مطلق جلت

اللہ نے ہمیں تخلیق فرمایا ہے ہم آپ کی خدمت کی منتظر ہیں'' حضرت خواجہ نے فرمایا ''میرا حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے وعدہ ہے کہ جب تک میں اسکے بے چون اور بے چگون دیدار سے مشرف نہ ہو جاؤں اور ان تمام لوگوں کہ جو مجھ سے پیوستہ رہے ہیں اور جنھوں نے مجھ سے کوئی کلمہ حق سنا ہے اور اس پر عمل کیا ہے، کی شفاعت نہ کرلوں، میں کسی چیز اور کسی شخص کی طرف ہرگز مشغول نہ ہوں گا''

اہل اللہ زندہ ہیں: ایک دانشمند نے نقل کیا کہ جس وقت حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ نے دار فنا سے دار بقا کی طرف رحلت فرمائی، میں ''ولایت کش'' میں تھا، جب مجھے یہ خبر موصول ہوئی تو بہت زیادہ شکستہ خاطر ہوا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ دوبارہ مدرسہ میں چلا جاؤں، میں نے اسی شام حضرت خواجہ کو خواب میں دیکھا کہ یہ آیت پڑھ رہے ہیں'' اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ'' یعنی اگر محمد مصطفےٰ دنیا سے چلے جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو کیا تم واپس پلٹ جاؤ گے، (آل عمران ۱۴۴) اور فرما رہے ہیں ''زید بن حارثہ نے کہا ہے''

جب میں اس خواب سے بیدار ہوا تو حضرت خواجہ کے اشارے کو سمجھ گیا کہ آپ روحانیت کے سبب سے جن سب فقیروں پہ توجہ فرماتے تھے اسی طرح اب بھی عنایت فرمائیں گے، لیکن جو آپ نے فرمایا ''زید بن حارثہ نے کہا ہے'' میں نے اس (جملے کا مطلب) معلوم نہ کیا، اس (واقعے) کے نزدیک ہی میں نے پھر حضرت خواجہ کو خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا'' قَالَ زَیْدُ بْنُ حَارِثَۃَ الدِّیْنُ وَاحِدٌ''، زید بن حارثہ نے کہا ہے کہ دین تو ایک ہی ہے، حضرت خواجہ کا یہ اشارہ ہمیشہ میرے دل میں رہتا تھا، یہ خواب آپ کی حقانیت کی دلیل ہے کہ حضرت حق جل جلالہٗ کے بندے حیات و ممات میں راہ راست پر دلالت کرتے ہیں اور جو کچھ کھاتے ہیں وہ کتاب و سنت اور آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اور سلف صالح کی سیرتوں سے (ثابت) ہوتا ہے۔ قَدَّسَ اللّٰہُ رُوْحَہٗ وَ اَفَاضَ عَلَیْنَا مِنْ بَرَکَاتِہٖ

الحمد للہ کتابِ مستطاب انیس الطالبین کا ترجمہ مبارکہ یکم مئی ۲۰۰۳ء کو نماز عصر کے بعد مکمل ہوا، مولا کریم اس کتاب کو عوام و خواص کیلئے سرچشمہ فیض بنا دے۔ مترجم کو حضرتِ خواجہ خواجگان شیخ بہاء الحق والدین المعروف شاہ نقشبند قدس اللہ روحہٗ کی روحانی توجہات سے سرفراز فرمادے۔......آمین!

والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد رحمۃ للعالمین وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین

☆......☆......☆

مولف

علامہ غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے

مدیر مسئول مجلہ الحقیقہ پاکستان

قادری رضوی کتب خانہ

شانِ حبیبِ الباری

مِنْ
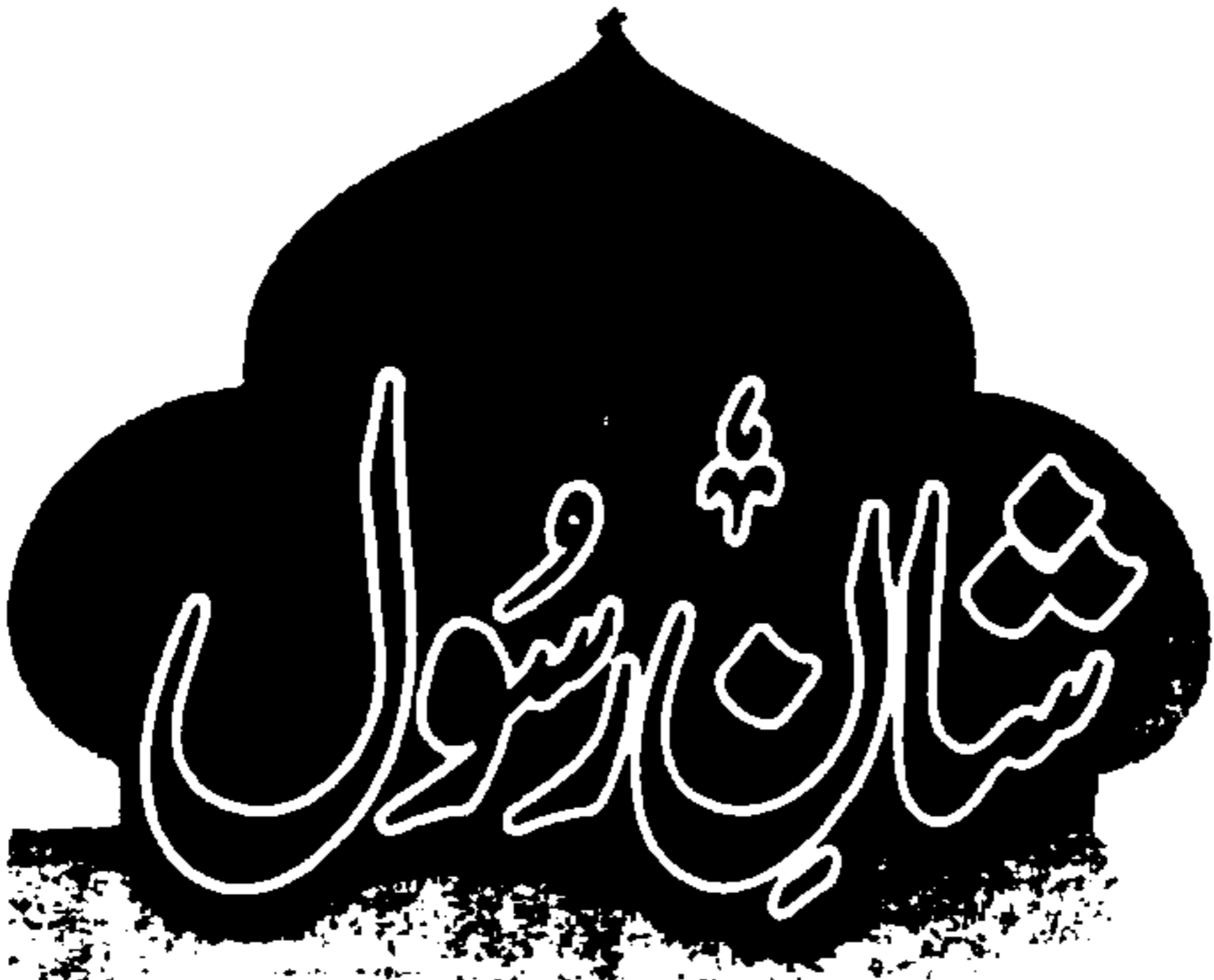
رِوایاتِ البُخاری

حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلّم کی شان
بخاری شریف کی مستند احادیث مبارکہ کی روشنی میں

مُصنّف
علامہ غلام مُصطفٰے مُجدّدی ایم۔اے

اس کتاب میں اہل سنت و جماعت کے عقائد و اعمال کو ان کے مخالفین کی تصانیف و رسائل سے ثابت کیا ہے تاکہ ان پر کفر و شرک کے فتوے لگانے والے غور کریں کہ اس کفر و شرک میں وہ خود کس قدر ملوث ہیں۔

تحقیق
علامہ غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے
مدیر مسئول مجلہ الحقیقہ پاکستان

وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖن

تصنیف

علّامہ غلام مُصطفٰے مُجدّدی ایم۔اے

رسائلِ مُجدّدِ الفِ ثانی

تصنیف لطیف

حضرت شیخ احمد مُجددِ الفِ ثانی سرہندی رضی اللہ عنہ

ترتیب

علامہ غُلام مُصطفےٰ مُجددی ایم ۔ اے

قادری رِضوی کُتب خانہ
گنج بخش روڈ لاہور

خطباتِ مجددیہ

شانِ رسول

کیا آپ جانتے ہیں؟

سیرتِ غوثِ اعظم

امام اعظم کے عقائد

تصوف و ولایت

جہانِ انبیاء

رسائل مجدد الف ثانی